شاہکار کتاب ۳۶
زیرِ ادارت: سید قاسم محمود
اسرائیل
قرآنی پیشین گوئیوں
کی روشنی میں
لندن میں
۳۵ سال سے مقیم جناب
علی اکبر کی شہرۂ آفاق
تصنیف کا مکمل اُردو ترجمہ، جسے
بیسویں صدی کی ایک اہم کتاب
قرار دیا گیا ہے

شاهکاریه

دجّال کون ہے؟

دجّال اور یاجوج وماجوج کے بارے میں قرآن وحدیث کی پیشین گوئیوں کی تفسیر وتوجیہہ مختلف ادوار میں مختلف انداز میں ہوتی رہی ہے۔ ہر نسل نے ان پیشین گوئیوں کو اپنے عہد کے تقاضوں سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کسی کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ آگے چل کر سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ عہد میں کیسے کیسے حالات رونما ہوں گے۔

قرآن وحدیث کی پیشین گوئیوں کا مطالعہ آج کے عہد میں رونما ہونے والے حالات کی روشنی میں کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو، ان پیشین گوئیوں کا لازمی تعلق آج کے عہد سے ہے۔

مصنف نے بجائے مافوق الفطرت پر انحصار کرنے کے (جو ہمارے اکثر مصنفین کا شیوۂ خاص رہا ہے) خالص منطقی استدلال کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دجّال دورِ جدید کی یورپی، امریکی اور روسی اقوام ہیں جن کی تباہی سرزمینِ اسرائیل میں مقدّر ہو چکی ہے۔ موجودہ بڑی طاقتوں کی سیاسی آویزش فوجی تیاری اور خوفناک اسلحہ سازی کی مقابلہ جوئی ہی میں مصنف کو ان کی ہلاکت نظر آتی ہے۔

مصنف نے کتاب یہیں ختم نہیں کر دی بلکہ اس سوال کا بھی گہرا تجزیہ کیا ہے کہ ان بڑی طاقتوں کے زوال کے بعد انسانیت کا مستقبل کیا ہوگا۔ اور ان سارے عجیب وغریب سوالات ومسائل کا محاکمہ ایسی عمدگی سے کیا ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ مسلمان، عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو، دہریے، کمیونسٹ سب اس کا یکساں دلچسپی سے مطالعہ کر رہے ہیں۔

اُردو ترجمے کا قرعۂ فال میاں محمد افضل (ایم اے) کے نام نکلا۔ میاں صاحب کہنے کو "افسر" ہیں، لیکن اصل شوق پڑھنے لکھنے کا ہے۔ فلسفہ، اسلامیات، مذہبیات، تاریخ، نفسیات سے لگاؤ اور مزاح اور شعر سے خاص لگاؤ ہے۔ یہ میاں صاحب کا پہلا ترجمہ ہے جسے پیش کرنے کا فخر "شاہکار" کو حاصل ہے۔ ان کا ایک اور شاہکار کتاب کا ترجمہ عنقریب پیش کیا جائے گا۔ وہ کتاب فارسی کے ادبِ عالیہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا نام فی الحال صیغۂ راز میں رہنے دیجئے، ورنہ آپ جانتے ہی ہیں کہ.......

آپ کا: ــــ سیّد قاسم محمود

اس کتاب میں جہاں آیاتِ قرآنی کے حوالے آئے ہیں ان کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے آیت نمبر ہے اور پھر سورت نمبر۔

ٹیلیفون: ۳۵۴۱۰۳۔ تار: "شاہکار"

شاہکار

رسالے کی شکل وصورت میں ہر زبان کی، ہر زمانے کی، ہر موضوع کی شاہکار کتابیں، دنیا بھر میں ارزاں ترین قیمتوں پر شائع کرنے کا انقلابی پروگرام

زیرِ ادارت:
سیّد قاسم محمود

اسرائیل
قرآنی پیشین گوئیوں کی روشنی میں

مصنف : علی اکبر
ترجمہ : میاں محمد افضل
ناشر : سیّد قاسم محمود
مکتبۂ شاہکار، لاہور
طابع : الجدہ پریس۔ لاہور

تاریخِ اشاعت یکم جون ۱۹۷۶ء
قیمت : ۳/۵۰ روپے

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتا

مکتبہ شاہکار۔ پوسٹ بکس ۱۷۵۴۔ لاہور

اِسرائیل والنبوّات فی القرآن

اِسرائیل

قرآنی پیشین گوئیوں کی روشنی میں

ایک جدید اور مدلّل تفسیر

تصنیف: علی اکبر

ترجمہ: میاں محمّد افضل

فہرست مضامین

پہلا باب

پیغمبر اقدس حضرت محمدؐ کے بارے میں صحائف قدیم کی شہادت — ۷
(i) عہد نامہ قدیم میں موجود پیشین گوئیاں — ۷
(ii) عہد نامہ جدید میں موجود بشارتیں — ۷
(iii) انجیل برنباس کی بشارتیں — ۸
(iv) بدھ مت کی مذہبی تحریروں میں پیشین گوئیاں — ۹
(v) ہندو مذہبی تحریروں میں بشارتیں — ۱۰
(vi) پارسی مذہبی تحریروں میں پیشین گوئی — ۱۰
(vii) حدیث اور حضرت محمدؐ — ۱۰

دوسرا باب

قرآن پاک کی پیشین گوئیاں اور معجزات — ۱۱

تیسرا باب

ابتدائی اسلامی عہد کے متعلق قرآن کی پیشین گوئیاں — ۱۵

چوتھا باب

دورِ حاضرہ کے متعلق قرآنی پیشین گوئیاں — ۱۷
(i) یہود کو ایک تنبیہہ — ۱۸
(ii) عیسائیوں کے لیے ایک تنبیہہ — ۲۲
(iii) یورپی (عیسائی) اقوام — ۲۳
(iv) یورپین بطور عظیم تاجر پیشہ اقوام — ۲۵
(v) عیسائیوں کی باہم نفرت اور عداوت — ۲۶
(vi) قرآن اور یاجوج و ماجوج — ۲۸
(یورپی اقوام ہی یاجوج و ماجوج ہیں)
ضمیمہ — ۲۹

پانچواں باب

پیغمبر حضرت محمدؐ کی زمانہ حال اور مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں۔ — ۲۹
(i) دجّال کی نشانیاں — ۳۰
(ii) ضمیمہ — ۳۵

چھٹا باب

المسیح الدجّال یا عیسیٰ کاذب کے معانی — ۳۵
(i) یاجوج اور ماجوج کا مطلب — ۳۸
(ii) دابۃ الارض کا مفہوم
(زمین سے پیدا ہونے والا جانور۔ مسلمانوں کے لیے ایک انتباہ) — ۳۸
(iii) عہد سابق کے مسلم شارحین کی دابۃ الارض کے متعلق تاویلات — ۳۹
(iv) ضمیمہ — ۴۰

ساتواں باب

قدیم مسلم مفسّرین حدیث اور دجّال اور یاجوج و ماجوج کے الفاظ کی تعبیر — ۴۰
(i) ضمیمہ۔ خلابازوں کی خدا سے سرکشی — ۴۶
(ii) دس ٹن ٹی این ٹی کے برابر ہائیڈروجن بم سب کے کافی ہے — ۴۶
(iii) کاش کہ انسان جانتا — ۴۶

آٹھواں باب بنی یسوعؑ — ۴۶

نواں باب

عیسائیت کے بنیادی معتقدات — ۴۸

دسواں باب

برطانیہ اور مسلمان — ۵۰

گیارھواں باب

اسرائیل کے ساتھ انتہائی خصوصی امریکی تعلقات — ۵۱
(i) امریکہ تیرے کیا کہنے! — ۵۳
(ii) وحشی عورتوں کی کثرت — ۵۵

بارھواں باب

سوویت یونین میں مسلمان — ۵۵
تکملہ — ۵۷

اصل کتاب "اسرائیل والنبوآت فی القرآن" انگریزی زبان میں ہے اور اس کے مصنف جناب علی اکبر ہیں۔ یہ اس کتاب کا اردو قالب ہے۔

اس کتاب کے مصنف جناب علی اکبر گذشتہ بتیس سال سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ برطانیہ ہی میں ان کی شادی نومسلم انگریز خاتون سے ہوئی۔ ہم خیالوں کی یہ جوڑی جو اسلام کا درد اپنے دل میں رکھتی ہے خدمتِ اسلام میں اپنا سب کچھ وقف کئے ہوئے ہے۔

سب سے پہلے یہ کتاب ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۷۱ء اور پھر ۱۹۷۳ء میں اس پر مکمل نظرثانی کی گئی اور بین الاقوامی حالات کی نئی تبدیلیوں کو پیش نظر رکھ کر اس میں مفید اضافے کئے گئے۔

کتاب کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں قرآن پاک کی ان پیشین گوئیوں پر بحث کی گئی ہے جو اسرائیل کے متعلق ہیں۔ لیکن اس کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ کتاب کا مرکزی خیال اسرائیل کا ماضی، حال اور مستقبل ہے۔ لیکن دراصل تمام بنی نوع انسان کا مستقبل اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ مصنف نے اپنے مختصر دیباچہ میں وضاحت کی ہے کہ اس کے لکھنے کا اصل مقصد اسلام کے لئے نئے پیروکار ڈھونڈنا نہیں بلکہ "اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے مذہب کے چند ایمان تازہ کرنے والے پہلوؤں سے روشناس کرانا ہے۔ میری اس کتاب کے مخاطب خاص طور پر وہ مسلمان ہیں جو مغربی تہذیب کی چکا چوند کے اس حد تک دلدادہ ہو رہے کہ وہ اندھا دھند اس کی تقلید کر رہے ہیں اور اسے اختیار کر رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اس افسوسناک حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم میں سے کچھ مسلمان محض اپنی پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ ایسے مسلمان اسلام پر "یقین" نہیں رکھتے بلکہ اپنے ماحول کے سماجی اور ثقافتی دباؤ کے تحت اسے 'قبول کرنے' پر مجبور ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

"میری ناچیز رائے میں آج کے مسلمانوں کو "جدید ترقی" کی بجائے "اسلامی روح" کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ جو لوگ اس کتاب کا بنظر غائر مطالعہ کریں گے وہ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آج مسلمانوں کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ بنیادی طور پر اسلامی روح ہے ——— یعنی پختہ عقیدے اور ایمان کی قوت اور اس کے بعد مادی قوت کے مسائل" ———

اب جیسا کہ کتاب کے عنوان اور موضوع سے ظاہر ہے، اس میں پیشین گوئیوں سے بحث کی گئی ہے۔ اس پیشین گوئیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سب سے پہلے قدیم صحائف سماوی کی اُن بشارتوں کا ذکر ہے جو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بحیثیت "پیغمبر کائنات" دنیا میں آمد سے متعلق ہیں۔ اس کے بعد دورِ حاضر کے بارے میں قرآن حکیم کی اُن آیات کے مفہوم پر بحث کی گئی ہے جو ایمائی زبان میں ہیں۔ مصنف کا خیال ہے کہ ایسی تمام آیات کی حقیقی تفسیر فقط اس زمانے میں بیان کی جا سکتی ہے جب ان میں مذکور پیشین گوئیاں سب کی آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے پوری ہو رہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دجال، دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج کے متعلق قدیم شارحین کی تفسیر آج قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں حقیقت سے زیادہ افسانہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن آج بین الاقوامی صورت حال ان تمام پیشین گوئیوں کی ایک ٹھوس تعبیر بن کر ہمارے سامنے ہے۔

حدیث میں ہے کہ یاجوج اور ماجوج سرزمین اسرائیل میں تباہ کر دیئے جائیں گے۔ قرآن میں ہے کہ تخلیق آدم کا اصل مقصد خدا کی بندگی تھا۔ یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک اسرائیل کا وجود باقی ہے کیونکہ یاجوج اور ماجوج محض ایک بڑی شخصیت کی تکمیل کرتے ہیں اور وہ ہے اسرائیل کی شخصیت! موجودہ نظام سیاست میں اسرائیل کی حیثیت مرکزی ایٹم کی ہے اور یاجوج و ماجوج اس کے گرد ماتحت ذرّوں کی طرح گھوم رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یاجوج اور ماجوج دونوں کس طرح اسرائیل کے ماتحت ہیں۔ اس کا اندازہ تاریخ کے اعتبار سے اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ دونوں نے مل کر اسرائیل کی ریاست کی تخلیق کی، دونوں نے مل کر اقوام متحدہ میں اس کی رکنیت کی حمایت کی۔ ایک طرف عیسائیت کی موجودہ شکل و صورت کا بانی ایک یہودی سینٹ پال تھا۔ دوسری طرف اشتراکیت کا بانی ایک یہودی کارل مارکس تھا۔ گویا نظریاتی طور پر دونوں گروہوں کا محور اسرائیل ہے۔ ایک کو مثبت اور دوسرے کو منفی سمجھ لیجئے۔ جب مثبت اور منفی آپس میں ٹکرائیں تو دھماکہ پیدا ہوتا ہے اور یہ دھماکہ تیسری عالمگیر جنگ کی صورت میں کسی بھی وقت مذکورہ بالا حدیث نبوی کے مطابق، سرزمین اسرائیل میں ہو سکتا ہے۔ وہ دن انسانیت کی تاریخ کا المناک ترین دن ہوگا۔ کیونکہ اس دھماکے کے نتیجہ میں کسی ذی روح کے صحیح سلامت باقی رہنے کا بہت کم امکان ہے۔

دنیا کے نقشے میں نت نئی تبدیلیاں آ رہی ہیں ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کو مصر اسرائیل جنگ کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ ایک بڑی عرب اسرائیل جنگ ہونا ابھی باقی ہے اور حدیث شریف کی پیشین گوئیوں کے مطابق جب یہ جنگ شروع ہوگی تو اس میں تمام عرب ممالک شرکت کریں گے اس جنگ میں جزوی ہزیمت اٹھانے کے بعد اسرائیل کا انداز زخمی بھیڑیئے کا سا ہو گیا ہے اور وہ کسی وقت انتقام کے لئے عربوں پر جھپٹ سکتا ہے دوسری طرف تیل کی بندش اور گرانی اور نتیجتاً عالمگیر اقتصادی بحران سے دل ہی دل میں یورپ اور امریکہ عربوں کے خلاف سخت اقدامات کرنے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ بلکہ ڈاکٹر کسنجر (جو یہودی ہیں) کئی مرتبہ یہ دھمکی دے چکے ہیں کہ اگر آئندہ کسی عرب ملک نے تیل بند کرنے کی حرکت کی تو امریکہ طاقت استعمال کرے گا۔ دوسری طرف مصر اور اسرائیل میں صحرائے سینا پر مذاکرات سے ایک طرف مصر کو دوسرے عربوں سے الگ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(کیونکہ پورے مشرق وسطیٰ میں مصر ہی اسرائیل کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے) دوسری طرف سے اسرائیل کو عربوں کے خلاف متوقع جنگ کے لئے ہر طرح سے تیار کیا جا رہا ہے۔

عربوں کو آپس میں لڑانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ ان میں منظم طریقے سے غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں جو بعد میں عداوت کا رنگ اختیار کر جاتی ہیں۔ اس ضمن میں اسرائیلی محکمۂ جاسوسی اور امریکی سی آئی اے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت لبنان کی خانہ جنگی ہے۔ جہاں ہزاروں بے گناہ مسلمان مارے جا چکے ہیں۔ اور لاکھوں بے گھر ہو چکے ہیں۔ لبنان جو کبھی مشرق وسطیٰ کے ریگستان کا نخلستان تھا آج کھنڈرات کا ڈھیر بن چکا ہے۔ تادم تحریر یہ خانہ جنگی جاری تھی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے (جس کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ ہے تاکہ وہاں فلسطین کی تحریکِ مزاحمت کے اڈے ختم کر دیئے جائیں) تو لازماً لبنان یا تو تقسیم ہو جائے گا یا پھر اسرائیل کی گود میں چلا جائے گا۔ اس خانہ جنگی سے ایک بار پھر قرآن حکیم کے وہ الفاظ پورے ہوتے نظر آتے ہیں کہ عیسائی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ مغربی قومیں اس خانہ جنگی کا خاموش نظارہ دیکھ رہی ہیں کیونکہ اس مہم میں "اقدامات" کا اختیار اسرائیل کو ہے جو لبنان کا ہمسایہ ہے اور جس کے اشارۂ ابرو پر فلانجی عیسائی سب کچھ مسلمانوں اور فلسطینیوں کے خلاف جھونک رہے ہیں۔ ان تمام واقعات کا اصل مقصد عربوں کو آپس میں الجھائے رکھنا ہے تاکہ اگر ایک طرف مسلمان آپس میں لڑ کر کمزور ہوتے رہیں تو دوسری طرف اسرائیلی خونخوار بھیڑیا اور طاقتور ہو جائے اور مناسب وقت آنے پر عربوں اور مسلمانوں پر پل پڑے اور اپنے مجوزہ استعمار کی تکمیل و توسیع کر سکے۔ اندازوں کے مطابق اسرائیلی استعمار کی توسیع ایک طرف حجاز اور دوسری طرف مصر اور سوڈان تک ہو گی۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ قبرص اور فلپائن میں مسلمانوں پر جو ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اسے کون نہیں جانتا۔ قبرصی ترکوں کی نسل کشی کرنے والے یونانی عیسائیوں کے خلاف ترکی نے قدم اٹھایا ہی تھا کہ امریکی سینٹ نے نیٹو کا رکن ہونے کے باوجود امریکی عالمی مفادات کو پس پشت ڈال کر ترکی کی تمام فوجی امداد بند کر دی۔ کون کہتا ہے کہ صلیبی تعصبات ختم ہو گئے ہیں؟ اور امریکی سینٹ جیسا کہ سب کو معلوم ہے، صیہونیت کی سب سے بڑی کمین گاہ ہے اسی سینٹ نے نکسن کو ذلیل کر کے وائٹ ہاؤس سے نکال دیا۔ کیونکہ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنی پالیسی میں عربوں کو بھی اہمیت دینے لگے تھے (اگرچہ تھے وہ بھی یہودیوں کے حامی) کسنجر جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی نابغہ ہے یہودی مفادات کا سب سے بڑا علمبردار اور عربوں کو آپس میں لڑانے کی سیاست کا سب سے بڑا ماہر ہے۔

غرضیکہ کہاں تک ذکر کیا جائے آج امریکہ کی سیاست مکمل طور پر صیہونیت کے اختیار میں ہے جس کی اجازت کے بغیر وہاں گھاس کا ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ امریکہ اور اسرائیل کے خصوصی تعلقات پر اس کتاب میں ایک پورا باب مخصوص کیا گیا ہے۔ کتاب شائع ہونے سے آج تک ان تعلقات میں مزید پختگی آچکی ہے۔ شاید آج سے چند سال پہلے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اگر جنرل اسمبلی اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکال دے تو امریکہ بھی اقوام متحدہ کو چھوڑ دے گا۔ لیکن آج ایسا ضرور ہو گا۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ پاکستان چونکہ اسرائیل سے دور ہے لہٰذا یہاں اسرائیلی موجود نہیں ہیں۔ سی آئی اے دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے اور سی آئی اے کے ایجنٹوں کی اکثریت صیہونی یہودیوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی تشخص کی بنا پر پاکستان دنیا کے ان چند ممالک میں سے ہے جو اسرائیل کے حلقۂ دشمنی میں اوّلیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر کوئی بعض امریکی لیڈروں کے اس بیان سے کہ 'پاکستان امریکی خارجہ پالیسی میں بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے' یہ مطلب نکالتا ہو کہ امریکہ پاکستان کا حقیقی خیر خواہ ہے تو وہ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہے۔ اسے نہیں بھولنا چاہیئے کہ امریکہ اسرائیل کی بساطِ سیاست میں محض ایک پٹے مہرے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسرائیل پاکستان کا واضح طور پر دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۱ء میں جب مشرقی پاکستان ہم سے جدا کیا گیا تو اس وقت امریکہ نے پاکستان کی کیا مدد کی تھی؟ کیا امریکہ ان اوّلین ممالک میں شامل نہیں تھا جنہوں نے بنگلہ دیش کو سب سے پہلے تسلیم کیا؟ کیا امریکہ نے معاہدوں کے باوجود پاکستان کی فوجی امداد پورے دس سال تک بند نہیں رکھی؟ دوستی کے یہ الفاظ محض بے جان الفاظ ہیں اور ہمیں بے وقوف بنائے رکھنے کے لئے ہیں؟

یہ کتاب اختصار کے باوجود موجودہ دور کی سب سے اہم اجتہادی کوشش ہے اور غالباً شاہ ولی اللہ کی "حجۃ اللہ البالغہ" کے بعد اسلامی روح کا صحیح مفہوم اجاگر کرنے والی چند کتابوں میں سب سے اہم ہے۔ جہاں تک دجّال یا یاجوج و ماجوج کی عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تشریح و تعبیر کا تعلق ہے اس سلسلے میں پہلے بھی کئی مسلمان مفکرین (جن میں سر سید احمد خاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں) قلم اٹھا چکے ہیں لیکن دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ، قرآن و حدیث کی تمام پیشین گوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی جدید اور عقلی توضیح اور تفسیر کی یہ پہلی اور مربوط ترین کوشش ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ مصنف کے دل میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے گہرا درد اور جذبہ کارفرما ہے۔ وہ کسی قسم کے تجدد کا (سر سید احمد کے برعکس) حامی نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں خالص اسلام کا جذبہ (اسلامیت) ابھارا جائے۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد مسلمانوں کو اس فتنے سے آگاہ کرنا ہے جو یاجوج اور ماجوج اور دجال کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ دجّال کسی فرد کا نام نہیں ایک فلسفۂ حیات کا نام ہے جسے مغربی دنیا اپنائے ہوئے ہے۔ مصنف بڑی دلسوزی سے ہمیں مغربی تہذیب کے انگاروں کو نگلنے سے خبردار کرتا ہے۔ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب اسرائیل کی ہوس ملک گیری جنون کی حد تک پہنچ جائے گی۔ اور اس کی پشت پناہی اور مخالفت کرنے والے مغربی ممالک (سوشلسٹ اور کیپٹلسٹ) آپس میں ٹکرا جائیں گے۔ تب تیسری عالمگیر جنگ چھڑ جائے گی اور اللہ کی طرف سے دنیا کے خاتمے کی ساعت قریب آ جانے کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔

(میاں) محمد افضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

پیغمبرِ اقدس حضرت محمد صلعم کے بارے میں صحائفِ قدیم کی شہادت

قرآنِ پاک کے مطابق حضورِ اکرم محمد صلعم کی آمد کی پیشینگوئی اس سے قبل کی آسمانی کتابوں میں دی گئی تھی۔ لیکن ان پیشینگوئیوں کا حوالہ دینے سے قبل میں قرآن پاک سے فقط دو آیات کا حوالہ اس ضمن میں یہاں درج کرنا پسند کروں گا:۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ (۷ : ۱۵۷)

(وہ لوگ جو رسولِ اُمّی کے پیروکار ہیں جس کا ذکر وہ تورات اور انجیل میں پاتے ہیں)

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمھیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے۔ کل اگر کوئی دوسرا رسول تمھارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمھارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پہ ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا۔ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا۔ اچھا۔ تو گواہ رہو۔ اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔ (قرآن ۸۱ : ۳)

یہاں قرآن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ تمام پیغمبروں نے ایک پیغمبرِ کائنات کے ظہور کی بشارت دی تھی جو اُن تمام گذشتہ پیغمبروں کی حقانیت کی تصدیق کرے گا جو اس کی آمد سے پیشتر دنیا میں آتے رہے تھے۔

"عہد نامہ قدیم" میں موجود پیشنگوئیاں:۔

پیغمبر حضرت محمد صلعم کے متعلق عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں میں بہت سی پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ باب استثنا میں کتابِ موسیٰ، صاف طور پر ایک ایسے پیغمبر کے ظہور کے متعلق بتاتی ہے جو حضرت موسیٰ کے مانند ہوگا اور بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی اسماعیلیوں (یا عربوں) میں سے ہوگا۔ کتاب کے مذکورہ حصے کی تحریر (ترجمہ) یوں ہے:۔

"خداوند تیرا خدا تیری طرف، تیرے درمیان سے، تیرے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر کو بھیجے گا، وہ میرے مشابہ ہوگا، تم اس کی بات سننا۔ وادیٔ حورب میں اجتماع کے دن تم اپنے خدا سے جو درخواست کر رہے تھے، یہ اُسی درخواست کے مطابق ہوگا۔ میں ربِّ عظیم کی آواز دوبارہ نہ سنوں اور اس بڑی تجلّی کو دوبارہ نہ دیکھوں تاکہ مر نہ جاؤں۔ اور خدا نے مجھ سے کہا:۔ جو کچھ انہوں نے کہا سو درست ہی کہا، میں تیری طرح ایک پیغمبر اُن کے بھائیوں میں سے اُن کی طرف بھیجوں گا اور میں اپنے الفاظ اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور وہ سب کچھ جس کا میں حکم دوں گا انہیں جاکر بتائے گا۔" (استثنا ۱۸ - ۱۵ : ۱۸)

مندرجہ بالا پارۂ تحریر سے ہمارے نبی کریمؐ کی آمدِ مبارک کی پیشینگوئی واضح طور پہ ہوتی ہے۔ خدا نے اسرائیلیوں کے سامنے اعلان کیا کہ وہ ان کے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ اب ہمیں یہ باور کرنے سے ہچکچانا نہیں چاہیئے کہ "اسرائیل کے بھائیوں" سے مراد بنی اسرائیل کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے درمیان حضرت محمدؐ کے سوا اور کوئی پیغمبر کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اس امر کو یہودی اور عیسائی دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ اسرائیلی پیغمبروں پہ نازل ہونے والی وحی کے الفاظ وہ نہیں تھے جو اُن سے منسوب صحائف میں آجکل پائے جاتے ہیں اور یہ کہ فقط ان کا مفہوم بعد میں لوگوں تک اُن کی مقامی زبان میں پہنچایا گیا تھا۔ لیکن اس کے برعکس، قرآن پاک موجودہ صورت میں بلفظہٖ اُسی وحی کے الفاظ پر مشتمل ہے جو پیغمبرِ مقدس حضرت محمد صلعم پہ اتاری گئی تھی۔ اس حقیقت کا اظہار مندرجہ بالا پیشینگوئی کے ان الفاظ سے ہوتا ہے:۔ "اور اپنے الفاظ اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔" اِن الفاظ کا اطلاق حضرت محمد صلعم کے علاوہ اور کسی پر نہیں ہو سکتا۔

ایک پیغمبر کو پیدا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے خدا حضرت موسیٰؑ سے فرماتا ہے:۔ "میں اُن کے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر پیدا کروں گا" دوسری طرف باب استثنا (۱۰-۳۴) کے مطابق بنی اسرائیل میں سے کوئی ایسا پیغمبر پیدا نہیں ہوا جو حضرت موسیٰ کی طرح ہو۔ چنانچہ اس حقیقت کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ جس پیغمبر کے ظہور کا وعدہ کیا گیا تھا وہ حضرت محمد صلعم ہی تھے، جن کا تعلق بنی اسمٰعیل، یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں سے تھا۔ عہد نامہ قدیم میں ایسے نبی سے منسوب مندرجہ ذیل پیشینگوئی کی گئی ہے:۔

"اُس نے دو سواروں کو دیکھا، ان میں سے ایک گدھے پر سوار تھا اور دوسرا اونٹ پر، اُس نے بہت توجہ سے ان کی آواز سُنی۔"

یہ الیسع نبی تھا جس نے عالمِ کشف میں دو سواروں کو دیکھا تھا۔ ہماری رائے میں مندرجہ بالا پارۂ تحریر اصل عبرانی تحریر کا قابلِ اعتماد ترجمہ ہے۔ انگریزی بائبل میں اس کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا گیا ہے: "اُس نے دو پہیوں والی گاڑی دیکھی تھی جسے گدھے کھینچ رہے تھے، اور دوسری گاڑی دیکھی جسے اونٹ کھینچ رہے تھے" ولگیٹ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔ "اُس نے دو سواروں کی رتھ دیکھی، ایک گدھے پر سوار اور ایک اونٹ پر سوار، وغیرہ۔"

صاف ظاہر ہے کہ الیسع نبی نے جن دو سواروں کا ذکر کیا ہے کہ وہ خدائے لم یزل کی حقیقی بندگی کو دنیا میں بحال کرنے والے ہوں گے، ان میں گدھے پر سوار یسوع مسیح عیسیٰؑ ہیں کیونکہ وہ اسی طرح یروشلم میں داخل ہوئے تھے، اور اونٹ سوار سے مراد رسولِ عربی حضرت محمدؐ ہیں کیونکہ عرب میں نقل و حمل کا عام ذریعہ اونٹ ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے بعد پیغمبر حضرت محمد صلعم اپنے دس ہزار پیروکاروں کے ساتھ مقدس شہر میں اونٹ پر سوار ہو کر داخل ہوئے تھے۔

عہد نامہ جدید میں موجود بشارتیں

انجیل یوحنا میں دی گئی پیشینگوئی اس طرح ہے "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرے احکامات پر چلو گے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا فارقلیط (مددگار) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ میں نے یہ باتیں تمہارے ہمراہ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ بھیجے گا...... وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔"

(یوحنا ۱۴ : ۱۵-۱۶-۲۵-۲۶)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے سود مند ہے کیونکہ اگر

میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا..... اور وہ، جب آئے گا، دنیا کا مواخذہ کرے گا گناہ کے متعلق، سچائی اور انسان کے بارے میں۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو کامل حقیقت کا راستہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

(یوحنا ۱۴ و ۱۲ و ۸ و ۷ : ۱۶)

ہمیں اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہے کہ لفظ "فارقلیط" جس کا انگریزی میں ترجمہ "مددگار" کیا گیا ہے، حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں ہے لیکن یہ کہ دراصل یہ لفظ فرقلیطوس (PARAKLETOS) تھا جس کا مفہوم "تعریف کیا ہوا" یا "شہرت یافتہ" ہے اور جو ہر اعتبار سے عربی لفظ "احمد" کا مترادف معلوم ہوتا ہے۔ سر ولیم میور، تاہم کہتا ہے کہ کہ لفظ "احمد" کا استعمال غلطی سے لفظ فارقلیط کے ترجمہ کے طور پر عہد نامہ جدید کے کسی عربی نسخے میں کیا گیا ہوگا" اور یہ کہ لفظ فرقلیطوس (PARAKLETOS) جس کا مفہوم "تعریف کیا ہوا" ہے کسی "جاہل یا بدنیت پادری نے (حضرت) محمدؐ کے دور میں" لفظ فارقلیط (PERIKALUTAS) کی جگہ محض شرارتاً استعمال کیا ہوگا۔ (حیاتِ محمدؐ — میور)

اسم "احمد" کے بارے میں قرآنِ پاک کہتا ہے :-

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ

(اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا، اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے)

(قرآن ۶ : ۶۱)

یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ بہت پہلے ہی، عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد اس پیشینگوئی کی بنا پر ایک شخص کے ظہور کی منتظر تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعلقہ ابواب کی پروٹسٹنٹوں اور رومن چرچ کے ہاتھوں من پسند تعبیر زیادہ رائج نہ تھی۔

اس کی ایک مثال مونٹانس ہے جو طرطولین سے قبل دوسری صدی عیسوی میں گزرا ہے اور جسے اس کے پیروکار شخصِ موعود سمجھتے تھے۔

انجیل برنباس کی بشارتیں

یہاں سب سے پہلے میں مسلمان قارئین پر یہ واضح کرنا پسند کروں گا کہ عیسائی عام طور پر انجیل برنباس کو عہد نامہ جدید کا حقیقی حصہ نہیں سمجھتے اور اُن کے گرجاؤں میں بالعموم اس کی تبلیغ نہیں کی جاتی۔ عیسوی کونسل نے اسی انجیل کو حضرت محمدؐ کی پیدائش سے تین سو سال قبل رد کر دیا تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ اس انجیل میں حضرت محمدؐ کے ظہور کی نہایت واضح طور پر پیشینگوئی کی گئی ہے۔

"سردار کاہن نے دریافت کیا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا اور کون سی نشانیاں اس کی آمد کو ظاہر کریں گی؟"

"یسوعؑ نے جواب دیا اس مسیح کا نام "قابلِ تعریف" ہے کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی اس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا اور وہاں اُسے ملکوتی شان سے رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا "اے محمدؐ انتظار کر کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنت، دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اس کو تجھے بطور تحفہ دوں گا یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اسے برکت عطا کی جائے گی اور جو تجھ پر لعنت کرے گا اس پر لعنت کی جائے گی، جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی، یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا۔ سو اُس کا مبارک نام محمدؐ ہے۔"

"تب مجمع کی طرف سے آوازیں اُٹھیں، وہ کہہ رہے تھے :- اے خداوند، ہماری طرف اپنا پیغامبر بھیج دے، اے محمدؐ، دنیا کی نجات کے لئے جلدی آؤ" (انجیل برنباس، اطالوی نسخہ جو دی آنا کی امپیریل لائبریری میں ہے، سے ماخوذ)

پس حضرت عیسیٰؑ ہی وہ آخری نبی تھے جنہوں نے حضرت محمدؐ کی پیشینگوئی کی اور یسوعؑ کی اس پیشینگوئی کے متعلق قرآن پاک کہتا ہے :-

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور (خدا نے) اُسے (مریم) اور اُس کے بیٹے کو قوموں کے لئے نشانی بنایا، (قرآن ۲۱ : ۹۱)

حضرت محمدؐ سے مخاطب ہو کر قرآن میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو ایک دین کے طور پر چن لیا ہے" (قرآن ۳ : ۵)

بدھ مت کی مذہبی تحریروں میں پیشینگوئیاں

میں اپنے قارئین کو یاد دلاؤں گا کہ بدھ مت کی مذہبی تحریریں ایک سے زیادہ زبانوں میں لکھی گئی ہیں، چنانچہ میں نے مندرجہ ذیل حوالے سیلون کے ذرائع سے منتخب کئے ہیں :-

"انند نے مبارک شخص سے کہا "جب تم چلے جاؤ گے اُس کے بعد ہمیں کون تعلیم دے گا؟"

"اور مبارک شخص نے جواب دیا :- "میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو دنیا میں آیا اور نہ ہی آخری ہوں گا، اپنے وقت پر ایک اور بدھ دنیا میں ظاہر ہوگا، بڑا ہی مبارک، انتہائی مُنور یافتہ، کردار میں حکمت والا، مسعود و معروف، کائنات کی خبریں رکھنے والا، انسانوں کا لاثانی رہنما، فرشتوں اور جن و بشر کا حاکم۔ وہ تمہارے سامنے وہی ابدی سچائیاں کھول کر بیان کرے گا جو میں تم کو سکھاتا رہا ہوں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا، جو اپنے آغاز میں شاندار، عروج پر شاندار اور تکمیلِ مقصد پر بھی شاندار ہوگا۔ وہ ایک مذہبی نظامِ حیات کا اعلان کرے گا جو مکمل طور پر خالص اور بے داغ ہوگا، بالکل ایسے جیسے میں تبلیغ کر رہا ہوں۔ اُس کے پیروؤں کی تعداد لاکھوں میں ہوگی جبکہ میرے پیروکار سینکڑوں میں ہیں۔"

انند نے کہا "ہم انہیں کیسے پہچانیں گے؟"

مبارک شخص نے کہا "اسے متیریا کے نام سے پکارا جائے گا......"

مندرجہ بالا حوالہ کسی حد تک متنازعہ فیہ ہے کہ حضرت بُدھ نے ایک مبارک ہستی کی آمد کی بشارت دی تھی، بُدھ کتبوں کی زبان میں اس ہستی کے لئے لفظ متیریا کا استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم ہے : "رحمدل اور مبارک"۔

بُدھ کی وفات کے بعد اُس کے پیروکاروں نے اپنے چند روحانی پیشواؤں کو متیریا کی حیثیت سے پہچاننے کی کوشش کی۔ عیسائیوں نے بھی یسوعؑ کو متیریا سمجھنے کی کوشش کی۔ ہندوؤں نے یہی کام اپنے بعض خاص مذہبی رہنماؤں کے ساتھ کیا۔

لیکن جو شخص بھی اس سوال کا محتاط اور غیر جانبدارانہ جائزہ لے وہ لازماً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ متیریا کی حیثیت پر پورا اُترنے والی شخصیت پیغمبر محمد صلعم کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی۔

قرآن حکیم نے بار بار حضرت محمد صلعم کو "رحمتہ العالمین" کے نام سے پکارا ہے۔ جس طرح کہ میں نے پہلے عرض کیا، لفظ متیر یا کا صحیح ترین ترجمہ ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (قرآن ۱۰۷:۲۱)

(ترجمہ:۔ اے محمدؐ، ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

حدیث شریف میں ہے "میں بددعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں، بلکہ خدا کی طرف سے دعوت دینے والے کے طور پر اور رحمت کے طور پر بھیجا گیا ہوں"

اگر کوئی قاری مزید تفصیلات حاصل کرنا چاہے تو وہ بھارت میں مطبوعہ اے وددیارتھی اور "یو" علی کی تصنیف "محمد اِن پیرس، ہندو اینڈ بدھسٹ سکرپچرز"
MUHAMMAD IN PARIS, HINDU AND BUDIST SCRIPTURES
میں دیکھ سکتا ہے۔

ہندو مذہبی تحریروں میں بشارتیں

ہندوؤں کی کتب متبرکہ میں بھی حضور سرور کائناتؐ کے بارے میں بہت سی پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند پرانوں میں ملتی ہیں۔ بھوِیش پران میں موجود پیشینگوئی سب سے زیادہ صاف ہے۔ بائیں سے دائیں پانچواں لفظ ہمارے ہی پیغمبر کا نام ہے۔ اس میں حتیٰ کہ ہمارے پیغمبرؐ کے ملک کا نام بھی آتا ہے: "ماروتھل نواسنان"

یعنی ریگستان کا باشندہ (عرب کے ملک کا باسی)۔ ہندوؤں کے ایک مذہبی فرقے آریہ سماج نے اس پران کے مستند ہونے پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس پران میں حضور اکرمؐ کے متعلق اشارہ پایا جاتا ہے۔ تاہم ہندوؤں کا ایک بڑا طبقہ اور سناتا نسٹ تحریک سے تعلق رکھنے والے پنڈت اس پران کو نہایت مستند مانتے ہیں۔

مذکورہ پیشینگوئی اس طرح ہے:۔

ترجمہ:۔ "تب اس وقت ایک ناخواندہ آدمی، جس کا لقب "سکھانے والا" اور نام محمدؐ تھا، اپنے ساتھیوں سمیت آ پہنچا۔ راجہ (راجہ بھوج اپنے خواب میں) نے اس عظیم دیوتا، عرب کے باشندہ کے سامنے گنگا کے پاکیزہ پانی اور گائے کی پانچ چیزوں کے ساتھ صندل کی لکڑی اور ہدیۂ عبادت پیش کیا:۔ اے باشندہ عرب اور مقدس لوگوں کے سردار میری پرستش تیرے لئے ہے۔ اے وہ کہ جس کو دنیا کے تمام شیاطین تباہ کرنے کے طریقے اور اختیارات تفویض ہوئے ہیں، ان پڑھوں میں سب سے باعصمت، اے معصوم، سچائی کی روح اور حکمران مطلق، میری پرستش اور اطاعت سب تیرے لئے ہے، مجھے اپنے قدموں پر قبول کر!"
(بھوِیش پران:۔ ۸-۵/۳-۳-۳)

اور اسی طرح:۔

ترجمہ:۔ "لوگو، یہ بات خوب دھیان سے سنو! قابل تعریف انسان (محمدؐ) لوگوں کے درمیان پیدا کیا جائے گا۔ ہم کو چاہیئے کہ ہجرت کرنے والوں کو چھ ہزار اور نوے دشمنوں سے بچانے کے لئے، جن کی سواری میں بیس اونٹ اور سانڈنیاں ہوں گی اور جن کی شان آسمان کو سرنگوں کرتی ہو گی، اپنی پناہ میں لیں۔

اس نے مہارشی کو سیکڑوں اشرفیاں، دس حلقے، تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں۔" (اتھروید، کند۔ ۲۰، شکنتلا ۱۲۷، منتر ۳-۱)

پارسی مذہبی تحریروں میں پیشینگوئی

پارسیت، دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے، شاید اتنا ہی قدیم (یا بلکہ زیادہ قدیم) جتنا کہ ہندومت۔ اس مذہب کی متبرک تحریروں کے دو مجموعے ہیں:۔ دساتر اور زندا وستا جنہیں پارسی مذہب، کا بالترتیب عہدنامہ قدیم اور عہدنامہ جدید سمجھنا چاہیئے۔ دساتر کے چودھویں حصے میں جو ساسان اول کے نام سے متعلق ہے، نہ صرف اسلامی عقائد اور تعلیمات کی تائید ملتی ہے بلکہ حضرت محمدؐ کے ظہور کے متعلق ایک واضح پیشینگوئی بھی پائی جاتی ہے:۔

ترجمہ:۔ "جب اہل فارس بداخلاقی اور بدکرداری کی انتہائی سطح پر جا پہنچیں گے، تب ملک عرب میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کے پیروکار ان کے تخت وتاج، مذہب اور ہر چیز کو ملا کر رکھ دیں گے۔ فارس کے طاقتور سرکش، زیر نگیں ہو جائیں گے، عبادت کدے (خانہ کعبہ) کو بتوں سے پاک صاف کر دیا جائے گا اور لوگ اس کی طرف منہ کر کے اپنی نمازیں پڑھیں گے۔ وہ مدائن اور اس کے اردگرد کے آتش کدوں پر قابض ہو جائیں گے اور طوس، بلخ اور دیگر اہم مقامات کو فتح کر لیں گے۔ عوام الناس میں بے چینی پیدا ہو جائے گی۔ ایران کے علماء فضلاء اور دوسرے لوگ اس کے پیروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے۔"

یہ پیشینگوئی ایسی کتاب میں درج ہے جو ہمیشہ سے پارسیوں کے قبضے میں رہی ہے اور اس کے الفاظ دو مختلف تعبیروں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ آنے والا شخص ایک عرب ہو گا۔ اہل فارس اس کے عقیدے کو قبول کر لیں گے۔ آتش کدے مسمار کر دیئے جائیں گے۔ بت اٹھا دیئے جائیں گے۔ لوگ کعبتہ اللہ کی جانب رخ کر کے عبادت کریں گے۔ کیا اس واضح پیشینگوئی کا اطلاق حضرت محمد صلعم کے علاوہ کسی دوسرے شخص پر ممکن نظر آتا ہے؟

وہ مسلمان جو دوسرے مذاہب کا بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر علم رکھتے ہیں، ہندو، پارسی اور بدھ مذہب کی کتابوں میں اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ کے ظہور کے پیشینگوئیاں دیکھ کر تعجب کریں گے، کیونکہ ان مذاہب کے ماننے والے آج بھی اسی طرح گائے، آتش، سورج، مظاہر فطرت اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ہر قوم کے لئے ایک نبی بھیجا گیا تھا اور لہذا ان کے تمام اصل مذہبی صحائف کے پیچھے الوہیت کارفرما تھی۔ یہاں میں اس موضوع پر قرآن پاک کی تین آیات مبارکہ درج کرتا ہوں۔

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ "اور جو بھی امت تھی اس کے پاس ایک عذاب سے خبردار کرنے والا ضرور آیا۔" (قرآن ۔ ۲۴:۳۵)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ

ترجمہ:۔ "اور ہر قوم کے لئے ایک رسول ہوتا ہے" (قرآن ۴۷:۱۰)

وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ

ترجمہ:۔ "اور ہم نے رسول بھیجے جن کا ذکر ہم تم سے پہلے کر چکے ہیں اور دوسرے رسول بھیجے جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔" (قرآن:۔ ۱۶۴:۴)

ایک حدیث کے مطابق، حضرت محمد صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے گئے تھے اور ایک مسلمان کے لئے ان سب کا برابر احترام کرنا اور ان کے درمیان کوئی تمیز نہ کرنا واجب ہے۔

پس اگر ایک طرف پیغمبر اقدس حضرت محمدؐ نے مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے دوسرے تمام انبیاء کی صداقت کی گواہی دی اور اس گواہی کو اسلام میں ایمان کا جزو قرار دیا، دوسری طرف ان انبیاء گذشتہ کے صحیفوں میں ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلعم کی آمد کے بارے میں واضح بشارتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ باہمی شہادت اور تائید جو بذات خود بنی نوع انسان کے لئے شفقت اور رحمت ایزدی کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے، مذہب میں لوگوں کے یقین کو عموماً اور اسلام میں اعتقاد کو خصوصاً مضبوط کرتی ہے۔

حدیث اور حضرت محمد صلعم

حدیث کی مستند کتابوں — صحیح بخاری، شمائل ترمذی، مُسندِ ابن حنبل، صحیح مسلم۔ میں، حضور سرورِ کائنات ؐ کی بعض شاندار قلمی تصاویر پائی جاتی ہیں۔

پیغمبرؐ کا قد و قامت نہ تو بہت لمبا نہ بہت چھوٹا تھا۔ جب وہ اکیلے چلتے تو لوگوں کو معلوم ہوتا کہ وہ چھوٹا قد رکھتے ہیں، جبکہ، جب وہ کسی دوسرے کے ہمراہ چلتے تو دوسرے شخص سے زیادہ بڑے قد کے نظر آتے۔ خود پیغمبرؐ کے اپنے قول کے مطابق بہترین قامت درمیانہ تھا۔

پیغمبر حضرت محمدؐ کے رُخِ انور کی رنگت سفید تھی لیکن نہ تو بہت زیادہ سفید اور نہ زیادہ گندم گوں — خالص سپید رنگ جس میں کسی اور رنگ، زرد یا سُرخ کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔

کچھ راویوں نے آپؐ کے چہرے بشرے کی رنگت نہایت سُرخ بھی بیان کی ہے اور یہ بیان میں یکسانیت قائم رکھنے کے لئے کہا ہے کہ جسم کے وہ حصّے جو ہوا اور دھوپ سے متاثر ہوتے ہیں، یعنی چہرہ، گردن، اور کان سُرخی مائل تھے، جبکہ باقی ماندہ جسم کی رنگت جو کپڑوں میں پوشیدہ رہتا ہے، خالص سپید تھی۔

گیسوئے اطہر گھنگھریالے تھے اور گردن سے نیچے سیدھے نہیں لٹکتے تھے۔ تاہم آپس میں اُلجھے ہوئے بھی نہیں ہوتے تھے۔ کنگھی کرنے کے بعد لہریالے دکھائی دیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ کی زلفیں کندھوں تک آتی تھیں اور اکثر بیانات کے مطابق یہ کانوں کی لوؤں تک پہنچتی تھیں۔ کبھی کبھی مانگ نکال کر زلفوں کو چھوڑ دیتے اور بڑی بڑی دو لٹیں دونوں کانوں پر جھولتی رہتیں۔ کبھی وہ اس طرح کانوں کے اوپر سے کنگھی کرتے کہ گردن مبارک عریاں دیکھی جاسکتی تھی۔ اُنؐ کا چہرہ دوسروں سے زیادہ حسین تھا۔ جو بھی انؐ کے چہرے کو بیان کرتا، ہمیشہ چاند سے تشبیہہ دیتا۔ اور چونکہ اُن کی جلد صاف و شفاف اور گوری تھی، پیغمبرؐ کی ناراضگی اور خوشی دونوں اُنؐ کے چہرے سے معلوم کی جاسکتی تھیں۔ اور لوگ آپؐ کے متعلق کہتے تھے کہ آپؐ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح کہ آپ کے دوست ابوبکر صدیقؓ نے مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا ہے:۔

چاندنی رات میں جس طرح تاریکی نہیں ہوتی
بالکل اسی طرح مصطفےٰؐ ہے سب کا خیر خواہ، پُر نور!

آپؐ کی پیشانی فراخ اور بھویں نازک اور لمبی تھیں، ابروؤں کے درمیان روپہلی چمک دمک ہوتی تھی۔ چشمانِ مبارک بڑی کشادہ، گہری اور سیاہ تھیں، اور چند سُرخ ڈورے بھی تھے۔ پلکیں لانبی اور اس قدر گھنی تھیں کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بس آپس میں ملا ہی چاہتی ہیں۔ آپؐ کی بینی نہایت متناسب، اور دانتوں میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ اور چمک تھی۔ آپؐ کے لب خوبصورت اور پُرکشش تھے۔ رُخسار مبارک نرم و نازک نہیں بلکہ سڈول تھے۔ چہرہ نہ تو لمبا اور نہ گول بلکہ قدرے بیضوی تھا۔ داڑھی گھنی اور مونچھ کتراتے تھے۔ آپؐ کی گردن دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حسین تھی، یہ نہ تو لمبی تھی اور نہ کوتاہ۔ اس کا جو حصّہ ہوا اور دھوپ میں نکھرا رہتا وہ کسی خوبصورت سیمیں صراحی کی طرح لگتا جس پر سونے کا پانی پھیرا گیا ہو — رُخِ انور موڑتے وقت آپؐ تمام جسم کو بھی موڑ لیتے تھے۔ آپؐ کا سینہ مبارک فراخ تھا اور اس کا کوئی حصّہ باقی جسم سے زیادہ نمایاں، معلوم نہیں ہوتا تھا۔ سینے کی سطح ہموار، صاف اور برابر تھی۔ پیٹ اور سینے پر ناف تک بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھے۔ آپؐ کے دونوں شانے چوڑے اور ان پر گھنے بال اُگے ہوئے تھے۔ آپؐ کے کندھے، گھٹنے اور بغل خوب پُر گوشت تھے۔ آپؐ کی پیٹھ فراخ تھی اور دائیں شانے کی تختی پر مُہر کی قسم کا ایک نشان تھا اور اُس نشان میں ایک سیاہ تل تھا جو قدرے زردی مائل تھا اور اُس کے گرد کچھ سیاہ بال اُگے ہوئے تھے۔ آپؐ کے ہاتھ اور بازو دونوں پُر گوشت تھے۔ کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں چوڑے اور گُٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کی اُنگلیاں ایسے تھیں جیسے چاندی کی پوریں۔ آپؐ کی ہتھیلیاں مخمل کی طرح نرم و گداز تھیں اور اُن سے خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ آپؐ کی رانیں اور پنڈلیاں پُر گوشت تھیں۔ آپؐ کا جسم متناسب انداز میں بھرا بھرا سا تھا لیکن بڑھاپے کی عمر تک اس کی مضبوطی اور توانائی برقرار رہی گویا نئے سرے سے وجود میں آیا ہو۔ چال میں استقلال اور قدم مضبوط پڑتے تھے۔ چلتے ہوئے آپؐ کا جسم قدرے آگے کی طرف جھکتا اور آپؐ ناپ ناپ کر قدم اُٹھاتے۔

آپؐ کا چہرہ نرم اور سوچتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آپؐ کی ہنسی ایک مسکراہٹ سے آگے کبھی نہ بڑھتی۔ اپنی عادات میں وہ نہایت سادگی پسند تھے اگرچہ اپنے بدن کی وہ بڑی حفاظت فرماتے۔ آپؐ کا کھانا، پینا، لباس اور فرنیچر آپؐ کے عروج کے زمانے میں بھی بالکل پہلے دن کی طرح سادہ رہا۔ سب سے زیادہ آپؐ کو اپنے ہتھیاروں کی حفاظت کا خیال رہتا، جنہیں آپؐ بے حد اہمیت دیتے۔ ان کے علاوہ آپؐ کو پیلے جوتوں کے ایک جوڑے کا بھی خیال رہتا جسے نجاشی بادشاہ حبشہ نے آپؐ کو بطور تحفہ بھیجا تھا۔ خوشبوؤں سے آپؐ کو بہت زیادہ رغبت تھی کیونکہ آپؐ ایک حساس قوّت شامہ کے مالک تھے۔ شراب وغیرہ سے آپؐ کو نفرت تھی۔

آپؐ قدرت کی طرف سے تخیّل کی عظیم الشان قوّت، ذہنی بلندی، نفاست اور نزاکت احساس کے مالک تھے:۔ " نقاب میں پوشیدہ کنواری دوشیزہ سے بھی وہ زیادہ باحیا ہیں "۔ — آپؐ کے متعلق کہا جاتا تھا — وہ اپنے سے کم رتبہ لوگوں سے خوب گُھل مل جاتے اور اپنے خادم کی کسی غلطی پر باز پرس نہ کرتے۔ حضرت انسؓ، آپؐ کے خادم کا آپؐ کے متعلق کہنا تھا:۔ " میں دس برس حضورؐ کی خدمت میں رہا لیکن آپؐ نے کبھی مجھے "تف" تک نہ کہا۔" آپؐ اپنے کنبے کے ساتھ بہت شفیق تھے۔ آپؐ کا ایک لڑکا ایک لوہار کی بیوی (جو دایہ گری کرتی تھی) کے گھر اس حال میں فوت ہوا کہ اُسے آپؐ نے اپنے بازوؤں میں اٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ کو بچوں سے بہت محبت تھی، راہ میں چلتے ہوئے آپؐ انہیں ٹھہرا کر اُن کو پیار سے تھپکی دیتے۔ زندگی بھر آپؐ نے کسی شخص کو نہ پیٹا۔ اپنی گفتگو میں کسی کے بارے میں سخت ترین الفاظ آپؐ نے مندرجہ ذیل استعمال کئے:۔

" اُسے کیا ہو گیا ہے؟ اُس کی پیشانی کیچڑ آلود ہو!" — ایک دفعہ لوگوں نے آپؐ سے کسی کو بد دعا دینے کی درخواست کی تو فرمایا:۔ " میں عذاب مانگنے کے لئے نہیں بلکہ رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔" آپؐ بیمار کی عیادت کو جاتے، ہر جنازے میں شرکت کرتے، کھانے کی ہر دعوت قبول کر لیتے، خواہ وہ غلام کی طرف سے کیوں نہ ہو، اپنے جوتوں کی مرمّت خود کر لیتے، بکریوں کے تھنوں سے دودھ نکالتے، اور اپنے سب کام کاج خود انجام دیتے — مصافحہ کرتے وقت آپؐ کبھی اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ سے پہلے علیٰحدہ نہ کرتے اور جب تک دوسرا شخص چل نہ پڑتا آپؐ پہلے قدم نہ بڑھاتے۔

آپؐ بیکسوں اور بے نواؤں کا پوری وفاداری کے ساتھ ساتھ دیتے، گفتگو میں انتہائی شیریں سخن اور نرم تھے۔ جو شخص آپؐ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔ جو آپؐ سے ملتا آپؐ سے فوراً محبت کرنے لگتا۔ کہنے والے آپؐ کے متعلق کہتے:۔ " میں نے آپؐ جیسا پہلے نہیں دیکھا تھا۔" آپؐ زیادہ تر خاموشی کو ترجیح دیتے لیکن جب بولتے تو ہر بات اس طرح زور دے کر خوب سوچ کر کہتے کہ جو بھی سنتا اُسے کبھی نہ بھولتا۔

آپؐ اپنے بارے میں کہا کرتے کہ وہ دوسروں سے زیادہ حضرت آدمؑ کی مانند ہیں جبکہ اخلاق و آداب اور طبیعت میں اپنے باپ ابراہیمؑ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

آپؐ نے فراخدلی کے ساتھ قریش کو ان تمام ظلم و ستم اور زیادتیوں کے باوجود معاف کر دیا جو وہ سالہا سال تک آپؐ پر کرتے آئے تھے اور مکہ کی پوری آبادی کو عام معافی دے دی۔ صرف ان چار ملزموں کو اس عفو عام سے مستثنیٰ قرار دیا گیا جنہیں اسلامی عدالت پہلے ہی قابلِ تعزیر ٹھہرا چکی تھی۔ فوج نے آپؐ کی پیروی کی اور شہر مکہ میں خاموشی

اور امن کے ساتھ داخل ہوئی۔ کسی گھر کو نہ لوٹا گیا، کسی عورت کی بے حرمتی نہ کی گئی۔ صرف ایک چیز تباہی سے ہمکنار ہوئی۔ کعبہ کی سمت جاتے ہوئے، آپؐ تین سو ساٹھ بتوں میں ہر ایک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے عصا سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے:۔ "سچ آگیا ہے اور باطل بھاگ نکلا ہے۔" اور ان الفاظ پر آپ کے ساتھی انہیں زمین بوس کرتے جاتے۔ اس طرح مکہ اور نواحِ مکہ کے تمام اصنام اور قبائلی خدا تباہ کر دیئے گئے۔

اس طرح حضور سرورِ کائنات حضرت محمدؐ اپنے آبائی شہر میں داخل ہوئے۔ فتوحات کی ساری تاریخ میں اس سے بڑھ کر فتحمندانہ داخلہ کی اور کوئی مثال موجود نہیں ہے!۔

دوسرا باب

قرآن پاک کی پیشین گوئیاں اور معجزات

اس باب کے مطالعہ سے قبل میں اپنے مسلمان قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ یاد رکھیں کہ معجزات کے متعلق میری بحث و تنقید، خاص طور پر ان معجزات کے متعلق جو حضرت عیسیٰؑ سے منسوب ہیں، اناجیل میں و ستیاب مذہب کے میدان میں مافوق الفطرت عنصر کے متعلق مسیحی نظریہ پر مبنی ہے۔ "معجزات" اور مافوق الفطرت مشاہدات ایک انتہائی متنازعہ فیہ موضوع ہے۔ یہ چھوٹی سی کتاب اس موضوع پر تفصیلی بحث کی متحمل نہیں ہو سکتی، لہذا میں صرف اس حد تک اس کے متعلق گفتگو کروں گا جو ضروری ہو گی۔

گذشتہ تمام مذاہب کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی جملہ تعلیمات کا خلاصہ معجزات میں ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بھی دوسرے مذاہب کے ان تصورات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ میں نے اپنے قرآن کے مطالعہ سے یہ بات معلوم کی ہے کہ قرآن صرف ایک معجزہ کا دعویٰ کرتا ہے، اور وہ خود قرآن ہے!

قرآن میں معجزہ کے لئے " آیۃ " کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم ہے:۔ ایک ظاہری نشان یا علامت جس سے کسی چیز کی شناخت کی جائے۔ قرآن میں عام طور پر یہ لفظ ان دو میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے:۔ "نشانی، یا ثبوت" اور خدا کی طرف سے وحی یا پیغام"۔ اپنے پہلے مفہوم میں یہ معجزہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرے مفہوم میں اس کا مطلب پورا قرآن یا قرآن کا کوئی حصہ ہوتا ہے۔ ایک ہی لفظ کا استعمال وحیٔ آسمانی اور اس کے ثبوت کے معنوں میں غور طلب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحیٔ آسمانی بطور خود اپنی صداقت کا سب سے بڑا اور پہلا ثبوت ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کو مسلمان ہمیشہ سے حضرت محمد صلعم کا سب سے بڑا معجزہ سمجھتے آئے ہیں۔ اور فی الحقیقت کسی پیغمبر کو دیا جانے والا یہ عظیم ترین معجزہ ہے کیونکہ اسے اپنی تائید اور تصدیق کے لئے کسی خارجی ثبوت کی حاجت نہیں، بلکہ یہ خود اپنی سچائی کا تمام زمانوں کے لئے، ایک زندہ اور بیّن ثبوت ہے!

عیسائی مصنّفین کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ اگرچہ قرآن پاک میں دیگر انبیاء کے کچھ معجزات کا ذکر ہے، تاہم قرآن حضرت محمدؐ کو دیئے گئے (ما سوائے قرآن کے معجزے کے) کسی معجزے کا اقرار نہیں کرتا۔ یہ صحیح ہے کہ معجزات کے متعلق قرآنی نظریہ عیسائی نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ عیسائیت میں معجزہ سب کچھ ہے۔ نہ صرف یہ کہ معجزہ وہاں دلیل کی جگہ لے لیتا ہے بلکہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہی ایک مبیّنہ معجزے پر مبنی ہے۔ کیونکہ یسوع مسیحؑ کا مُردوں میں سے زندہ ہو کر اُٹھنا کیا معجزہ نہیں ہے؟ ہاں، اگر یسوعؑ مُردوں سے نہ اُٹھتے تو جس ستون کے سہارے عیسائیت کا پورا ڈھانچہ کھڑا ہے وہ زمین بوس ہو جاتا ہے اور یہی کچھ آج مغربی دنیا میں ہو رہا ہے۔ یورپی دانشوروں کی کثیر تعداد مذہب میں "مافوق الفطرت" کو منظور کرنے سے انکار کر رہی ہے اور اسی باعث وہ عیسائیت کو رد کر رہے ہیں۔ پس چونکہ عیسائیت کا مرکزی عقیدہ ایک معجزہ ہے، لہذا یہ امر تعجب خیز نہیں کہ اناجیل میں معجزات نہ صرف دلیل و برہان کی جگہ لے لیتے ہیں بلکہ مذہبی فرائض، اخلاقی تعلیمات اور روحانی بیداری کے قائمقام بھی ٹھہرتے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کیا جاتا ہے، ہزاروں مریض صحت یاب ہوتے ہیں، اندھوں کی بصارت بحال کی جاتی ہے، لُولوں لنگڑوں کو ٹھیک کر دیا جاتا ہے، بہروں کی شنوائی بحال کر دی جاتی ہے، پانی کو شراب میں بدل دیا جاتا ہے، شیاطین کو نکال دیا جاتا ہے اور بہت سے مافوق الفطرت کارنامے انجام پذیر ہوتے ہیں۔

اگرچہ اناجیل میں معجزات پر اس قدر زور دیا جاتا ہے، لیکن دلیل کی ساری قوت (اگر کوئی دلیل ممکن ہے؟) دو واضح حقائق کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان سے ملتے جلتے معجزے، بقول اناجیل، یسوع مسیح، حضرت عیسیٰؑ کے مخالفین بھی سر انجام دیتے تھے، کیونکہ ایک جگہ وہ خود فرماتے ہیں:۔ "اور اگر میں نے بعلزبول کے ساتھ شیاطین کو نکال باہر کیا تھا، تو تمہارے بچے کس کے ساتھ انہیں باہر نکالتے ہیں؟" (متی ۲۷ : ۱۲، لوقا ۱۹ : ۱۱) اس سے ظاہر ہے کہ فیریسیس کے حواری بھی وہی معجزے سر انجام دے سکتے تھے جو یسوع سے سرزد ہوتے تھے۔ ایک اور جگہ وہ کہتے ہیں:۔ "اس دن بہت سے لوگ مجھے کہیں گے، خداوند! کیا ہم نے تیرے نام پر پیشین گوئیاں نہیں کیں؟ اور تیرے نام پر شیاطین کو نہیں مار بھگایا؟ اور تیرے نام پر بہت سے محیّر العقول کام نہیں کئے؟" (متی ۲۲ : ۷) حتیٰ کہ جھوٹے مسیح بھی وہی معجزے پیدا کر سکتے تھے جو حضرت عیسیٰؑ سے ظاہر ہوتے تھے:۔ "اور اس لئے کہ یہاں جھوٹے عیسیٰ اور جھوٹے نبی پیدا ہوں گے اور وہ بڑے شعبدے اور نشانیاں دکھائیں گے" (متی ۲۴ : ۲۴) اور ثانیاً ان دنوں کا ایک صحت یاب کرنے والا تالاب تھا:۔ "اب یروشلم میں بھیڑوں کی منڈی کے پاس ایک تالاب ہے، جسے عبرانی زبان میں لوگ "بیت حسدا" کہتے ہیں، اس کے پانچ بر آمدے ہیں ———— ان میں سے ہر ایک برآمدے کے نیچے نامردوں، اندھوں، لنگڑوں لُولوں اور ناکارہ لوگوں کے بے شمار گروہ، پانی کے متحرک ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ کیونکہ ایک خاص وقت میں ایک فرشتہ آ کر تالاب میں اُترتا ہے اور پانی ہلتا ہے، اس وقت جو شخص سب سے پہلے تالاب کے پانی میں داخل ہو جائے اپنی مرض سے مکمل طور پر شفا حاصل کر لیتا ہے۔" (یوحنا ۴۲ : ۵) اگر اُن دنوں معجزے اتنے ہی سستے اور آسان تھے کہ فیریسیس کے حواری اور گناہ گار اور کاذب مسیح بھی وہی معجزے انجام دے سکتے تھے جنہیں "خدا کا بیٹا" انجام دے رہا تھا، اگر وہاں ایسا کوئی معجزہ نما تالاب موجود تھا تو پھر یہ سارے معجزات کسی ممکنہ آسمانی اساس کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

ایک اور امر بھی اناجیلی معجزات کے ثبوت کو بے حقیقت بناتا ہے۔ ایک نبی کی زندگی میں کسی معجزاتی کارنامہ کا مقصد اُس نبی کی اُمت کو اُس کے پیغام کی سچائی کا یقین دلانا اور ایک عام ذہن کو اُس نبی کی پشت پر کسی مافوق البشری قوّت کی موجودگی کے متعلق قائل کرنا ہوتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے: فرض کرو کہ یسوعؑ نے وہ تمام معجزات انجام دیئے جن کا تذکرہ اناجیل میں ملتا ہے، پھر ان معجزات سے نتیجہ کیا برآمد ہوا؟ یقیناً اگر ایسے حیرت انگیز کارنامے سرزد ہوئے تھے تو عوام الناس کو کسی تذبذب کے بغیر اُس کے پیچھے چلنا چاہیئے تھا۔ لیکن اناجیل ہمیں بتاتی ہیں کہ اگرچہ بیماروں کے ٹولے ان کے پیچھے چلتے تھے اور انہیں صحت یاب کر دیا جاتا تھا، اور اگرچہ شفا سے پہلے ایمان لانا ایک ضروری شرط تھا لیکن اس کے باوجود یسوع کے بہت زیادہ پیروکار کبھی نہ تھے۔ ان کے

پیروکار محدود تھے، اور شاید پانچ سو سے زیادہ نہیں تھے۔ اس کے اپنے حواریوں کی زندگی بھر بھی ان معجزات کا کوئی خاص یا نمایاں اثر نہیں پڑا۔ بارہ حواری جو منتخب شمار ہوتے تھے، ان میں سے ایک سرکش ہو گیا، دوسرے نے یسوع کو بُرا بھلا کہا اور باقی سب اپنے آقا کو مصیبت میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ لہٰذا، اگر یسوع نے، بقول اناجیل، معجزات دکھائے بھی تو اُن سے وہ مقصد کبھی پورا نہ ہو سکا جس کے لئے معجزاتی قوت ایک نبی کو عطا کی جاتی ہے۔

عیسائی اناجیل سے جو تاثر عام طور پر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مُصلح کے پیش نظر بڑا مقصد ذہنِ انسانی میں خدا کے اندر ایمان اور اعتقاد پیدا کر کے انقلاب برپا کرنا نہیں ہوتا اور یہ کہ سچائی پر ذہن کو لانے کے لئے عقل کو متاثر کرنے اور دلیل دینے کی بجائے ذہن کو معجزے سے مرعوب کر دیا جاتا ہے

حضرت موسیٰؑ کے پیروکاروں میں بھی اُن کے تمام تر معجزات کے باوجود اپنے نجات دہندہ کے لئے زیادہ بڑا احترام نہ تھا۔ ارضِ موعود کی طرف جاتے ہوئے ان لوگوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ قرآن کی شہادت کے مطابق یہ لوگ حضرت موسیٰ سے کہنے لگے :-

قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا ۖ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝

ترجمہ :- "اے موسیٰ، ہم تو وہاں ہرگز نہ جائیں گے، جب تک وہ (مخالف قبیلہ) وہاں موجود ہیں، سو آپ جائیے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" (قرآن ۲۴ : ۵)

حضرت محمدؐ کے ساتھیوں کا آپ کے ساتھ اس قسم کے کسی طرزِ عمل کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

احد کی لڑائی میں، دشمن کے بے پناہ دباؤ کے باعث آپؐ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ آپؐ اسّی زخم کھا چکے تھے، چہرہ مبارک خون میں نہا چکا تھا اور آپ کی زندگی بھی خطرے میں تھی۔ لیکن آپ کے ساتھیوں کا آپ سے فقید المثال عشق آپ کے لئے سینہ سپر ہو گیا۔ آپ گڑھے میں گرے ہوئے تھے اور دشمن اگر آپ کو ڈھونڈ لیتے تو شہید کر ڈالتے۔ چنانچہ آپ کو بچانے کی واحد صورت یہ تھی کہ آپ کے ساتھی آپ کے گرد زندہ دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کے صحابی گڑھے کے گرد دائرے میں کھڑے ہو گئے اور اپنا رُخ دشمن کے تیروں کی طرف کر لیا جو اس انسانی دیوار پر بارش کی طرح برستے تھے لیکن آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچتی تھی۔ اس انسانی دیوار میں ایک شخص زخموں سے چُور ہو کر گرتا تو دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا۔ اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ محبت کے اظہار میں عورتیں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔ چنانچہ اُمِ نصیبہ نے اپنی تلوار باہر نکالی اور اُمِ سلمہ اور عائشہ اور دوسریوں نے اُس کی مثال کی پیروی کی۔ یہ سب دشمن پر ٹوٹ پڑیں اور نازک وقت میں صورتِ حال کو سنبھالنے میں مدد کی۔ آنحضرتؐ کے ساتھی مندرجہ ذیل جنگی نعرہ لگایا کرتے تھے :- "ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ کے ساتھ زندگی بھر اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے پیمان باندھا ہوا ہے" امتحان کے کئی مواقع آئے اور وہ ہر موقعہ پر اپنے عہد کے سچے ثابت ہوئے اور ہر ایسا موقع معلّم اور متعلم دونوں کے لئے نیک نامی اور شہرت کا باعث بنا۔

معجزہ کے بارے میں قرآنی نظریہ بالکل مختلف ہے۔ یہاں پیغمبر کے سامنے بڑا مقصد روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انسان کے سوچنے اور فکر کرنے کی صلاحیت اور اس کے دل کے آگے ایک دعوت پیش کی جاتی ہے تاکہ وہ قائل ہو جائے کہ آسمانی پیغام جو نبی پر اترا ہے وہ اُس کی اپنی بہبودی اور فلاح کے لئے ہے۔ تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کس طرح سچائی کو منظور کر کے ماضی میں انسان نے ہمیشہ نفع اٹھایا ہے اور اسے رد کر کے اُس نے تباہی و بربادی مول لی ہے۔ آسمانی نظام میں معجزہ کا اپنا ایک مقام ہے : ایک عظیم اور انسانی قوت سے بالا چیز جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر مرتبہ انسان پر واضح کرے کہ سچائی کے عظیم سندیسے کے پیچھے ایک ما فوق البشری قوت، آسمانی اور الوہی قوت، کارفرما ہے پس قرآن پاک اس امر کو واضح کرتا ہے کہ تبدیلی پیدا کرنا ہی پیغمبروں کے آنے کا اصل نصب العین ہوتا ہے، یہ نصب العین مختلف ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے، جن میں سے ہر ذریعہ بذاتِ خود ایک ثانوی اہمیت رکھتا ہے اور یہ کہ پیغمبر کی پیش کردہ سچائی کی ان تمام شہادتوں میں معجزے کا مقام سب سے بلند نہیں ہے۔

پس یہی وجہ ہے کہ جبکہ قرآن میں دلائل کا انبار موجود ہے، اور یہ انسانی فطرت اور فہم کو دعوت پیش کرتا ہے۔ اور بار بار اقوام گذشتہ کی تاریخوں کا حوالہ دیتا ہے، معجزوں کا ذکر اس میں بہت کم ہے۔ لیکن پھر بھی اِن کا انکار نہیں کیا جاتا :-

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ :- "اور انہوں نے اپنے مضبوط ترین حلف کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی پہنچی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ جب وہ (نشانیاں) ظاہر بھی ہوں تو یہ ایمان نہ لائیں گے؟" (قرآن - ۱۰۹ : ۶)

یہ الفاظ کہ :- "نشانیاں اللہ کے پاس ہیں" ظاہر کرتے ہیں کہ ثبوت کے طور پر غیر معمولی علامات ظاہر کی جائیں گی، چند ایسے ناقدین بھی ہیں جو اس آیت میں نشانیوں کا انکار دیکھتے ہیں کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ "نشانیاں اللہ کے پاس ہیں"— یہ صحیح ہے کہ قرآن پاک حضرت محمدؐ کو ایک "شعبدہ گر" کے طور پر، جس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کو اناجیل میں دکھایا گیا ہے، پیش نہیں کرتا۔ نشانیاں ظاہر کی گئیں، لیکن پیغمبر صلعم کی کسی اچانک خواہش یا مخالفین کے مطالبہ پر نہیں بلکہ اس وقت جب خدا نے اپنی مطلق دانائی میں انہیں ظاہر کرنا موزوں سمجھا، یہی وجہ ہے کہ جب بھی لوگوں نے آپؐ کی صداقت کا کوئی غیر معمولی ثبوت طلب کیا، آپؐ نے ہمیشہ جواب دیا کہ یہ ثبوت اس وقت ظاہر ہو گا جب اللہ کی منشاء ہو گی۔

نشانیاں دکھلانے کے متعلق ایک اور قرآنی آیت، جسے اکثر غلط معنی پہنائے گئے ہیں، مندرجہ ذیل ہے :-

وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝

ترجمہ :- "اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یوں باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو [illegible] دیا تو انہوں نے اس پر ظلم کیا، اور ایسی نشانیاں ہم فقط خوف دلانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔" (قرآن: ۵۹ : ۱۷)

ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں بنتا کہ چونکہ اگلے زمانے کے لوگوں نے نشانیوں کو جھٹلایا تھا [illegible] کوئی نشانی نہیں بھیجے گا۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ اپنا پیغام (وحی) بھی بھیجنا بند کر دیتا کیونکہ پچھلے لوگوں نے اسے بھی جھٹلایا تھا۔ اس لئے بھی کہ لفظ "آیہ" کا مطلب چونکہ "نشانی" اور "پیغام" دونوں بن سکتا ہے، جھٹلانے کی دلیل بھی دونوں پر برابر

منطبق ہو سکتی ہے۔ لفظ کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ اگر کوئی چیز خدا کے لئے نیا پیام یا نشانی بھیجنے میں رکاوٹ بن سکتی تھی تو یہ چیز گذشتہ نسلوں کے ہاتھوں ایسی نشانیوں کی تکذیب بنتی۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔ خدا کی ذات تمام نسلوں کے لئے برابر رحیم رہی ہے اور گذشتہ نسلوں کے ہاتھوں تکذیب، آنے والی نسلوں کو آسمانی رہبری اور نشانیوں سے محروم کرنے کی وجہ نہیں بن سکتی تھی۔

جس طرح کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے، اسلام کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔ اور یہ کوئی مسلمانوں کی بعد از واقعہ سوچی ہوئی بات نہیں بلکہ کتاب مقدس اپنے معجزے کی خود مدعی ہے اور تمام دنیا کو چیلنج کرتی ہے کہ وہ ایسی کوئی تحریر پیدا کر کے دکھائیں:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝

ترجمہ: تم اعلان کر دو کہ اگر تمام آدمی اور جن اتفاق کر لیں اور اس قرآن کی مانند (کوئی کتاب) لے آئیں تو وہ اس جیسی (کتاب) نہ لا سکیں گے خواہ ان میں سے بعض دوسروں کی امداد بھی کریں۔" (قرآن ۸۸ : ۱۷)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ "کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو اس (نبیؐ) نے اپنے طور وضع کر لیا ہے۔ تم (ان سے) کہہ دو کہ اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو پھر خدا کے سوا اپنے سب (مددگاروں) کو بلا لو اور ایسی دس صورتیں گھڑ کرلے آؤ۔" (قرآن ۱۳ : ۱۱)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ تم کہو کہ اس جیسی ایک سورۃ لاؤ اور خدا کے سوا جن کو بلا سکتے ہو (مدد کے لئے) بلا لو، اگر تم سچے ہو" (قرآن ۳۸ : ۱۰)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ اگر تمہیں اس میں، جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا، کچھ شک ہو تو ایسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو!" (قرآن ۲۳ : ۲)

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ہم فرشتوں کو سچائی کے سوا نہیں اتارتے، اور پھر وہ تاخیر نہیں کرتے۔ بے شک ہم نے ہی یہ (قرآن) اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی نگہداشت کرنے والے ہیں۔" (قرآن ۹-۸ : ۱۵)

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

ترجمہ:۔ "بلکہ وہ تو کمال شرف والا قرآن ہے، لوحِ محفوظ کے اندر" (قرآن ۲۲ - ۲۱ : ۸۵)

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ "بے شک یہ عزت والا قرآن ہے، ایسی کتاب کے اندر محفوظ بنا دیا گیا ہے، پاک صاف ہوئے بغیر اسے نہیں چھوا جا سکتا۔ اسے جہانوں کے مالک خدا نے اتارا ہے۔" (قرآن ۸۰ - ۷۷ : ۵۶)

اور اگر دعویٰ اتنا زبردست ہو تو ثبوت بھی کم نہیں ہو سکتا۔ بطور شہادت میں حال ہی کے چند غیر مسلم مصنفین سے چند حوالے یہاں درج کرتا ہوں:۔

"یہ واحد معجزہ تھا جس کا محمدؐ نے دعویٰ کیا۔ اسے وہ "اپنا مستقل اور زندہ معجزہ" کہتے تھے اور درحقیقت یہ ہے بھی ایک معجزہ!" (محمد اینڈ محمڈن ازم۔ بوسورتھ سمتھ)

•

"جہاں تک قائل کرنے کی طاقت، فصاحت و بلاغت اور بلکہ ترکیب الفاظ کا تعلق ہے، قرآن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا" (نیو ریسرچز۔ ہارٹوگ ہرشفیلڈ)

"آج تک کوئی قوم اس قدر جلد تہذیب و تمدن کی مالک نہیں بن سکی جس طرح کہ اسلام کے ذریعے عرب" (نیو ریسرچز۔ ہارٹوگ ہرشفیلڈ)

•

"دنیا میں اتنی غیر متحد اور افتراق کا شکار قوم اور کوئی مشکل سے ملے گی، کہ اچانک معجزہ برپا ہوا۔ ایک شخص اٹھا جس نے اپنی شخصیت اور دعوائے پیغامبری کے ذریعے ناممکن کو ممکن کر دکھایا — یعنی آپس میں برسرپیکار قبائل کو اتفاق کی لڑی میں پرو دیا۔" (اِنس اینڈ آؤٹس آف میسوپوٹیمیا)

•

"یہ بات تعجب خیز نہیں کہ آج تک کوئی عرب مصنف ایسی چیز تخلیق نہیں کر سکا جو خوبی میں قرآن کا مقابلہ کر سکے۔" (انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن۔ ای۔ ایچ پامر)

•

"اچھا، اگر قرآن اس کی اپنی تخلیق ہوتی تو دیگر افراد اس کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ انہیں چاہیئے تھا کہ ایسی دس آیتیں تو بنا کے لاتے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکے (ظاہر ہے کہ وہ نہیں کر سکتے تھے) تو پھر انہیں چاہیئے کہ قرآن کو ایک عظیم اور مثبت معجزہ مان لیں۔"

(محمڈن ازم — ایچ۔ اے۔ آر۔ گب)

•

"یہ (قرآن) لفظ بلفظ آسمانی وحی ہے، جو جبرائیل کے ذریعے محمد صلعم پر اتاری گئی، اس کا ہر حرف مکمل ہے۔ یہ ایک زندہ جاوید معجزہ ہے جو خود اپنی اور خدا کے پیغمبر حضرت محمدؐ کی گواہی دے رہا ہے۔" "اس کا اعجاز کچھ تو اس کے اسلوب میں پنہاں ہے جو اس قدر مکمل اور عظیم الشان ہے کہ نہ انسان اور نہ جن اس کی کسی مختصر ترین سورت کا جواب لا سکے۔ اور کچھ اس کی تعلیمات، مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیوں اور حیرت انگیز طور پر صحیح معلومات میں پوشیدہ ہے جنہیں حضرت محمدؐ جیسا ایک اُمّی اپنے طور پر کبھی جمع نہیں کر سکتا تھا۔" (ٹوورڈز انڈرسٹینڈنگ اسلام۔ ہیری گیلارڈ ڈورمن)

•

"اور وہ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں لائیں گے، لیکن ہم تمہارے پاس

لائے ہیں جو سچی اور اہمیت میں سب سے بڑھ کر ہے۔" (قرآن - ۴۳ : ۲۵)

"میں ہوں اللہ، جو سب کچھ دیکھنے والا ہوں - یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کو، اُن کے رب کے حکم سے، اندھیرے سے اُجالے، عزت اور خوبیوں والے (خدا) کے راستے کی طرف لے جاؤ۔" (قرآن ۱ : ۱۴)

"سچی بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی سمجھدار مصنف مجھے ایسا دکھائی نہیں دیتا جو القرآن کی شانِ اسلوب پر کوئی سوال اُٹھائے، کیونکہ اسے عام طور پر عربی زبان اور فصاحت کا معیار گردانا جاتا ہے۔"

(رائز اینڈ پروگریس آف محمڈن ازم - ڈاکٹر ہنری سٹوب)

"پس قرآن میں کسی قسم کے بیہودہ یا نیک نیتی پر مبنی مبالغہ اور اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں - یہی بات اسے ازمنہ قدیم کی دوسری تمام اہم مذہبی کتابوں سے ممیّز کرتی ہے ...... یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک ناخواندہ شخص نے عربی زبان میں ایسی بہترین کتاب مرتّب کی ہو۔" (محمڈن ازم - بسنت کمار بوس)

"یہ دنیا کی کسی بھی دوسری کتاب کی نسبت زیادہ پڑھی جاتی ہے - عیسائی بائبل سب سے زیادہ بکنے والی کتاب ہو سکتی ہے لیکن پچیس کروڑ پیروانِ محمدؐ سنِ شعور سے اپنی زندگی کے ہر دن میں روزانہ پانچ دفعہ اس کتاب کے طویل باب پڑھتے اور دُہراتے ہیں۔" (دی فینتھس مین لو بائی - چارلس پاٹر)

(مسلمان آبادی کا یہ اندازہ غلط ہے - اس وقت مسلم آبادی ستر کروڑ سے اوپر ہے)

"قرآن غالباً دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے" یقیناً سب سے زیادہ حفظ کی جانے والی اور اس پر اعتقاد رکھنے والے لوگوں کی روزمرہ زندگی میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی کتاب بھی ہے - طوالت میں عہد نامہ جدید سے چھوٹی، مزیّن اسلوب میں لکھی ہوئی، یہ نہ تو شاعری ہے اور نہ سیدھی سادی نثر، اس کے باوجود اس میں سامعین کے جذبۂ ایمان کو گرمانے کی خوبی موجود ہے۔"

"قرآن حضرت محمدؐ پر مکہ اور مدینہ میں ۶۱۰ سے ۶۳۲ ہجری کے درمیان نازل ہوتا رہا - نوشت و خواند کا علم رکھنے والے صحابی اسے کاغذ کے پُرزوں، لکڑی کی چھال، اور جانوروں کے شانے کی ہڈیوں پر لکھتے رہے - ابتدا میں اترنے والی وحی میں خدا کے ایک ہونے، اُن کے رحیم اور رحمان ہونے کی صفات پر خاص زور ہوتا تھا :- " وہ اللہ ہے، تخلیق کرنے والا، بنانے والا، شکل و صورت دینے والا! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُس کی عظمت اور شان کی گواہی دیتا ہے : اور وہ عزت والا اور دانا ہے۔" (اسلام میس انڈرسٹڈ ریجن - جیمز اے چینز)

"ادبی نقطۂ نظر سے، قرآن، آدھی نثر اور آدھی شاعری میں خالص ترین عربی زبان کا ایک نمونہ سمجھا جاتا ہے - کہتے ہیں کہ بعض حالات میں صرف و نحو کے فاضلوں نے اس میں مستعمل کچھ جملوں اور کلمات سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے اپنے قواعد کو مرتّب کیا ہے - اور اگرچہ اس عظیم تصنیف کے برابر کوئی چیز تخلیق کرنے کی متعدد کوششیں کی گئی ہیں، لیکن جہاں تک اس کی نزاہتِ تحریر کا تعلق ہے ابھی تک کوئی کامیاب نہیں ہو سکا۔

"مندرجہ بالا سے عیاں ہے کہ قرآن کی حتمی اور مکمل ترتیب محمد (صلعم) کی ذات کے بعد بیس سال کے اندر صورت پذیر ہوئی - اور یہ ترتیب مفسّروں، مترجموں یا انتہا پسندوں کے ہاتھوں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم سے کلیتاً محفوظ، موجودہ دور تک اسی طرح برقرار ہے - افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ دعویٰ عہد نامہ قدیم یا جدید کی تمام کتابوں کے بارے میں نہیں کیا جا سکتا۔" (دی کنسٹرکشن آف بائبل اینڈ ہولی قرآن - آربٹ ناٹ)

اب ہمیں مختصراً یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیسے یہ قرآن جسے ہم اسلام کا سب سے بڑا معجزہ سمجھتے ہیں، اس قوم میں معجزاتی انقلاب لے آیا جنہوں نے اِسے اپنے گلے سے لگایا - یہاں، میں دوبارہ، اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے کچھ غیر مسلم مفکّرین سے اقتباس پیش کرنا پسند کروں گا :-

"پانچویں اور چھٹی صدی میں مہذب دنیا ابتری کے دہانے پر کھڑی تھی - وہ قدیم جذباتی ثقافتیں جن سے تہذیب نے جنم لیا تھا کیونکہ ان سے انسان کے اندر معاشرتی اتحاد اور اپنے حاکموں کے لئے اطاعت کا احساس پیدا ہوا تھا، اب شکست و ریخت کا شکار تھیں اور ابھی تک ان کی جگہ پُر کرنے کے لئے کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی تھی ...

ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وہ عظیم تہذیب جس کی تعمیر میں چار صدیاں صرف ہو گئی تھیں انتشار کے دہانے پر تھی اور انسان ایک بار پھر اس بربریّت کی طرف لوٹ جانے کو تھا جب قبیلہ قبیلے سے، اور فرقہ فرقے سے لڑتا تھا اور قاعدہ و قانون سے کوئی واقف نہ تھا ...... قدیم قبائلی احکام بے اثر ہو چکے تھے .... نئے قوانین اور احکام جنہیں عیسائیت نے جنم دیا تھا، اتحاد اور تنظیم کی بجائے نفاق اور تخریب کا عمل سرانجام دے رہے تھے - یہ ایک المناک دور تھا - تہذیب جس نے ایک عظیم پیڑ کی طرح دنیا پر اپنا سایہ ڈال رکھا تھا اور جس کی شاخوں پر علم، ادب اور آرٹ کے پھل لگا کرتے تھے، اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی اور بس مٹنے ہی والی تھی - اس وقت کون سا ایسا جذباتی کلچر تھا جو ایک بار پھر بنی نوع انسان کو اتفاق و اتحاد کے راستے پر لا کر تہذیب کو فنا کے گھاٹ اُترنے سے بچا لیتا ؟"

یہی مصنّف، عرب کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے :-

"انہی لوگوں کے درمیان وہ شخص پیدا ہوا جس نے آگے چل کر مشرق و جنوب کی معلوم دنیا کو متحد کرنا تھا۔" (ایموشن اینڈ دی بیسس آف سولائزیشن - جے - ایچ ڈینی سن)

"ہمیں قرآن کو مختلف علوم کا سرچشمہ پا کر متعجب نہیں ہونا چاہیئے - زمین و آسمان، انسانی زندگی، مختلف پیشوں اور کاروبار سے متعلق کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر کچھ نہ کچھ روشنی نہ ڈالی گئی ہو - اور اس سے ان تمام لاتعداد تصنیفات کا سلسلہ پیدا ہوا جو قرآن کی مختلف سورتوں کی تفسیر ہیں - اس طرح قرآن ان عظیم مباحث کا ذمہ دار بنا جو بعد میں بالواسطہ طور پر اسلامی دنیا میں علم کی تمام شاخوں کی تیز نشو و نما اور ترقی کا سبب بنے - ان سے نہ صرف یہ کہ عرب متاثر ہوئے بلکہ یہودی فلسفی بھی عربوں کی تقلید میں مذہبی اور مابعد الطبیعاتی مسائل پر متوجہ ہونے لگے - آخر میں، جس طرح کہ عربوں کے علم الکلام نے عیسائی دنیا میں بھی علم کلام کی تحریک کو پروان چڑھایا، اسے دوبارہ زیرِ بحث لانے کی ضرورت نہیں۔

روحانی سرگرمی جو ایک مرتبہ خالص مذہبی حدود میں شروع ہوئی تھی، فقط مذہبی تصوّرات تک محدود نہ رہی - یونانیوں کی حکمت، فلسفہ، نجوم اور طب سے واقفیت، ان علوم کے مزید مطالعہ اور تحقیق کی طرف لے گئی - توصیفی وحی میں محمد (صلعم) بار بار اجرامِ فلکی کی حرکت پر توجہ دلاتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے معجزہ کے طور پر انسان کے لئے مسخّر کر دیا ہے اور اس وجہ سے وہ پرستش کے لائق نہیں ہیں - جس طرح مسلمانوں نے، باقی تمام اقوام سے زیادہ کامیابی کے ساتھ علم فلکیات پر توجہ دی اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ صدیوں تک وہی اس علم کے سب سے بڑے حامی اور مؤید تھے - حتیٰ کہ آج بھی بہت سے ستاروں اور ان سے متعلق تکنیکی اصطلاحات کے عربی نام رائج ہیں - ازمنہ وسطیٰ کے یورپی نجوم شناس دراصل عربوں کے شاگرد تھے۔

"اسی طرح قرآن نے مطالعۂ طب پر لوگوں کو اُبھارا اور فطرت کے عام مطالعہ اور اس پر غور و خوض کی ترغیب دی۔" (نیو ریسرچز ان ٹو دی کمپوزیشن اینڈ اکیسی جیزز آف دی قرآن — ہارٹوگ ہرشفیلڈ)

"یورپ میں غروب آفتاب پر تیرگی ہوتی تھی، قرطبہ پبلک لیمپوں کی روشنی سے جگمگاتا تھا۔ یورپ غلیظ تھا۔ قرطبہ نے ایک ہزار حمام تعمیر کئے تھے۔ یورپ میں جوئیں، مکھیاں اور مچھر تھے، قرطبہ میں روزانہ زیر جامے بدلے جاتے تھے۔ یورپ ولدل اور کیچڑ میں تھا، قرطبہ کی گلیاں تک پکے فرش کی تھیں۔ یورپ کے محلّات کی چھتوں میں دھوئیں کے اخراج کے لئے سوراخ ہوتے تھے، قرطبہ کی زیبائشوں کا جواب نہ تھا۔ یورپ کے رئیس زادے اپنا نام تک نہیں لکھ سکتے تھے، قرطبہ کے بچے مکتب میں جاتے تھے، یورپ کے پادری بپتسمہ کی دعائیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے، قرطبہ کے اساتذہ نے اسکندریہ جیسی ایک عظیم لائبریری قائم کی ہوئی تھی۔" (دی اسٹوری آف میڈیسن ۔ وکٹر روبنسن)

"اس حبشی کو لے جاؤ! میں اس کے ساتھ بات چیت نہیں کرسکتا" عیسائی آرچ بشپ سائرس نے چلا کر کہا، جب مسلم فاتحین کا وفد حضرت عبیدہؓ (جو حبشی النسل تھے) کی سرکردگی میں اپنے بہترین آدمیوں کے ساتھ مصری دارالحکومت کے ہتھیار ڈالنے کی شرائط طے کرنے پہنچا۔

مقدس آرچ بشپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُسے بتایا گیا کہ یہ آدمی سپہ سالار عمر نے نامزد کیا تھا: اور یہ کہ مسلمان کالے حبشیوں اور سفید آدمیوں کو برابر کا درجہ دیتے تھے — انسان کی توقیر اس کی رنگت سے نہیں بلکہ کردار سے ہوتی تھی۔

"اچھا" اگر نیگرو نے وفد کی سربراہی کرنی ہے تو پھر وہ آہستہ بولے گا" آرچ بشپ نے حکم دیا "تاکہ اُس کے گورے سامعین خوفزدہ نہ ہو جائیں۔"

"ہمارے ساتھیوں میں میری طرح ہزاروں کالے ہیں۔ میں اور وہ سب اکٹھے سینکڑوں دشمنوں کا سامنا کرنے اور ان سے لڑنے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہم صرف خدا کی مرضی پر چلنے اور اس کی خاطر جنگ کرنے کے لئے جیتے ہیں۔ جب تک ہمیں معمولی سی چیزیں اپنی بھوک رفع کرنے اور تن کو ڈھانپنے کے لئے میسّر ہیں، ہمیں دولت کی ہرگز پروا نہیں۔ یہ دنیا ہمارے لئے نہیں ہے۔ ہمیں آخرت کافی ہے۔"

"یہ نسلی امتیاز کا احساس، مشرق میں مشنری کام کے راستے میں یقیناً سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مثال کے طور پر اس صورت میں کوئی اور دعوت کیسے دعوتِ اسلام کا مقابلہ کرسکتی ہے کہ ایک مبلّغ اسلام، مذہب سے بیگانہ شخص سے، خواہ وہ کیسا رہی) ادنیٰ اور گمنام شخص ہو، مخاطب ہو کر کہتا ہے: "اور اس کے ساتھ ہی تم فوری طور ہمارے برابر اور ہمارے ایک بھائی بن جاؤ گے" اسلام کے ہاں رنگت کا کوئی امتیازی خط موجود نہیں۔" (ریڈرز ڈائجسٹ آف ایجپٹ ۔ ایس ۔ ایس، لیڈر)

"دنیا کے ایک بڑے حصے میں، اسلام بطور ایک تبلیغی مذہب کے عیسائیت سے زیادہ کامیاب ہے۔ نہ صرف یہ کہ بت پرستی سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد، عیسائیت قبول کرنے والوں سے زیادہ ہے بلکہ بعض خطوں میں درحقیقت عیسائیت اسلام کے مقابلے میں پسپا ہو رہی ہے، جبکہ مسلمان اقوام کو عیسائی بنانے کی کوششیں رسوائی کی حد تک ناکام رہی ہیں۔"

"اسلام نے تہذیب کے لئے عیسائیت سے زیادہ کام کیا ہے ......

اسلام، سب سے بڑھ کر، دنیا میں پرہیزگاری اور اجتناب کی مکمل اور طاقتور ترین مثال پیش کرتا ہے۔ جبکہ یورپی تجارت میں وسعت کا مطلب برائی اور شراب نوشی اور لوگوں کی تذلیل میں وسعت ہے۔ جبکہ اسلام کسی پست درجہ کی تہذیب کو رائج نہیں کرتا۔ اس میں لکھنا، پڑھنا، عمدہ لباس، ذاتی طہارت، پاکیزگی، سچائی اور عزتِ نفس شامل ہوتے ہیں۔ اس کے تہذیبی اور متقیانہ اثرات بڑے حیرت انگیز ہیں ...... ہمیں یہ حقیقت مانتے ہوئے کہ اسلام ایک عیسائیت دشمن مذہب نہیں بلکہ نصف عیسائیت ہے، بات کو آگے بڑھانا چاہیئے ......

اسلامی عقیدہ عالمگیر اور آفاقی ہے۔ یہودیت کی طرح ایک نسل تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں پھیلا ہوا ہے ...... اسلام کی تعلیمات میں عیسائیت کے خلاف کوئی چیز نہیں ہے — یہ رہبانیت کے بطور معراجِ پارسائی، غلط عقیدے کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ اس نے مذہب کے بنیادی عقیدہ — خدا کی عظمت، اور توحید پر اصرار کیا۔ اس نے غلام کو امید اور بنی نوع انسان کو اخوت عطا کی۔ انسانی فطرت کی بنیادی حقیقتوں کو مانا۔

"محمد (صلعم) نے تعدّد ازدواج اور گھریلو غلامی کو، حضرت موسیٰؑ کی طرح ممنوع قرار نہیں دیا۔ ایسا ممکن بھی نہ تھا۔ لیکن انہوں نے ان کی بُرائیاں گھٹانے کی کوشش کی۔ غلامی اسلام کے عقیدہ کا حصّہ نہیں ہے ...... اسلامی ممالک میں تعدّد ازدواج (قانونی حدود کے اندر) نہ عورتوں کے لئے اس طرح ذلّت کا ہے اور نہ مردوں کے لئے نقصان کا باعث جس طرح کہ قانون سے باہر اور بے نکاح تعدّدِ ازدواج جو عیسائی شہروں کی ایک لعنت ہے اور جو اسلام میں بالکل ناپید ہے۔" (لیکچر آن محمڈن ازم ۔ کینن آئزک ٹیلر)

مختصر یہ کہ قرآن معجزہ اس لئے ہے کہ اس نے دنیا میں سب سے بڑا انقلاب برپا کیا — فرد کا انقلاب، خاندان کا انقلاب، سماج کا انقلاب، قوم کا انقلاب، ملک کا انقلاب، مادی اور روحانی بیداری، ذہنی اور اخلاقی بیداری — اس نے ایسا اثر پیدا کیا جو اور کسی پیغمبر کے کسی بھی معجزے سے ہزاروں درجے بڑھ کر تھا پس اس کا عظیم ترین معجزہ ہونے کا دعویٰ متنازع فیہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے! ●●

تیسرا باب

ابتدائی اسلامی دور کے متعلق قرآن کی پیشین گوئیاں

تمام معجزوں میں، پیشین گوئی کو قرآن اولیّت دیتا ہے اور درحقیقت بعض اعتبارات سے پیشین گوئی، دیگر معجزات کے مقابلہ میں زیادہ اہم مقام رکھتی ہے۔ معجزات عام طور پر خدا کی قدرت اور طاقت کا مظہر ہوتے ہیں اور پیشین گوئی خدا کے ازلی و ابدی علم، جو ماضی حال اور مستقبل پر محیط ہے، کو انسانوں کے روبرو آشکارا کرتی ہے۔ لیکن ان تمام معجزوں کا، جو محض طاقت اور غلبے کا مظہر ہوتے ہیں، ایک بڑا خسارہ بھی ہے۔ ہر حالت میں ان کے لئے قابلِ اعتبار شہادت فراہم کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ چند لوگ جنہوں نے ایسے کسی معجزے کا رونما ہونا دیکھا ہو، ان کی شہادت ان کے ہم عصر لوگوں کو مطمئن کرسکتی ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، ان کی شہادت کمزور پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ ایک معجزہ کسی پیغمبر کے دعویٰ پیغمبری کی صداقت کے لئے بطور ثبوت استعمال ہو، اسے خود اپنے ثبوت کی زبردست ضرورت ہوتی ہے اور اکثر حالات میں یہ ثابت کرنا کہ آیا کہ وہ معجزہ واقعتاً ظہور پذیر بھی ہوا تھا کہ نہیں، اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہوتا ہے۔

جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کی وضاحت کرنے کے لئے میں ایک مثال دوں گا۔ قرآن نے اسلام کی عظیم کامیابیوں کو نمایاں طور پر پیش کرتا ہے اور اس کی ابتدائی سورتیں ان پیشین گوئیوں سے (جو مختلف سورتوں میں بیان ہوئی ہیں) بھری پڑی ہیں۔ یہ تمام سورتیں

اور پیشین گوئیاں اس وقت اتریں جب پیغمبر اسلامؐ بالکل تنہا اور بے یار و مددگار تھے، اور چاروں طرف سے ایسے دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے جو آپؐ کی زندگی ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والے مٹھی بھر ساتھی، ظلم و ستم اور جور و جفا کی تاب نہ لاکر مجبوراً ترکِ وطن کر کے بیگانے ممالک میں پناہ لے چکے تھے۔ اس وقت بظاہر شرک، بُت پرستی، توہم پرستی اور دیگر ہر قسم کی برائیوں کی زبردست قوت کے سامنے اسلام کا اپنے لئے جگہ پیدا کرنا بہت محال اور ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں روحانی اور اخلاقی اصلاح کی تمام گذشتہ کوششیں، مثلاً یہودی قوم کی جو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں میں آکر آباد ہو گئی تھی، عیسائی مشنریوں کی جنہیں ایک طرف شمال میں رومی سلطنت کی طاقتور حمایت اور دوسری طرف جنوب مغرب میں بادشاہِ حبشہ کی حمایت حاصل تھی، اور مقامی خالص عرب "حنفیت" کی کوشش۔۔۔ بری طرح ناکام رہی تھیں اور چنانچہ گذشتہ ہر کوشش کا انجام کسی بھی نانہ اصلاحی تحریک کے لئے محض ناکامی کی ایک علامت تھا۔ تاہم، ان حالات میں، ہر طرف اس ساری مایوسی کے درمیان، ہم بڑے محکم اور انتہائی یقینی الفاظ میں، متواتر اس امر کی پیشین گوئیاں پاتے ہیں کہ مخالفت کی سب سے بڑی قوتیں ملیا میٹ کر دی جائیں گی۔ اسلام کے دشمن پشیمان ہوں گے اور تباہ ہو جائیں گے۔ اسلام پورے جزیرہ نمائے عرب کا دین بن جائے گا، اسلامی سلطنت قائم ہو جائے گی اور جنگوں میں مسلمان فاتح اور دشمن مغلوب ہوں گے، اسلام روئے زمین کے دور دراز گوشوں تک پھیل جائے گا اور یہ کہ آخر کار یہی دنیا کے تمام مذاہب پر غالب آجائے گا۔

میں یہاں قرآن حکیم سے چند حوالے نقل کرتا ہوں:۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝

ترجمہ:۔ "کیا تمہارے کفار کچھ ان لوگوں سے بہتر ہیں؟ یا آسمانی کتابوں میں تمہارے لئے کوئی معافی لکھی ہوئی ہے؟ یا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں، اپنا بچاؤ کر لیں گے؟ عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔"

(قرآن ۴۵-۴۳ : ۵۴)

وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ط وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۝

ترجمہ:۔ "اور تم ان کے ٹھکانوں میں رہتے ہو جنہوں نے اپنے ساتھ زیادتی کی تھی اور تم پر واضح ہو گیا کہ ہم نے ان سے کیا سلوک کیا اور ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا اور بے شک وہ داؤ تیار کر چکے ہیں، اور ان کا داؤ اللہ کے قابو میں ہے اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل جاتے۔ تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بے شک اللہ غالب ہے اور انتقام لے سکتا ہے۔"

(قرآن ۴۷-۴۵ : ۱۴)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ط وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ج فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ط

ترجمہ:۔ "بے شک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال، اور ان کی اولاد انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے، اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں۔ اُسی طرح جیسے آلِ فرعون اور ان سے اگلوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں اور اللہ نے ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ کافروں سے کہہ دو کہ تم بہت جلد مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے۔" (قرآن ۱۲-۱۰ : ۳)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ط

ترجمہ:۔ "اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے طریقے پر آجاؤ۔ انہیں ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین میں بسائیں گے۔" (قرآن ۱۴-۱۳ : ۱۴)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ:۔ "ثابت قدم رہو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم اہلِ ایمان ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔" (قرآن ۱۳۹ : ۳)

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۙ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝

ترجمہ:۔ "اور جب مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو بولے، یہ ہے وہ عہد جو خدا اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے، اور اس سے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں ترقی ہوئی۔"

(قرآن ۲۲ : ۳۳)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ط

ترجمہ:۔ "بے شک جس نے قرآن تم پر فرض کیا ہے وہ تمہیں واپس اسی جگہ (مکہ) لے جائے گا جہاں تم لوٹنا چاہتے ہو۔" (قرآن ۸۵ : ۲۸)

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ج فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ج

ترجمہ:۔ "ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں سے کہنا کہ "عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا جو بڑے

زور آور ہیں، تم کو ان سے جنگ کرنی ہو گی یا وہ مطیع ہو جائیں گے، اس وقت اگر تم نے حکمِ جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا۔"

(قرآن ۱۶ : ۴۸)

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

ترجمہ:۔" اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی کوتاہی سے درگذر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو زبردست نصرت بخشے۔"

(قرآن ۳ - ۱ : ۴۸)

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ:۔" جب اللہ کی مدد اور فتح مندی آجائے اور تم دیکھو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ کافی زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔" (قرآن ۳ - ۱ : ۱۱۰)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ

ترجمہ:۔" ہم بہت جلد اپنی نشانیاں دور دراز خطوں اور ان کے اپنے جانوں میں ظاہر کریں گے، حتیٰ کہ یہ بات ان پر بالکل عیاں ہو جائے گی کہ یہ حق ہے۔" (قرآن ۵۳ : ۴۱)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝

ترجمہ:۔" اور بے شک ہم نے انتباہ کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ بے شک اطاعت کرنے والوں کو یہ قرآن کافی ہے۔" (قرآن ۱۰۶ - ۱۰۵ : ۲۱)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ

ترجمہ:۔" جو تم میں سے ایمان لائے اور نیکوکار بنے اللہ نے ان کو وعدہ دیا کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی تھی اور جو دین ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو مضبوط مستحکم کرے گا اور ان کے گذشتہ وسوسوں کو تسکین میں بدل دے گا۔" (قرآن ۵۵ : ۲۴)

کیا یہ سب قرآن میں صاف صاف الفاظ میں اور عین اس وقت نہیں کہا گیا جبکہ اسلام کی کامیابی کا ذرہ بھی امکان نظر نہیں آتا تھا؟ اور کیا یہ سب کچھ، تمام توقعات کے برعکس، حضرت محمد صلعم کی حیات میں پورا نہ ہوا؟ یہ سیدھے سادے سوال ہیں اور کوئی شخص جسے قرآن یا اسلامی تاریخ سے معمولی سی بھی آگاہی ہے، ان کا جواب اثبات میں دینے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر سکتا۔

تاہم، بطور ایک معجزہ کے، اسلام میں پیشین گوئی کی اہمیت کہیں وسیع اور زیادہ ہے۔ قرآن میں بہت سی عظیم اور حیرت انگیز پیشین گوئیوں کے ۔ حدیث میں بھی کافی زیادہ پیشین گوئیاں موجود ہیں، جو دورِ مستقبل تک چلی جاتی ہیں، ان میں سے بہت سی ہمارے اپنے دور میں پوری ہو چکی ہیں اور تقریباً مسلمانوں کی ہر نسل اپنی آنکھوں سے ان پیشین گوئیوں میں سے ایک یا زیادہ کو پورا ہوتے دیکھتی ہے اور اسے ماضی میں اپنے پیغمبرؐ کے معجزات جاننے کے لئے تاریخ کے صفحات پلٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلام میں معجزات کی ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ انہیں "کرامت" کی صورت میں حضور اکرمؐ کے نیک پیروکاروں کو ہر عہد اور ہر دور کے لئے عطا کیا گیا ہے۔

ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے، قرآن کہتا ہے:۔

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ

ترجمہ:۔" انہیں اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اچھی خبر ملے گی۔"

(قرآن ۶۴ : ۱۰)

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝

ترجمہ:۔" ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔" (قرآن ۳ : ۴۱)

اور حدیث کے مطابق:۔

" اب مبشرات کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔"

(بخاری شریف ۵ : ۹۱)

" اور ان مبشرات کی توضیح آنحضرت صلعم نے اس طرح کی ہے کہ یہ نیک الہامات ہیں اور نبوت کا ایک حصہ سمجھے جاتے ہیں۔" (بخاری شریف ۴ : ۹۱) ●●

" ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ (یاجوج ماجوج) عالمی سیاست کی موجودہ حالت کی بڑی اچھی نمائندگی کرتے ہیں۔ عالمی سیاسیات بھی، یاجوج ماجوج کی تاریخ کی طرح بہت اُلجھی ہوئی اور متنازعہ فیہ ہے۔ اس کے باوجود، میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں دونوں کے لئے گنجائش موجود ہے۔

" ایک جانب یاجوج اور دوسری جانب ماجوج ہے۔ لیکن لارڈ میئر، میرے دوست خبردار رہیئے! اگر کبھی آپ انہیں واپس اپنی اپنی جگہ پر لائیں تو کہیں یہ آپس میں ٹکرا نہ جائیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یاجوج اور ماجوج دونوں پاش پاش ہو جائیں گے اور ہم سب کو نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑے گا ــــ اور گڑھے کی تہ سے!"

مندرجہ بالا اقتباس سر ونسٹن چرچل کی اس تقریر سے لیا گیا ہے جو انہوں نے یاجوج اور ماجوج کے دو فرضی پتلوں کی واپسی کے موقعہ پر لندن میں ۹ نومبر ۱۹۵۱ء کو لارڈ میئر کی طرف سے دی گئی اعزازی ضیافت میں کی تھی۔

زمین پر فساد

ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جب یہ دنیا کسی بھی وقت تباہی سے دوچار ہوسکتی ہے۔ تاہم، یہ تباہی انسان کے اپنے کرتوتوں یا طبیعاتی میدان میں اس کی کامیابیوں کے غلط استعمال کا نتیجہ ہوگی۔ بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی بربادی جب یہود کو ان کی بدکاری اور راہِ راست سے ہٹنے کی سزا دی گئی ایک تاریخی اور قابلِ غور مثال ہے۔ خدا ایک قوم سے دوسری قوم میں فرق نہیں کرتا۔ مسلمانوں نے ہلاکو کے ہاتھوں تباہی کا سامنا کیا جب اُن کا مرکزِ تمدّن مکمل طور پر ختم ہوگیا۔ جب برائی اور فساد انسانی معاملات میں غلبہ حاصل کرلیں تو لوگوں کو اپنے کرتوتوں کا تلخ پھل چکھنا ہی پڑتا ہے۔ قرآن نے، آنحضرت صلعم کے ظہور کے وقت دنیا کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے :۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ○

ترجمہ :۔ سمندر اور خشکی میں لوگوں کے بُرے اعمال کی بدولت فساد رونما ہو چکا ہے تاکہ خدا انہیں ان کی بداعمالیوں کے ایک حصّہ کا مزا چکھائے، کہ کہیں وہ باز آجائیں۔ تم (لوگوں سے) کہہ دو کہ زمین کی سیر کرکے دیکھو کہ کیسا انجام ہوا تم سے پہلوں کا۔ ان میں سے زیادہ تر مشرک تھے۔" (۳۰: ۴۱-۴۲)

اس آیت کے دوسرے حصّے میں یہ نصیحت کہ زمین میں گھوم کر دیکھو کہ خدا سے روگردانی کرنے والوں کا کیا انجام ہوا...... ایک عام آسمانی اصول کو بیان کرتی ہے کہ وہ سب لوگ جو اس طرح روگردانی کریں گے اسی انجام کا شکار ہوں گے۔ یس یہ الفاظ اس دنیا کے لئے بھی ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں جس میں ہم آج زندگی بسر کررہے ہیں۔

یہود کو ایک تنبیہہ

سب سے پہلے میں، فروری ۱۹۶۷ء میں کراچی میں شائع شدہ مولانا عبدالعزیز کی مرتب کردہ کتاب " سازشِ یہود اور دنیائے اسلام " سے ایک اقتباس یہاں درج کرنا پسند کروں گا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آدمی یہود کی مخصوص ذہنیت اور پس منظر کو زیادہ صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے اور ان قرآنی آیات کو جو اس موضوع سے متعلق ہیں زیادہ بہتر جان سکتا ہے۔ اس کتاب سے میں ایک اقتباس نیچے نقل کرتا ہوں :۔

" یہود کے " جلاوطن قبیلہ " کی تاریخ، سبوتاژ، تخریب، مکر و فریب، دھوکہ، چالاکی اور ارتکابِ جرم کی تاریخ رہی ہے۔ گذشتہ دو ہزار سالوں سے یہ لوگ انسانیت کے خلاف ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہے ہیں اور سب سے زیادہ نقصان ان سے اُن قوموں نے اٹھایا ہے جنہوں نے اپنے دروازے اس انتہائی سازشی جتھے کے سامنے کھولنے کی بھیانک غلطی کی۔ اگر ہم صرف ماضی قریب کی تاریخ کا ذرا جائزہ لیں تو اس بیان کی صداقت پوری طرح عیاں ہوجائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مختصر سا جائزہ مفید ہوگا :۔

" انہیں پرتگال اور سپین سے نکالا گیا۔ انگلینڈ سے انہیں ۱۲۹۰ء میں باہر نکال دیا گیا۔ فرانس سے انہیں دو مرتبہ نکالا گیا، ایک مرتبہ ۱۳۰۶ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۹۴ء میں، بلجیم سے ۱۳۷۰ء اور چیکوسلواکیہ سے ۱۳۸۰ء میں انہیں جلاوطن کیا گیا۔ ہالینڈ نے ۱۴۴۴ء اور اٹلی نے ۱۵۴۰ء میں ان کو نکال باہر کیا۔ جرمنی نے ۱۵۵۱ء میں انہیں باہر دھکیل دیا۔ روس نے ۱۵۱۰ء میں ان کو دیس نکالا دیا۔ در اصل شروع سے ہی ان کی قسمت میں جلاوطنی رہی ہے۔ اور اگر ہم اس سے قبل کی تاریخ پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمیشہ سے ہی ان کی قسمت یہی رہی ہے۔ یہ ان کے لئے آسمانی عتاب اور لعنت کی ایک صورت ہے، اگرچہ یہ اپنی خود فریبی میں خود کو " خدا کی برگزیدہ قوم " سمجھتے ہیں۔"

لیکن یہ تمام تذلیل اور رسوائی ان کی قسمت کا حصّہ کیوں بن چکی ہے؟ آخر ان کی کوتاہی کیا ہے؟

تفصیلات میں جائے بغیر اگر ہم ان کے قومی کردار، ان کے سماجی رویّے، ان کے بنیادی عقائد، سوچ اور طرزِ عمل اور جس انداز میں یہ عملی زندگی میں اپنا رویّہ رکھتے ہیں، کا جائزہ لیں تو ان کی قسمت میں اس ساری نفرت، ملامت اور مذمّت پر کسی قسم کا تعجب نہیں ہوتا۔ ان کی ذہنی ترکیب سمجھنے کے لئے ہمیں دوسرے وسائل کی طرف جانے کی حاجت نہیں کیونکہ تالمود (TALMUD) خود اس نکتے پر اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے، یہ کہتی ہے :۔

"۔۔۔ غیر یہود کی جائداد اور دولت، یہود کے لئے ہوتی ہے۔ اگر وہ دوسروں کی ملکیت میں کسی چیز پر قبضہ جمالیں تو یہ جائز طور پر ان کی ملکیت قرار پائے گی۔۔۔ یہود کو غیر یہودی اقوام کی جان اور مال پر تصرّف اور اختیار استعمال کرنے کے لئے چنا گیا ہے۔

۔۔ بالکل ایسے جیسے ایک انسان حیوانوں پر فائق ہے، یہود روئے زمین کے دوسرے تمام انسانوں پر فائق ہیں۔ کیونکہ یہود کو چھوڑ کر باقی سب انسانوں میں حیوانیت اور شیطنت پائی جاتی ہے۔۔

۔۔ یہود کو خدا کی طرف سے اِذن ہے کہ وہ غیر یہود سے سود قبول کریں اور سود کی شرط لگائے بغیر ادھار دینا ممنوع ٹھہرایا گیا ہے۔"

کچھ مسلمانوں کو شاید علم نہ ہو کہ تالمود یہود کا مذہب اور ایمان ہے اور یہ کہ دوسری کتاب ان کی مشناہ (MISHNAH) ہے۔ یہی دو کتابیں ان کی زندگی پر حکومت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ تورات کی تعلیمات کی طرف کوئی زیادہ توجہ نہیں دیتے۔

قرآن پاک میں جتنی سخت تنبیہات یہود کو کی گئی ہیں اتنی روئے زمین کی کسی اور قوم کو نہیں کی گئیں ۔۔ جس طرح کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہوتا ہے، ان پر ان کے رسولوں نے بھی لعنت کی ہے :۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ○

ترجمہ :۔ " بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان سے پھٹکار بھیجی گئی۔ یہ تھا صلہ ان کے حد سے بڑھنے اور سرکش ہونے کا۔" (قرآن ۵ : ۷۸)

بائبل میں بھی ان کے اپنے نبیّوں کی پیشین گوئیاں ان کی تباہی اور تذلیل کے متعلق ملتی ہیں۔ خاص طور پر ان کے نبی حضرت موسیٰؑ اور حزقی ایل کی طرف سے، جب انہوں نے متنبّہ کیا تھا کہ یہود کا کبھی کوئی مستقل اپنا وطن نہیں ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کے متعلق اس طرح کہا تھا :۔

" اور خداوند تمہیں تمام قوموں میں، زمین کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک منتشر کرکے پھیلا دے گا..... اور ان قوموں کے درمیان تمہیں کوئی راحت نہ ملے گی، نہ کبھی تمہارے پاؤں کے تلوے کو آرام ملے گا۔ بلکہ خداوند تمہیں

ڈرپوک دل، ضعیف آنکھیں اور پشیمانی سے لبریز ذہن دے گا۔"

(کتاب استثناء :- ۲۸ : ۶۴، ۶۵)

مذکورہ بالا اقتباس یہود کی منافقت اور بداعتقادی کو ظاہر کرتا ہے، اور ان کی اسی غدّاری، ریاکاری اور انکار کی بدولت، حضرت موسیٰؑ جو ان کے نجات دہندہ اور قانون ساز تھے، بالآخر ان کو چھوڑ کر چلے جانے اور نامعلوم ممالک میں گھومنے پر اس طرح مجبور ہو گئے کہ دوبارہ ان کو کسی نے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ اور یہاں یہ بات کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ نہ تو مسلمانوں، عیسائیوں اور نہ یہودیوں کے پاس حضرت موسیٰؑ کی وفات اور آخری آرام گاہ کا کچھ علم اور ثبوت ہے۔

نبی حزقی ایل (جسے قرآن میں ذوالکفل کہا گیا ہے) نے ان پر مندرجہ ذیل الفاظ میں پھٹکار کی :-

"(خداوند نے فرمایا) اور میں تجھے بے دینوں کے درمیان پھیلا دوں گا اور مختلف ممالک میں تجھے تتر بتر کر دوں گا اور تیری غلاظت تجھ سے صاف کراؤں گا۔"

(حزقی ایل ۲۲ : ۱۵)

تاہم انتہائی سخت تنبیہہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں کی گئی ہے :-

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝

ترجمہ :- "پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔" (۱۷:۴)

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝

ترجمہ :- "آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل، ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔

یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا (قرآن ۵ : ۱۷)

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝

ترجمہ :- "اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔"

(قرآن ۶ : ۱۷)

مذکورہ بالا، پانچویں آیت یروشلم میں ہیکل کی تباہی اور ۵۸۸ قبل مسیح میں اہل بابل کے ہاتھوں یہود کی اسیری، قتل عام اور جلاوطنی سے متعلق ہے چھٹی آیت، یہود کی دوبارہ واپسی، اور زرو بابل (ZERU BHABEL) کے زیر نگرانی ہیکل مقدس کی دوبارہ تعمیر اور ان کی نئے سرے سے خوشحالی اور آبادی سے متعلق ہے۔

ان کی دوسری بار بدحالی اور انحطاط کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ملتا ہے :-

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝

ترجمہ :- "دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے بھلائی تھی، اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں۔" (قرآن ۷ : ۱۷)

مندرجہ بالا آیت ہیکل مقدس کی دوسری بار بربادی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور جس کا طیطوس کے ماتحت رومیوں نے ارتکاب کیا تھا۔

دو دفعہ یہود پر تباہی نازل ہوئی اور دو دفعہ وہ ارض موعود کی طرف پلٹے، لیکن جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے :-

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ

ترجمہ :- "ہو سکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے لیکن تم نے اپنی سابقہ روش کا پھر اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے۔"

(قرآن ۸ : ۱۷)

اللہ ہمیشہ رحم کرنے والا ہے اور قرآن حکیم کہتا ہے کہ اللہ اپنے رحیم ہونے کی بدولت یہودیوں کو اپنی روش پر اصلاح کا ایک تیسرا موقع بھی دے گا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد ہے :-

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝

ترجمہ :- "اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم زمین میں بسو، پھر جب آخرت کے وعدے کا وقت آن پورا ہو گا تو ہم تم سب کو ایک گروہ کی صورت میں (مختلف اقوام سے نکال کر ایک جگہ) لا کھڑا کریں گے۔"

(قرآن ۱۰۴ : ۱۷)

یہ پیشین گوئیاں آج صاف طور پر پوری ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اگر ہم فلسطین کی موجودہ حالت کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ صیہونی، دجّال کی مدد سے دنیا کے ہر حصے سے آ کر جمع ہو رہے ہیں۔ لیکن کیا یہودیوں نے اللہ کی ان تنبیہات پر کوئی توجہ دی ہے جن میں اس نے انہیں زمین پر پرامن رہنے اور بھلائی کرنے کے لئے کہا ہے؟ نہیں، بالکل توجہ نہیں دی، حقیقت میں ان کی ہوس، جہالت اور بدتمیزی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ کسی تنبیہ پر متوجہ نہیں ہوتے اور نہ اس کی پرواہ کرتے ہیں کہ وہ کسے اپنے پاؤں کے نیچے کچل رہے ہیں۔ اپنی "مقدس سرزمین" کی عظمت بڑھانے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعتراف کرنے کی بجائے یہ دجّال کی بدکاریوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس مقدس سرزمین کو بدی اور فساد کا مرکز بنا رہے ہیں، بالکل ایسے جیسے سوڈام اور گومورا تھے۔

میں خاص طور پر اپنے مسلم قارئین کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج کے صیہونی یہود اس قدر طاقتور ہیں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کی مٹھی میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ صرف دولت کی طاقت ان کے پاس ہے بلکہ ان ممالک میں سیاسی قوت کا توازن بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔

روسیوں نے مشرق وسطیٰ میں قدم جمانے کی کوششیں کی ہیں لیکن ناکام رہے ہیں۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ اب انہیں آخر کار اپنے مقصد میں اس مغرب کی مدد سے کامیابی حاصل ہوئی ہے جو پہلے ہی صیہونیت پرستوں کے ہاتھ بکا ہوا ہے اور عربوں سے ایسا حقارت آمیز سلوک کیا ہے کہ انہیں مجبوراً روس کی طرف مدد اور حمایت کے لئے رخ کرنا پڑا ہے نتیجہ اس کا یہ ہوا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں روس کا اثر و رسوخ اور اقتدار اس

حد تک بڑھ چکا ہے کہ اکثر عرب ریاستیں روس کی سرپرستی کی محتاج بن چکی ہیں۔

مغربی طاقتیں آج کی دنیا میں اپنے اثر و رسوخ کے پھیلاؤ پر نازاں ہیں لیکن یا تو وہ بہت زیادہ خود غرض ہیں یا اس قدر نادان ہیں کہ اس پھیلاؤ میں انہیں اپنی غلطی نظر نہیں آتی۔ دراصل یہ ان طاقتوں کا ترقی پذیر ممالک کی جانب غلط اور خود غرضانہ طرزِ عمل ہے جو اس صورتِ حال کا ذمہ دار ہے جسے ہم آج دیکھ رہے ہیں۔

جدید ٹیکنالوجی اور حربی معاملات میں پیش رفت کے باعث اسرائیلیوں کے پاس عربوں کو بار بار شکست دینے کے وسائل موجود ہیں لیکن ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ٹیکنالوجی کوئی بند دکان نہیں ہے۔ اگرچہ اس وقت عرب اقوام کسی حد تک ٹیکنالوجی کی مہارت میں پسماندہ ہیں، لیکن جلد یا بدیر اس میدان میں ان کی مہارت بھی اسرائیلیوں کے برابر ہو جائے گی، اور جب برابری کا یہ مرحلہ طے ہو جائے گا تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ عرب بھی صیہونیت پرستوں کی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے اور ان سے اپنے کھوئے ہوئے گھر اور سرزمین واپس حاصل کریں گے۔ اور امکان یہ ہے کہ اس پر ایک اور عالمگیر جنگ اور عالمگیر تباہ کاری کا آغاز ہوگا۔

آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح امریکہ اور مغرب اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور روسی عربوں کی حمایت* کر رہے ہیں۔ لیکن ان طاقتوں کی اس حمایت اور امداد کے پیچھے سیاسی دائرہ اثر قائم کرنے کی ان کی مخصوص ہوس کار فرما ہے اور جب کبھی عربوں اور یہودیوں کے درمیان کوئی بڑا تصادم ہوگا اور دونوں میں سے ایک کی حمایت اس کی سرپرست عالمی طاقت کرے گی تو نتیجہ ان بڑی طاقتوں کے آپس میں ٹکراؤ کی صورت میں برآمد ہوگا۔ اس ٹکراؤ کا انجام لازمی طور پر تمام دنیا کی تباہی و بربادی ہوگا جس طرح کہ "شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" کہتی ہے:- "وہ (یاجوج اور ماجوج) سرزمینِ اسرائیل میں تباہ کئے جائیں گے۔" (صفحہ ۶۳۷)

لفظ "اسرائیل" ایک مقدس لقب ہے جو خدا نے پیغمبر یعقوبؑ اور اس کے بچوں کو عطا کیا تھا، لیکن جب سے "اسرائیل کے بچے" پیدا ہوئے ہیں وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ پُرامن طور پر کبھی نہیں رہ سکے۔ عرب یہود کے ساتھ پُرامن طور پر رہتے آئے ہیں، اس کے باوجود کہ وہ (یہود) کبھی ان کے دوست نہ تھے۔ یہ عرب ہی تھے جو یہود کو ہمیشہ اس وقت پناہ دیتے رہے ہیں جبکہ باقی دنیا انہیں ستاتی اور قتل کرتی تھی۔

یہود نے یہ مصیبت بخت نصر، بابل والوں، فراعنہ، رومیوں، اہلِ فارس، عیسائیوں اور ہٹلر کی نازی جرمنی کے ہاتھوں (جہاں کوئی ساٹھ لاکھ یہودی زہریلی گیس سے ہلاک کر دیئے گئے تھے) برداشت کی ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ نخوت و تکبر اور بدتمیزی سے باز نہیں آئے اور بزعم خود یہ کہتے ہیں کہ وہی خدا کی واحد منتخب قوم ہیں اور اس وجہ سے دوسری تمام اقوام پر فائق ہیں۔ اپنے اس نسلی امتیاز اور متکبرانہ طرزِ عمل ہی کے باعث غالبًا (دنیا میں یہودی واحد قوم ہیں جو صحیح معنوں میں نسل پرست ہیں اور نسلی امتیاز پر کاربند ہیں) یہود تمام دنیا اور بالخصوص یورپی اقوام کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوتے اور ستم اٹھاتے رہے ہیں حتیٰ کہ آج بھی ایک تازہ یہودیت قبول کرنے والے شخص کو ایک قدامت پسند یہودی ہرگز قبول نہیں کرے گا اور یہ یقینًا ان کے تعصب اور نسلی غرور کی واضح نشانی ہے۔

بڑے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک اسرائیل کی ریاست کا وجود برقرار ہے، بڑی طاقتوں کے درمیان تصادم کا خطرہ منڈلاتا رہے گا۔

ہم اپنے آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہود ایسے مصائب اور آفات کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا واحد جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ ان لوگوں کی حیلہ گری، دغابازی، منافقت، غداری، اور سود خوری اور اللہ کے نبیوں کا ناجائز قتل ہے۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر، ابھی تک ان کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں بن سکا اور نہ کبھی بنے گا جس طرح کہ دوسری اقوام کا ہے۔ اس حقیقت کی پیشین گوئی نہ صرف قرآن پاک میں بلکہ بائبل کے عہد نامہ قدیم اور جدید دونوں میں ملتی ہے:- قرآن حکیم میں ارشاد ہے:-

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

ترجمہ:- "اور وہ (یہود) اللہ کے غضب میں مبتلا ہوں گے اور ذلت ان سے چمٹا دی جائے گی۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ کے پیغام کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ کے رسولوں کو ہلاک کیا۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حدود شکنی کی۔" (قرآن ۱۱۲:۳)

عربوں اور یہود کے درمیان کش مکش کے متعلق آنحضرت محمد صلعم نے اس وقت پیشین گوئی کی جب آپ نے متنبہ کیا کہ فتنۂ دجال کے وقت عرب، یہودیوں سے جنگ کریں گے لیکن آخری فتح عربوں کی ہوگی۔ قارئین اس کا حوالہ مشکوٰۃ المصابیح کے باب "فتنہ" میں دیکھ سکتے ہیں، حدیث جسے صحیح مُسلم سے لیا گیا ہے، اس طرح ہے:-

ترجمہ:- "اس (ابوہریرہؓ) نے خدا کے پیغمبرؐ کو اس طرح فرماتے ہوئے سُنا۔ "آخری ساعت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک پہلے مسلمان یہود سے جنگ نہ کرلیں گے اور انہیں ہلاک نہ کر دیں گے، حتیٰ کہ یہود پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت کہے گا 'اے مسلمان، اے اللہ کی خدمت کرنے والے! میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، آؤ اور قتل کر دو' ایک عوسج درخت ایسا ہوگا جو ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ یہ یہود کے درختوں میں سے ایک ہے۔"

یہاں میں اپنے قارئین پر واضح کر دوں کہ جس "[illegible]عت" کا ذکر حدیث میں آیا ہے وہ قیامت یا حشر کی گھڑی نہیں بلکہ قوموں کی تباہی کی آخری ساعت ہے کیونکہ مشکوٰۃ المصابیح کا باب [illegible]ال، یاجوج اور ماجوج کے ظہور اور ان کے عروج، اقتدار اور تباہی سے بحث کرتا ہے۔

اس حدیث کے معنوی پہلو کی تفسیر کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ پتھر اور درخت بول اُٹھیں گے کہ ان کے پیچھے یہودی چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ عربوں کی یلغار کے سامنے یہود کو کسی قسم کی کوئی پناہ نہ ملے گی۔ اور عوسج کے درخت کا بدیں مفہوم ذکر کہ وہ یہودیوں کو پناہ دے گا، یہ مطلب رکھتا ہے کہ انہیں صرف دوسرے یہود کے ہاں پناہ ملے گی۔

جیسا کہ میں نے اس سے پیشتر عرض کیا ہے، جب عرب ٹیکنالوجی میں برابری حاصل کرلیں گے، علم کے پلڑے اور بلکہ شاید انصاف بھی، ایک سطح پر آجائیں گے اور طاقت ان کے پاس ہوگی اور نتیجۃً وہ جارحیت پسندوں کو تباہ کر دیں گے۔ اس وقت تک دوسری اقوام یہود کی اصل قدر و قیمت سے واقف ہو چکی ہوں گی اور ان کی حمایت و مدد سے تھک چکی ہوں گی۔ چنانچہ یہود کو تنہا، کسی مدد، پناہ یا سہارے کے بغیر (پتھر اور درخت انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیں گے) لڑنا پڑے گا۔

آج کل ہم دجال، یاجوج اور ماجوج (اینگلو سیکسن اور روسی نسلیں) کے بارے میں کہ وہ عربوں اور یہودیوں کے مابین مصالحت کرانے کی مساعی کر رہے ہیں، بہت سی خبریں سنتے ہیں، لیکن اگر ہم ان دونوں نسلوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ

* اس صورتِ حال میں ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد نمایاں تبدیلی آچکی ہے اور روسی عرب ممالک خاص طور پر مصر کے حامی نہیں رہے، اگرچہ اسرائیل کے ساتھ مغرب اور امریکہ کی وابستگی برقرار ہے۔ (مترجم)

گذشتہ تین ہزار سال سے ان کے درمیان امن و آشتی پیدا کرنے میں کوئی کامیاب نہیں ہوا، اور اگرچہ تنہا یہود کے لئے اللہ نے کوئی ستر نبی یا مصلح پیدا کئے، انہوں نے نہ تو کبھی خدا کی پروا کی اور نہ اس کے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کی بات پر کان دھرے، یہ ہے ان کا غرور اور تکبر! پس جب خدا کے فرستادہ نبی ان دو قوموں کے مابین صلح اور امن پیدا کرنے میں ناکام رہے، تو کس طرح دجال، اور یاجوج اور ماجوج اپنی مکارانہ ریاکاری کے ساتھ اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تاہم ہر قوم کے لئے ایک یوم حساب مقرر ہے اور یقیناً یہود کے لئے یوم حساب ایک اندوہناک اور المناک یوم حساب ہوگا۔

میں اپنے قارئین کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ہمیشہ اقتدار پر فائز نہیں رہتی اور یاجوج اور ماجوج دونوں اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ جلد یا بدیر ان کی طاقت زوال پذیر ہوگی اور پھر ختم ہو جائے گی۔ میں نے اس کتاب میں ایک اور جگہ کہا ہے کہ حضرت محمدؐ نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ دجّال کا اقتدار صرف ایک محدود مدّت کے لئے قائم رہے گا۔

جس طرح کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے، اسرائیل کی ریاست دجّال اور یاجوج اور ماجوج نے محض اپنے خودغرضانہ مفادات کی خاطر قائم کی تھی، پس جب دجّال، اور یاجوج اور ماجوج کی طاقت جاتی رہے گی، یہود کا کوئی حامی اور سرپرست (پتھر اور درخت) باقی نہیں رہے گا اور صیہونیت کی حالت ایک ایسے درخت کی ہو جائے گی جو کسی تند طوفان کے بعد اپنی جڑوں سے اکھڑا ہوا، شاخوں اور پتوں سے خالی، کسی قسم کے سہارے کے بغیر طبعی عناصر کے رحم و کرم پر پڑا مرجھانے اور مر جانے کا منتظر ہو۔

ہمیں اللہ قرآن پاک میں بتاتا ہے کہ اس نے اس حیرت انگیز دنیا کو بے مقصد نہیں بنایا، اس کی تخلیق کے پیچھے ایک مقصد تھا لیکن یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ دجال اور یاجوج اور ماجوج اس زمین پر راج کر رہے ہیں جو بنی نوع انسان کو کفر، شہوانیت، اور مادہ پرستی سے گمراہ کر کے اسے اخلاقی طور پر دیوالیہ کر رہے ہیں اور اس طرح اسے اپنے خالق سے دور لے جا کر سیدھے جہنم کی طرف لے جانے والے راستہ پر ڈال رہے ہیں،

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝

ترجمہ :- "ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی اس میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہے اسے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے پس تم لوگ میری بندگی کرو" (۲۵-۱۶:۲۱)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝
مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝

ترجمہ :- "میں نے جنّ اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔" (قرآن ۵۷-۵۶:۵۱)

قرآن میں بیان کردہ خدا کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کوئی مخلص سوچ والا مسلمان یقین کر سکتا ہے کہ زمین پر پھیلے ہوئے دجّال کے مکر و دغا کے موجودہ سلسلے کے باوجود انسان اللہ کی بندگی کی طرف لوٹ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جو دجّال اور یاجوج اور ماجوج کی دنیا کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے اور ان پڑھ اور معصوم لوگوں کو فریب دینے کی گمراہ کن کوششوں اور طریقوں سے مکمل طور پر نابلد ہیں۔

ماضی میں انہوں نے اپنے عیسائی مشنریوں کو استعمال کر کے، مذہب کو دوسروں کی زمینیں ہتھیانے، رشوت دینے، غلبہ حاصل کرنے اور ناخواندہ اور جاہل اقوام کو مکمل طور پر اپنے تسلّط میں لانے کے لئے استعمال کیا (تفصیلات کے لئے کتاب کے آخر میں "دجّال کے معنی" ملاحظہ ہو) تاہم، اس وقت ان کی تبلیغی تیکنیک کی چمک دمک باقی نہیں رہی ہے کیونکہ فی الوقت دنیا میں مذہب کا اثر و رسوخ بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر، انہوں نے ایک نئی اور جدید تکنیک وضع کی یعنی خفیہ تنظیموں کا قیام، جیسے سی آئی اے، امریکہ اور مغربی یورپ میں اور کے۔جی۔بی (K.G.B) روس اور مشرقی یورپ میں۔ ان تنظیموں پر اٹھنے والے سالانہ اخراجات ناقابلِ یقین رقوم کی صورت میں ہیں، اور یہ ممالک ان پر ہر سال کروڑوں پاؤنڈ اور ڈالر اور روبل خرچ کرتے ہیں۔ ان تنظیموں کے کارندے دنیا کے تمام ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، یہ انتہائی قسم کے چالاک اور ہوشیار جاسوس ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے بھی ان کی شناسائی نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی کے لئے ان کو پہچاننا کیسے ممکن ہے؟ یہ بڑی ہوشیاری سے سراغ رسانی کرتے ہیں اور جونہی انہیں کوئی ایسی بھنک پڑتی ہے کہ کسی خاص ملک میں کسی چیز سے ان کے قومی مفاد کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے تو یہ فوراً وہاں تشدّد اور بے چینی پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ اختیار کرتے ہیں، خواہ یہ خانہ جنگی یا کوئی فوجی انقلاب ہو۔ انہوں نے اس کمینہ کھیل کو ایک باقاعدہ فن میں تبدیل کر دیا۔ نہ صرف یہ کہ ایک قوم کے اندر باہم دشمنی اور گڑبڑ پیدا کی جاتی ہے بلکہ ایک سے دوسری قوم کے درمیان بھی یہی کھیل کھیلا جاتا ہے۔

وہ اپنی لادینیت، دہریت اور مادہ پرستانہ آئیڈیالوجی کو پھیلا دیتے ہیں، جن سے اس قدر خودغرضی، نفرت، حقارت اور خوف پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اپنے خالق اور دوسرے انسانوں کے لئے کسی قسم کا کوئی جذبۂ محبت یا احترام باقی نہیں رہتا۔ خاندان میں خون اور دوستوں میں اعتماد کا بندھن باقی نہیں رہتا، کیونکہ جب لوگوں کے دماغ کھرچ دیئے جائیں اور اس نئی اور شیطانی آئیڈیالوجی پر لگا دیئے جائیں تو تمام پاکیزہ اقدار اور اصول ایک طرف ڈال دیئے جاتے ہیں۔*

آج کا مسلمان نوجوان اس آئیڈیالوجی سے بری طرح متاثر ہوا ہے، کیونکہ وہ جس قدر زیادہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ہو رہا ہے، اتنا ہی اس آئیڈیالوجی کا اخلاقی اور نفسیاتی طور پر غلام بھی بنتا جا رہا ہے جو اسے آگے چل کر اس مرحلہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں وہ دین اور خدا سے بالکل بیگانہ ہو جاتا ہے اور اسلام اس کے لئے ایک بے معنی لفظ بن کر رہ جاتا ہے۔

سی آئی اے کی تنظیم، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید میں گڑبڑ کو جنم دے کر اسرائیلی ریاست کے لئے ایک بڑی خدمت انجام دے رہی ہے۔ ریاستِ اسرائیل دجّال اور یاجوج اور ماجوج کا آلۂ کار بن چکی ہے، اور سی آئی اے کے ساتھ مل کر مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید میں سرد جنگ کی حالت پیدا کرنے میں اپنا مکروہ کردار ادا کر رہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ریاست کے قیام کی ایک بڑی وجہ یہی تھی۔

ایک دوسری تنظیم جس کا ذکر ضروری ہے وہ "امریکن پیس کارپس" (امریکی امن فوج) ہے، جس کا مقصد غیر ترقی یافتہ اقوام کو "مہذب بنانا" ہے۔ دجّال کے ضابطوں کے مطابق، مہذب ہونے کا مطلب، ان مغربی طاقتوں کی مفسدانہ اور خودغرضانہ ثقافتوں کو

---

* اس کا نتیجہ ہم ۱۹۷۵ء میں شاہ فیصل (سعودی عرب کے سابق فرمانروا) کی ایک گمراہ سعودی شاہی خاندان کے نوجوان کے ہاتھوں شہادت کی صورت میں دیکھ چکے ہیں۔ (مترجم)

اپنانا ہے۔ پس، ان سپاہِ امن کے نوجوان غیر ترقی یافتہ قوموں کو جدید مغربی تہذیب میں "ڈھالنے" کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن ان نوجوانانِ سپاہِ امن کا طرزِ عمل اور اثر و نفوذ اس قدر توہین آمیز اور گھٹیا رہا ہے کہ بہت سے ممالک نے ان کو نکال دیا ہے اور ان کے داخلہ کو ممنوع قرار دیا ہے۔

بعض ممالک میں انہوں نے خفیہ جاسوس تنظیم کے ایجنٹ کا کردار ادا کیا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر یہ ان کا لوگوں کو "مہذب بنانے" کا مقصد انہیں لباس کی قریب قریب عریاں اسٹائل، شراب نوشی، نشہ بازی، آزاد محبت اور ہر قسم کی مادر پدر آزادی سے متعارف کرانا رہا ہے، چنانچہ تہذیب اب شرمناک، ناپاک اور مردود طرزِ زندگی کے مترادف بن چکی ہے۔ آج "مہذب" ہونے سے مراد شراب نوشی، نشہ بازی، عریانی اور بے قید محبت سے وابستہ ہونا، صرف اپنی خاطر جینا اور خدا، اپنے ہم جنس انسانوں یا آئندہ اور مستقبل کی بالکل پرواہ نہ کرنا ہے۔

دلیل دی جا سکتی ہے کہ ان سپاہِ امن کے رضاکاروں نے کچھ بھلائی کے کام بھی کئے ہیں۔ لیکن وہ دوسروں کو بھلائی کی کیا تعلیم دے سکتے ہیں جب وہ خود اس قدر بداخلاقی کی زندگی گزارتے ہیں؟ اگر انہیں ضرور ہی "تہذیب سکھانے" اور "تعلیم دینے" کا کام کرنا ہے تو بہتر ہوگا کہ وہ یہ خوشگوار فرض خود اپنے ملک میں اپنے لوگوں کی بھلائی کے لئے انجام دیں۔ انہیں چاہیے کہ "غیر مہذب اقوام" کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیں کیونکہ بے شک وہ قومیں غریب اور غیر تعلیم یافتہ سہی، اس لحاظ سے دولتمند ہیں کہ ان کے پاس حیا، اور اخلاق ہے اور ان کی تہذیب کا معیار مغرب کی تہذیب سے کہیں زیادہ بلند سطح پر ہے۔

بعض قارئین، جو کچھ میں نے رقم کیا ہے، اس پر یقین کرنا دشوار سمجھیں گے لیکن اگر وہ سوچنا بند کر کے اپنے اردگرد کا جائزہ لیں، وہ اس سے کہیں زیادہ دیکھیں گے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

ان تنظیموں کے قیام کی وجہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ان کے قیام کا باعث یورپی اقوام کا جرمِ ماضی ہے جب انہوں نے ان کم ترقی یافتہ قوموں پر اپنا نوآبادیاتی اقتدار ٹھونس رکھا تھا اور ان سے غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ ان یورپی اقوام کے ذہن میں ایک خوف سا بیٹھا ہوا ہے کہ ایسی حالت میں اگر یہ قومیں، جن پر وہ پوری سختی سے حکومت کرتے رہے ہیں، ان کے برابر طاقتور اور مضبوط ہو جائیں اور ان سے وہی سلوک روا رکھنے پر تل جائیں جو کل تک ان قوموں سے روا رکھا گیا تھا، تو نتیجتاً یورپی قومیں ان کے ماتحت ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یورپی طاقتیں (دجّال اور یاجوج اور ماجوج) امن پھیلنے کی اجازت دینے کی جرأت نہیں کرتیں۔

میں قارئین کو ایک دلچسپ کتاب کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہوں گا جو سی آئی اے اور کے۔ جی۔ بی کے طریقِ کار اور کارکردگی کے متعلق مفصل معلومات مہیا کرتی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "دی گیم آف نیشنز" "بازیچۂ اقوام" یہ کتاب لندن میں چھپی ہے اور اسے مائلز کوپلینڈ (MILES COPELAND) نے لکھا ہے۔ یہ کتاب امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کی خفیہ سرگرمیوں، مختلف ممالک میں گڑبڑ اور بے چینی پھیلانے اور مشرقِ وسطیٰ میں ایک عرب ریاست کو دوسری سے لڑانے کے ان کے فنِ لطیف اور اسرائیلی ریاست کو وجود میں لانے کے پیچھے ان کے مقاصد پر چونکا دینے والے حقائق پیش کرتی ہے۔

عیسائیوں کے لئے ایک تنبیہہ

[illegible] کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو "عیسائی" کہتے ہیں، [illegible] سے متنبہ کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل قرآنی الفاظ اس نکتہ کو واضح کرتے ہیں :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝

ترجمہ :- "تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اس بات کا نہ انہیں کوئی علم ہے اور نہ اُن کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ محض جھوٹ بولتے ہیں، اچھا تو اے محمدؐ شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے"

(قرآن ۶ - ۱ : ۱۸)

ان لوگوں کو سخت سزا کی تنبیہہ جنہوں نے یسوعؑ کو خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے، یہ ظاہر کرتی ہے...... کہ عیسائی قوموں پر بعد میں کسی وقت تباہی نازل ہوگی، جیسا کہ آج دیکھا جا سکتا ہے۔ اور قرآن پاک کے مطابق، یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایسا ان کے زندگی کی طرف غلط رویے کی بدولت ہوگا۔

ایک اور مقام پر اس طرزِ زندگی سے عیسائیوں کی گہری محبت کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے :-

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

ترجمہ :- "جب حواریوں نے کہا، اے عیسیٰؑ بن مریم، کیا آپ کا رب، ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کی چیزیں اتارے، اس نے کہا "اللہ سے ڈرو اگر تم صاحبِ ایمان ہو" وہ بولے "ہم چاہتے ہیں کہ ہم وہ چیزیں کھائیں اور اپنے دلوں کو مطمئن کریں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں آپ نے کہا "اے اللہ، اے ہمارے رب، ہمارے لئے آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ مستقل اور جاریہ خوشی ہو ہم میں سے پہلوں اور ہم میں سے پچھلوں کے لئے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق عطا کر، اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔" (قرآن ۱۱۴-۱۱۲ : ۵)

یہ وعدہ آج کی عیسائی دنیا کے لئے پورا ہو چکا ہے، اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت

میں انہیں تنبیہ کی گئی ہے :۔

قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنَزِّلُہَا عَلَیْکُمْ ج فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُہٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ :۔ " اللہ نے فرمایا :۔ یقیناً ' میں اس (نعمت)، کو تمہاری طرف اتاروں گا لیکن اس کے بعد تم میں سے جو بھی کفر کرے گا ' میں اس پر ایسا سخت عذاب لاؤں گا جو میں دنیا کی کسی اور قوم پر نہ لاؤں گا۔" (قرآن ۵ : ۱۱۵)

مندرجہ بالا آیت کے متعلق بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ جب حضرت یسوعؑ نے خوراک کے لئے دعا مانگی تو یہ ان کے لئے اتاری گئی تھی اور ان سب نے اسے کھایا تھا۔ تاہم یہ مفہوم صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک کے مطابق انسانی جسم زمین کی خوراک کے علاوہ اور کوئی خوراک نہیں کھا سکتا۔ اور آیت ۱۱۴ ' اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ پیغمبر یسوعؑ نے اپنے اور اپنے حواریوں کے لئے خوراک کی کسی وقتی اور عارضی فراہمی کی دعا نہیں کی تھی ' بلکہ اپنے پیروکاروں کے لئے مستقل اور جاری رہنے والا سلسلۂ معاش مہیّا کرنے کے لئے کہا تھا ' جس طرح کہ آیت کہتی ہے :۔ " کہ وہ مستقل اور جاریہ خوشی ہو ہم میں سے پہلوں اور ہم میں سے پچھلوں کے لئے "

قرآن پاک کے مطابق ' اللہ کا وعدہ ہر فرد کے لئے پورا ہوتا ہے۔ اور جہاں تک یورپی عیسائیوں کا تعلق ہے ' اس کا یہ وعدہ بالیقین پورا ہو چکا ہے ' کیونکہ باقی دنیا کے مقابلہ میں ان کا مفلس ترین فرد بھی زندگی کی عشرتوں کی ایک خاص مقدار سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی بھی خوراک کا محتاج نہیں ہے۔ پیغمبر یسوعؑ نے آج سے دو ہزار سال پہلے یہی پیشین گوئی کی تھی اور حقیقت میں یہ تعجب خیز بات ہے کہ ہم آج اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں !

جہاں تک اس عذاب کا تعلق ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں کیا گیا ہے ' لاریب یہ عذاب بڑی حد تک دو عالمی جنگوں میں دیکھا جا چکا ہے جن کے اثرات دنیا کے بعض حصوں میں ابھی تک محسوس کئے جا رہے ہیں ' اس کے علاوہ ایک تیسری اور زیادہ خوفناک جنگ عظیم کا مستقل خطرہ ہم پر منڈلا رہا ہے۔

جب قرآن ذوالقرنین اور یاجوج اور ماجوج کا ذکر کرتا ہے تو درحقیقت یہ عیسائی اقوام کی تاریخ کے مختلف ادوار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اب میں اس نکتے پر تفصیل سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔

یورپی (عیسائی) اقوام

ذوالقرنین (دارایوس) کا سفر اور یاجوج اور ماجوج سے اس کا رابطہ۔ میرے بعض قارئین شاید متعجّب ہوں گے کہ جب یاجوج اور ماجوج کی پرانی داستان بائبل اور دیگر صحائفِ آسمانی میں بیان کی جا چکی ہے تو پھر اس کی طرف حضرت محمد صلعم کو اشارہ کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ حدیث اور روایات کی کتابوں کے مطابق ملک شام میں ایک عالم فاضل یہودی تھا ' جب اس نے سنا کہ عرب میں ایک پیغمبر کا ظہور ہوا ہے تو اس نے اس پیغمبر کی تصدیق اور یہ جاننے کے لئے کہ وہ پیغمبر واقعی وہی پیغمبرِ حق ہے جس کا حوالہ بائبل میں حضرت موسیٰؑ کی طرف سے ملتا ہے ' مکّہ کی طرف اپنے قاصد روانہ کئے۔ اگر وہ سچّا پیغمبر ہوا تو وہ ذوالقرنین کی داستان اور اس کی وہ تفصیلات جو بائبل میں نہیں ہیں ' بتا سکے گا۔ حضرت محمد صلعم کی اس آزمائش کا ذکر اس باب میں دی گئی قرآنی آیات میں کیا گیا ہے۔

ذوالقرنین کے لغوی معنی ہیں :۔ " دو سینگوں والا " یا " دو نسلوں سے تعلق رکھنے والا " یا " دو سلطنتوں کا مالک "۔

بائبل (دانیال ' ۲۰ : ۸) میں ' حضرت دانیال کے خواب کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے :۔

" تو نے دو سینگ رکھنے والا جو مینڈھا دیکھا ' وہ میڈیا اور پرشیا (فارس) کے بادشاہ ہیں "

ذوالقرنین کی اصلیّت کے بارے میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ابھی تک خاصی بحث چل رہی ہے ' لیکن میری دلچسپی اور توجہ کا مرکز اس دیوار کی تاریخ ہے جو ذوالقرنین نے وحشی حملہ آوروں سے اپنی قوم کو محفوظ کرنے کے لئے تعمیر کی تھی۔ اس دیوار یا رکاوٹ کا محلِ وقوع معلوم کرنا بڑی زبردست دلچسپی اور اہمیّت کی بات ہے کیونکہ اگر ہم اس دیوار کو ڈھونڈ کر پہچان سکیں تو یاجوج اور ماجوج کو ڈھونڈ لینا اور شناخت کرنا بھی ممکن ہو جائے گا۔

قرآن میں ذوالقرنین کی داستان جس طرح بیان ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دارایوش※ اوّل تھا تاہم اسلامی دور کے مؤرخین اسے " سکندر اعظم " کہتے ہیں اور اس کا نام " شاہ سکندر " رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن پاک کے مطابق ذوالقرنین کو خدا کی طرف سے وحی پہنچی تھی ' اور سکندر باوجودیکہ وہ ایک بہت بڑا فاتح تھا ایک بڑا مذہبی آدمی یقیناً نہیں تھا ' پس یہ فرض کر لینا غلط ہو گا کہ ایسے آدمی پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہو گی۔ درحقیقت " شاہ سکندر " ایک فارسی نام ہے ' یونانی نہیں جیسا کہ " الیگزینڈر " ہے۔ اس موضوع پر قرآن یہ کہتا ہے :۔

وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ مِّنْہُ ذِکْرًا ۝ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝

ترجمہ :۔ " اور اے محمدؐ ' یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہو ' میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے ' اس نے پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا سر و سامان کیا۔"

(قرآن ۸۳-۸۵ : ۱۸)

اوپر کی آیات سے ظاہر ہے کہ سکندر اعظم ' ذوالقرنین نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرتؐ سے اس کے متعلق پوچھنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکندر اعظم کی داستان اور اس کی فتوحات کو اس وقت کی دنیا پہلے ہی اچھی طرح جانتی تھی اور بالیقین جن معاملات سے آدمی پہلے ہی اچھی طرح واقف ہوں ان پر سوال پوچھنے اور خاص طور پر سندِ نبوّت کے امتحان کے طور پر کوئی سوال دریافت کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ جہاں تک اس کے سفر کا تعلّق ہے ' قرآن یہ کہتا ہے :۔

حَتّٰیٓ اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِہِمَا قَوْمًا لَّا یَکَادُوْنَ یَفْقَہُوْنَ قَوْلًا ۝

ترجمہ :۔ " یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔"

(قرآن ۹۳ : ۱۸)

جس مقام کا ذکر ہوا ہے※ وہ روسی اور ایرانی سلطنتوں کی سرحد ہے ' اور

※ ایرانی تلفظ میں خورس یا خسرو

※ مولانا مودودی نے بھی یہی تفسیر کی ہے ' ملاحظہ ہو تفہیم القرآن کی جلد سوم ' صفحہ ۴۶ (مترجم)

اس نکتے کا مطلب کہ وہ قوم مشکل سے کوئی بات سمجھتی تھی، یہ ہے کہ وہ لوگ فارسی زبان کو نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بات جغرافیائی تاریخ سے مطابقت رکھتی ہے۔

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○

ترجمہ: "ان لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین، یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟" (قرآن ۱۸:۹۴)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ (یاجوج اور ماجوج) بڑی وحشی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ○

ترجمہ: "اس نے کہا" جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو" آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ۔ حتیٰ کہ جب یہ آہنی دیوار بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا "لاؤ، اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا" (یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج و ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آ سکتے تھے، اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا "یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ مگر جب میرے رب کے وعدے کا وقت قریب آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا، اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔" (قرآن ۹۵-۹۸: ۱۸)

یاجوج اور ماجوج، جن کا ذکر مندرجہ بالا آیات میں آیا ہے، بائبل میں واضح طور پر یورپی اقوام شناخت کی گئی ہیں (پوری وضاحت اس باب کے آخر میں ہے) اور ذوالقرنین داریوس اول (خسرو اول) ہے، فارس کا مشہور شہنشاہ اور نبی اور زرتشت کے مذہب کا حقیقی پیروکار (قریباً ۵۲۱-۴۸۵ ق م) جو سکندر اعظم سے ۱۶۲-۱۵۶ برس پہلے گزرا ہے۔

جس بند یا دیوار کا ذکر آیت ۹۶ میں آیا ہے، وہ دیوار کوہ قاف کا سمندر کی طرف کا آخری سرا ہے اور اسے "سد سکندری" بھی عام طور پر کہتے ہیں۔ یہ بحیرہ کیسپین کے جنوب میں ہے۔ یہ دیوار کوئی پچاس میل لمبی، زیادہ سے زیادہ انتیس فٹ اونچی اور قریباً دس فٹ چوڑی ہے۔ اپنے متعدد آہنی دروازوں اور بے شمار حفاظتی برجوں کے ساتھ یہ دیوار کسی زمانے میں ایرانی سرحد کے لئے عظیم دفاعی پشتے کی حیثیت رکھتی تھی۔ جن پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ آرمینیا اور آذربائیجان میں واقع ہیں۔

آیت ۹۸ ظاہر کرتی ہے کہ یہ بند محض عارضی تھا اور یہ کہ ایک وقت آئے گا جب یہ لوگ (یاجوج اور ماجوج) آزاد ہو جائیں گے اور بالآخر یہ دفاعی بند زمین بوس ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی آزادی اور اس کے بعد ان کے عروج اور اقتدار کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ○

ترجمہ: "جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ نکل پڑیں گے اور وعدۂ برحق کے پورا ہونے کا وقت قریب آ لگے گا" (قرآن ۲۱:۹۶)

اس کے بعد، مندرجہ ذیل آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ جب یہ لوگ آزاد ہو جائیں گے تو یہ عیسائیت کو اپنے مذہب کے طور پر اختیار کر لیں گے۔ ان میں ان لوگوں کے کفر اور خدا پر یقین کے فقدان کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی زندگی سے ان کی محبت، ان کی مادی سرگرمیوں، اور ان کے دنیا میں پہلی عظیم صنعتی اقوام ہونے کا ذکر بھی ہے۔ علاوہ ازیں، قرآن کی اٹھارہویں اور بعض دیگر سورتوں میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ اقوام صنعتی طور پر کیا کیا تیار کریں گی اور یہ کہ ان کی صنعتی ایجادات دنیا میں عظیم تباہی لانے کا سبب بنیں گی۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ○ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ○ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ○ أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ○

ترجمہ: "تو کیا یہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے، یہ خیال رکھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں؟ ہم نے ایسے کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ اے محمدؐ، ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔" (قرآن ۱۰۲-۱۰۵: ۱۸)

قرآن کی ایک اور سورت میں ہمیں بتایا گیا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ○ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ○

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت بیہودہ بات ہے جو تم لوگ گھڑ لائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں، اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا۔ رحمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔" (قرآن ۸۸-۹۲: ۱۹)

یہ درحقیقت نہایت سخت بیان ہے، لیکن یہی وہ انداز ہے جس میں قرآن نے عیسائی اقوام کو انتہائی کڑی تنبیہہ کی ہے۔

یورپین بطور عظیم تاجر پیشہ اقوام

اس مسئلہ کے ایک اور پہلو کی طرف رجوع کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے :-

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○

ترجمہ :- "کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی نشانیوں میں سے تھے ؟" (قرآن ۹ : ۱۸)

اس آیت کے پہلے حصّے میں غار کا ذکر ہے ، اور اگر ہم یورپی اقوام (ٹیوٹانک، اینگلو سیکس اور سلیوونک) کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یہ غاروں میں رہنے والے لوگ تھے حتیٰ کہ رومیوں نے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں غاروں سے باہر لا کر رومی تہذیب کے معیار تک مہذب بنا دیا ۔ یہ لوگ محض ستر پوشی کے لیے چند چیتھڑے پہنا کرتے تھے جبکہ مشرق میں لوگ قیمتی ریشم اور اطلس کے ملبوسات استعمال کرتے تھے ۔ —— اور نقرئی برتنوں میں کھانا کھاتے تھے ۔ آج بھی مغربی ممالک میں آثارِ قدیمہ کے متلاشی اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر زیرِ زمین غاروں کے اندر غاروں میں رہائش رکھنے والے قدیم باشندوں کے آثار ڈھونڈنے کے لیے داخل ہوتے رہتے ہیں ۔

قرآن پاک کی اس سورت (سورۃ ۱۸) سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ غاروں کی نگہبانی اور رفاقت کے لیے ان کے ساتھ کتے ہوتے تھے اور اس کا ثبوت آج ان یورپی اقوام کا کتوں سے والہانہ پیار اور اُنس ہے ۔ بڑی بڑی خیراتی تنظیمیں ان جیوانوں کے لیے وسیع رقومات جمع کرنے کے لیے قائم کی جاتی ہیں ، بعض ظریف مزاج اور خبطی دولت مند ایک وسیع رقم بلکہ اکثر اوقات اپنی ساری دولت اپنی موت کے بعد کتوں کی بہبود کے لیے وقف کر جاتے ہیں ۔ بہت سے لوگ اپنی رقم یتیموں ، بیماروں ، لنگڑوں لولوں اور اندھوں کی بہبودی کے لیے خیرات خانوں کی بجائے جانوروں کی بہبودی کے لیے قائم شدہ خیرات خانوں کو دینا پسند کرتے ہیں ۔ اگر بوڑھے لوگ ، ٹھنڈ ، بھوک یا لاپرواہی سے مر جائیں تو یہ محض ایک " افسوسناک " بات ہوتی ہے ۔ لیکن اگر کوئی کتا اس بدقسمتی کا شکار ہو تو یہ ایک " شرمناک " بات ہوتی ہے اور اسے ریڈیو ، ٹیلی ویژن اور پریس کے ذریعے لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جاتا ہے ۔ چنانچہ یہ لوگ اس حد تک اپنے کتوں سے محبت کرتے ہیں ۔

دوسری توجیہہ عیسائی مذہب اور ان کی خانقاہوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ کیونکہ بہت قدیم ایام میں انہوں نے ترکِ دنیا کر کے ، اپنے دشمنوں کے خوف سے غاروں میں رہنا شروع کر دیا تھا ۔ آج بھی ایسی خانقاہیں ملتی ہیں جو زیادہ تر ویران اور الگ تھلگ مقامات میں واقع ہیں ۔ عیسائیت کے راہبانہ نظام کی ابتدائی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک کی یہ آیت خانقاہوں میں رہنے والے انہی راہبوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔

اس آیت کا دوسرا حصّہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب یہی لوگ دنیاوی عیش و آرام کی خاطر اپنے دین کو بالکل ترک کر دیں گے اور دنیا کی عظیم تجارتی اور کاروباری قومیں بن جائیں گی ، کیونکہ آیت ان کے نقشِ تحریر (عربی لفظ رقیم*) کا تذکرہ کرتی ہے جس سے مراد تجارتی لین دین کی کتابت ہے ۔

اس آیت میں اللہ ہم سے سوال کرتا ہے کہ آیا ہمارے خیال میں یہ اس کی کسی بڑی نشانیوں میں سے ہیں ۔

لاریب ، اس وقت جو ثبوت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ، اس کی بنا پر ہم جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ مغربی دنیا کی موجودہ چال ، کوئی حیرت انگیز چیز ہونے کی بجائے انسانی تہذیب کے وقار کی توہین ہے ۔ قرآن حکیم کی زبان میں وہ قومیں ہیں جو مکمل طور پر دنیاوی اشغال میں کھوئی ہوئی ہیں ۔

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○

ترجمہ :- " وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک بنا رہے ہیں ۔" (قرآن ۱۰۴ : ۱۸)

مندرجہ بالا آیت میں قرآن یورپی اقوام کا بحیثیت طاقتور صنعتی قوموں کے ذکر کرتا ہے جو فطرت کی تسخیر کی کوشش کریں گی اور بالآخر اپنے ہاتھوں سے تمام دنیا پر عظیم تباہی نازل کریں گی ۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت اور حضرت محمد صلعم کی بعض حدیثیں ہمیں یہ اشارہ بہم پہنچاتی ہیں کہ یہ قومیں کیا چیز تیار کریں گی ، جس طرح کہ ہم آج صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں ۔ ذرائع سفر کے بارے میں قرآن فرماتا ہے :-

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○

ترجمہ :- " اور جب اُونٹ ترک کر دیئے جائیں گے ۔" (۴ : ۸۱)

اس آیت کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت محمدؐ نے فرمایا کہ ایسا وقت آئے گا جب لوگ اونٹوں اور گدھوں کی جگہ نسبتاً تیز رفتار ذرائع آمد و رفت کا استعمال کریں گے ، جیسا کہ موجودہ دور میں ہو رہا ہے ۔ (مشکوٰۃ المصابیح - ۵ : ۲۶)

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○

ترجمہ :- " اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کے بطن سے برآمد ہونے والی (اولاد) کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور اُن کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنا دیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں " (۴۲ - ۴۱ : ۳۶)

اس سورت (۳۶) کی اکتالیسویں آیت میں ان بحری جہازوں کا ذکر آیا ہے جن پر لوگ سفر کریں گے ۔ اور ان جہازوں کا علم لوگوں کو نزولِ قرآن کے وقت بھی تھا ۔ لیکن بیالیسویں آیت میں " اِن جیسی کشتیوں " کا ذکر آیا ہے ۔ یہ بڑی کشتیاں یا جہاز ، آبدوزیں اور دیگر ایسے بحری جہاز ہیں ، اور یقیناً یہ وہ جہاز بھی ہیں جو انسان کو ہوا میں اُٹھائے پھرتے ہیں ۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○

ترجمہ :- " اے گروہِ جن و انس اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو ۔ نہیں بھاگ سکتے ۔ اس کے لیے بڑا زور چاہیئے ۔" (قرآن ۳۳ : ۵۵)

یہ آیت واضح طور پر مستقبل کی نسلوں اور خلائی سفر میں ان کی پیش رفتگیوں کی (جو ہم آج وقوع پذیر ہوتے دیکھ سکتے ہیں) پیشینگوئی کرتی ہے ۔ جس طرح کہ اس آیت کا آخری حصّہ واضح کرتا ہے :- " تم نہیں بھاگ سکتے (یا گذر سکتے) مگر طاقت کے ساتھ "۔ پس انسان کامیاب ہو گا یا ناکام ، یہ خدا کی مرضی پر منحصر ہے ۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ○

ترجمہ :- " تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا

* مولانا مودودی نے اسے "کتبے والے" لکھا ہے جو کہ مصنف کے مفہوم سے مختلف ہے ۔ یہ خدا کو علم ہے کہ کونسی تفسیر زیادہ درست ہے ۔ [illegible] (مترجم)

تم مقابلہ نہ کرسکو گے ۔" (قرآن ۵۵ : ۳۵)

چنانچہ یہ آیت جدید جنگی اسلحہ، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی طرف اشارہ کرتی ہے اور جس طرح کہ سب جانتے ہیں ہم ان ہتھیاروں کے سامنے اپنا دفاع نہیں کرسکیں گے ۔

کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ قرآن اس معاملہ پر زیادہ کھل کر کیوں نہیں بولتا، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس زمانے کے لوگ (جب قرآن نازل ہوا) پیچیدہ ادبی رنگ ڈھنگ نہیں رکھتے تھے اور اس طرح کی پیشین گوئی کو غلط معنی پہنائے جاسکتے تھے، اور قرآن اسی سلسلے میں اپنے پڑھنے والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی تمثیلی زبان اور علمی آیات کی، جب تک ایسی پیشین گوئیاں کسی نہ کسی صورت میں پوری نہ ہوجائیں، تفسیر بیان کرنے سے احتراز کریں :۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ :۔" وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری ۔ اس کی کچھ آیات واضح ہیں، وہ کتاب کی اصل ہیں ۔۔ اور دوسری وہ ہیں جو تمثیلی ہیں ۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے تمثیلی پہلو کے پیچھے لگے رہتے ہیں، گمراہی پھیلاتے ہیں اور انہیں اپنے ذاتی معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ کوئی نہیں جانتا اس کی صحیح تاویل مگر اللہ اور وہ جو راسخ ہیں علم کے اندر ۔ وہ کہتے ہیں :۔۔ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت نہیں ماننے مگر سمجھ بوجھ والے ۔" (قرآن ۷ : ۳)

چنانچہ، جب تک قاری مفہوم پوری طرح نہ سمجھتا ہو، اُسے کسی قسم کی تاویل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ۔ اسے یہ فرض ان پر چھوڑ دینا چاہیئے جو اپنے زمانے کے حالات کی روشنی میں تفسیر بیان کرنے کے قابل ہوں گے ۔

تاہم کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ ان تمثیلی آیات کی تاویل بالکل ہی ناممکن ہے اور یہ کہ ان کے معنی فقط اللہ کو معلوم ہیں ۔ لیکن دوسری طرف خدا یہ کہتا ہے کہ قرآن کتاب مبین ہے اور تمام بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی راز یا اسرار نہیں ہے ۔ انسان کا کام صرف اس کا مطالعہ اور اس پر غور و خوض کرنا ہے اور مطلب اس پر واضح ہوجائے گا خواہ وہ اس دنیا کی زندگی سے متعلق ہو یا دوسری دنیا کی زندگی سے متعلق ۔

قرآن پاک کے مطابق ہر انسانی پود کو اس کی آیات دیکھنا اور واضح کرنا چاہئیں :۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝

ترجمہ :۔ ال ر ۔ کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں ۔ ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے" (قرآن ۱ : ۱۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی تمثیلاتی زبان کی، غور و خوض کے ساتھ سب اصحاب علم و دانش تفسیر کرسکتے ہیں ۔

یہاں میں اپنے مسلمان قارئین کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ حدیث، اور قرآن کے ابتدائی مفسرین اور حضور اکرمؐ کے سوانح نگاروں کے مطابق جب آپؐ پر لگاتار وحی نازل ہورہی تھی تو آپؐ کا ذہن اس اندیشہ اور پریشانی میں مبتلا رہتا تھا کہ آپ کے پیروکار کیسے ان عمیق آیتوں کو سمجھیں گے اور ان کی تفسیر کریں گے اور کس طرح وہ ان آسمانی پیغامات کو جمع کرکے آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے ۔ (یہاں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن پاک، تھوڑا تھوڑا کرکے، مختصر آیات کی صورت میں کبھی طویل سورتوں کی شکل میں، آپؐ پر تیئیس برسوں میں اترتا رہا) تاہم اللہ نے آپؐ کو اطمینان دلایا اور تسلی دی کہ ان کی پریشانی اور خدشات غیر ضروری تھے اور یہ کہ ان کا فریضہ فقط پیغام الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا تھا ۔ اللہ خود اس کا اہتمام کرے گا کہ مستقبل کی نسلیں ان آیات کا مفہوم اور معنی سمجھ سکیں گی جب ان کا علم ایک ترقی یافتہ مرحلے پر پہنچ جائے گا :۔

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

ترجمہ :۔" اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں اس طرح جھٹلا چکی ہیں اور رسولؐ پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے علاوہ کوئی ذمہ داری نہیں ہے ۔" (قرآن ۱۸ : ۲۹)

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ

ترجمہ :۔" اے نبی، اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے ۔"

(قرآن : ۱۹، ۱۸ اور ۱۶ : ۷۵)

قرآن حکیم کے ذاتی مطالعہ کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی آیات کی ایک کثیر تعداد کی اس جدید دور میں تاویل مشکل سے ہوسکتی ہے ۔ ممکن ہے آنے والی نسلیں ان کی تفسیر کرنے اور ان کے حقیقی معنی سمجھنے کے قابل ہوسکیں ۔ کیونکہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اب آسمان سے کوئی کتاب نہیں اترے گی، لہٰذا اس دنیا کے ختم ہونے تک قرآن کی تفسیر نسل در نسل کی جاتی رہے گی ۔ یہ ایک جملہ معترضہ تھا ۔ اب میں موضوع زیر بحث کی طرف دوبارہ آتا ہوں ۔

عیسائیوں کی باہم نفرت اور عداوت

قرآن کے مطابق عیسائی اقوام کے درمیان زبردست نفرت اور دشمنی پائی جائے گی کیونکہ انہوں نے آسمانی عہد نامے کے ایک حصہ کو نظر انداز کیا ہوا ہے ۔ قرآن کے الفاظ ہیں :۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ص فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝

ترجمہ :۔" اور ان کے ساتھ، جو کہتے ہیں : ہم عیسائی ہیں، ہم نے ایک اقرار نامہ (میثاق) کیا لیکن انہوں نے اس میثاق کا ایک حصہ نظر انداز کیا جس پر ان کو تنبیہہ کی گئی ۔ پس ہم نے ان کے درمیان قیامت تک دشمنی اور نفرت پیدا کردی ۔ اور اللہ بہت جلد ان کو اپنے کئے (نتائج) کے متعلق آگاہ کردے گا ۔" (قرآن ۱۴ : ۵)

ان کی باہمی کشمکش اس حد تک بڑھے گی کہ ۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۙ

ترجمہ :۔ "اور اس روز ہم ان میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں اور صُور پھونکا جائے گا اور ہم سب کو ایک ساتھ جمع کریں گے۔" (قرآن ۹۹ : ۱۸)

اس آیت سے صاف عیاں ہے کہ یہ قومیں ایک دوسری کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گی اور دنیائے فوائد کے حصول کے بعد ایک دوسری کو فنا کرنے کے لئے پل پڑیں گی۔

نُفِخَ فِي الصُّوْرِ

"صُور پھونکا جائے گا۔" (قرآن ۹۹ : ۱۸)

اس سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے کہ بڑی کشمکش کے بعد جنگ کی تباہی اور باہمی عداوت ان کے لئے آخری تنبیہ ثابت ہوگی اور جیسا کہ قرآن کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، "ہم سب کو ایک ساتھ جمع کریں گے"۔ وہ آپس میں متحد ہو جائیں گی۔ مندرجہ بالا آیتیں خود آنحضرتؐ نے بھی واضح فرمائی تھیں۔ چنانچہ حدیث میں اس طرح آیا ہے :۔

"ان کے خلاف جنگ کرنے کی کسی کے پاس طاقت نہ ہوگی۔"

(صحیح مسلم ۲۰ : ۵۲)

ایک دوسری اطلاع کے مطابق "وہ تمام دنیا کے ذخیرۂ آب کو پی جائیں گے" (کنز العمال۔ جلد ہفتم صفحہ ۲۱۷۷) اور پھر "اللہ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے بندوں میں بعض ایسے بھی پیدا کئے ہیں جن کو میرے سوا کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔" (کنز الاعمال جلد ہفتم۔ صفحہ ۳۰۲۱) ۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ دورِ حاضر کی یورپی اقوام پر کوئی بیرونی طاقت غلبہ حاصل نہیں کر سکتی اور یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ یہ قومیں گروہوں میں بٹ جائیں گی اور ایک دوسرے کے خلاف بپھری ہوئی موجوں کی طرح یلغار کریں گی۔ اور جیسا کہ ہم آج دیکھ سکتے ہیں، یورپی اقوام، درحقیقت دو بڑے بلاکوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ایک گروہ ابھی تک صلیب اپنی گردن سے لٹکائے پھرتا ہے اور دوسرا گروہ الحاد اور دہریت کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں رکھتا۔ ان کی باہمی دشمنی اور نفرت اس نکتے پر پہنچ چکی ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں ان کے اڈے قائم ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خوفناک ہتھیاروں کے ساتھ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لئے "بٹن" دبانے پر تیار ہیں۔ یہ وہ تنبیہ ہے جس کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے :۔

هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ "وہ ہر اونچی جگہ سے باہر ابل پڑیں گے" (قرآن ۹۶ : ۲۱)

کیسی حیرتناک بات ہے کہ ہم قرآن کی چودہ سو برس قبل کی پیشین گوئیوں کو آج پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

یقیناً یہ حقائق، ہمارے پیغمبرؐ نے بائبل سے نہیں لئے تھے، جیسا کہ بعض عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کا خیال ہے۔ بلکہ یہ نکتہ خود حضرت یسوعؑ نے بھی اچھی طرح واضح کر دیا ہے :۔

"قوم قوم کے خلاف اور سلطنت سلطنت کے خلاف یورش کرے گی اور مختلف مقامات پر قحط، وبائیں اور زلزلے آئیں گے۔ یہ تمام (نشانیاں) الیموں کا آغاز ہوں گی۔"

(متی ۔ ۸-۷ : ۲۴)

اور قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے :۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۙ

ترجمہ :۔ اور وہ دن ہوگا جب ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے۔" (قرآن ۱۰۰ : ۱۸)

لاریب، ہم یہ دوزخ، میل ہا میل تک آگ اور دھوئیں کے ستونوں کی صورت میں پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں دیکھ چکے ہیں۔ لیکن کون اور کیا چیز تیسری جنگِ عظیم کے جہنمی نظارہ کی وحشتناک وسعتوں سے سلامت باقی رہ سکے گی؟

۔ "یہ خداوند خدا کا اپنا کلمہ ہے :۔ میں ماجوج پر آگ کو بھیجوں گا اور ان سب پر جو جزیروں اور ساحلوں پر خاموش زندگی گزارتے ہیں، اور وہ جان لیں گے کہ میں خداوند ہوں۔" (حزقی ایل ۶ : ۳۹)

مندرجہ بالا اقتباس بائبل سے ماخوذ ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ماجوج اور دجّال (ٹیوٹانک نسل) کے جزائر اور ساحلوں سے، برطانوی جزیرے اور سکینڈے نیوین ممالک بشمول فرانس اور جرمنی مراد ہیں۔ اور کون سے جزیرے اور ساحل ہو سکتے تھے؟ کیونکہ یورپ میں دوسرے جزائر اور سواحل کون سے اور کہاں ہیں جہاں کے لوگ بطور ایک بڑی طاقت کے قابلِ ذکر ہوں جیسا کہ برطانیہ اور ساحلی ممالک کے باشندے کر رہے ہیں اور جو دن بدن اخلاقی طور پر ہر قید و بند سے آزاد ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی نئی نسل ہر قسم کے اخلاق سے عاری اور راوندی نفس پرستیوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ خدا کے بارے میں ان کا غلط اور مشرکانہ عقیدہ (تثلیث) بھی تیزی سے ختم ہو رہا ہے اور اخلاقی بے راہروی اور دہریت اس کی جگہ لے رہی ہے حتیٰ کہ لواطت جیسے غیر فطری رویے کو برطانوی پارلیمان نے قانونی طور پر جائز قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ ایسا قابلِ حقارت اور قبیح فعل ہے جس پر خدا نے قوم لوط کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تھا۔ اور یہ جزائر کے بے لگام لوگوں کی بدکاریوں کا ایک انتہائی ٹھوس ثبوت ہے۔ اخلاق اور حیا میں یقین رکھنے والے غیر فطری جنسی عادات کی اس انتہائی شنیع اور گھناؤنی شکل (جس کا اس ملک کے اخبارات میں بڑا چرچا رہتا ہے) کے قانونی طور پر جائز ٹھہرنے پر انگشت بدنداں اور سرگریباں ہیں۔

اس مجرمانہ قانون سازی کی ایک اور مثال "قانونِ اسقاط" ہے۔ اس کے تحت عورتوں کے لئے، کسی قسم کی تمیز یا حیل و حجت کے بغیر، سرکاری ہسپتالوں میں جا کر اپنے حمل ساقط کرانا قانوناً جائز ہے۔ اور ہر سال اس قسم کے اوسطاً ایک لاکھ سے اوپر آپریشن کئے جاتے ہیں۔ اور بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ سکول کی کم عمر لڑکیاں بھی اپنے حمل ختم کرانے کے لئے آتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ حرام ولادتوں کا تناسب کم کیا جا سکے۔ اور جزائر کے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ریاست اسرائیل کو، عربوں سے دوغلی چال چل کر، جنم دیا۔ پہلے انہوں نے عربوں سے آزادی کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ ترکوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں۔ جب انہیں جنگ میں کامیابی ہو گئی تو عربوں کو دھوکہ دے کر انہیں غلام بنا لیا۔ اسرائیلی ریاست کے قیام اور اس کی حمایت کی وجہ ان کی یہودیوں سے کسی قسم کی محبت نہیں بلکہ اسلامی ممالک کو اپنی گرفت میں رکھنا ہے جہاں ان کے اہم قومی مفادات پائے جاتے ہیں، اور سب سے زیادہ اس لئے کہ یہ ماضی میں مسلمانوں اور خاص طور پر عربوں کی طاقت اور اقتدار کو بھولنے سے قاصر ہیں۔

(یاجوج اور ماجوج کے بارے میں پوری وضاحت کے لئے آئندہ صفحات اور دجّال کی تشریح کے لئے باب ۵، ۶، اور ۷ ملاحظہ کریں)

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۟

ترجمہ :۔ "جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سننے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔" (قرآن ۱۰۱ : ۱۸)

یہ لوگ اپنی مادی کامیابیوں اور آسائشوں پر اس قدر نازاں ہیں کہ ان کے پاس اللہ اور اس کے پیغاموں کے لئے وقت ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ بھول گئے ہیں کہ :۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

ترجمہ :۔ "واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان کو آزمائیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والے ہیں۔" (قرآن ۷ : ۱۸)

یہ آیت زمین کی زینتوں اور آرائشوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں دیکھی جانے والی دیو قامت اور حیرت انگیز عمارات اور تعمیرات اس نکتہ کو ثابت کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی اور خوبصورت اور وسیع وعریض چیزیں دورِ جدیدہ کا انسان تیار کر رہا ہے تاہم اگر تیسری جنگِ عظیم شروع ہو جائے تو ایسی تباہی نازل ہوگی کہ یہ عظیم تعمیرات بھی دھماکے کے سامنے قائم نہیں رہ سکیں گی اور سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ قرآن میں یہ نکتہ کیسی صراحت سے بیان ہوا ہے :۔

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝

ترجمہ :۔ "اور یقیناً ہم اس سب کو ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ (قرآن ۸ : ۱۸)

اور قرآن پاک ہمیں مزید یہ بتاتا ہے کہ اس تباہی کے بعد یہ قوم پھر کبھی زمین پر برسرِ اقتدار نہ آئے گی۔ جس طرح کہ مندرجہ ذیل آیت میں (جو یاجوج اور ماجوج سے متعلق ہے) ہمیں بتایا گیا ہے :۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

ترجمہ :۔ "اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو وہ پھر پلٹ سکے۔" (۹۵ : ۲۱)

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

ترجمہ : (وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجد و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی — قرآن ۱۰۴ : ۱۸)

اور یہ تباہی ہمیشہ انسان کی اپنی بدکاریوں کا نتیجہ ہوتی ہے :۔

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ

(اے انسان، جو کچھ بھی مصیبت تجھ پر نازل ہوتی ہے، وہ تیرے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے — قرآن ۳۰ : ۴۲)

قرآن اور یاجوج اور ماجوج

(یورپی اقوام ہی یاجوج اور ماجوج ہیں)

بائبل میں یاجوج و ماجوج کا ذکر واضح الفاظ میں آیا ہے اور جیسا کہ جدید انگلش بائبل (آکسفورڈ اینڈ کیمبرج یونیورسٹی پریس — ۱۹۷۰ء) کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے، ان کی تشخیص کے بارے میں کوئی شبہ نہیں چھوڑا گیا :۔

"خداوند کے یہ الفاظ میری طرف تھے : اے انسان، یاجوج کی طرف دیکھ، شہزادہ، روش، مسک اور توبل کا، ماجوج کی سرزمین میں، اور اس کے خلاف پیشین گوئی کر۔ تو کہہ، یہ خداوند خدا کے الفاظ ہیں : میں تمہارے خلاف ہوں، یاجوج، روش، مسک اور توبل کے شہزادے۔ میں تمہیں پلٹ کر رکھ دوں گا، تمہارے جبڑوں میں کیل ٹھونک دوں گا ....." (حزقی ایل ۴ - ۱ : ۳۸) یہاں یاجوج کا صاف ذکر آیا ہے اور یہ وہی قرآن والا یاجوج ہے۔ اسے "روش، مسک اور توبل کا شہزادہ"، کہا گیا ہے اور ماجوج کے لئے صرف "ماجوج کی سرزمین" کا ذکر آیا ہے۔

ایک اور جگہ بائبل میں :۔

"اور تم اے شخص، یاجوج کے خلاف بشارت دو، یہ ہیں الفاظ خداوند خدا کے : میں تمہارے خلاف ہوں، یاجوج، روش، مسک اور توبل کے حکمران! میں تمہیں الٹ پلٹ کروں گا اور ہانک دوں گا، میں تمہیں شمال بعید کے گوشوں سے نکال لاؤں گا ..... اور یہ اس دن وقوع پذیر ہوگا کہ میں یاجوج کو اسرائیل میں مقابر کے پاس ایک جگہ دوں گا ....."

(حزقی ایل ۲-۱ : ۳۹)

یہاں "شمال کے دور دراز گوشوں" کے متعلق اشارہ نہایت دلچسپ ہے کیونکہ اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ "مسک" یا ماسکو یروشلم کے شمال میں واقع ہے۔

بائبل میں مذکور تین نام ہیں :۔ روس یا روش، مسک یا ماسکو، اور توبل یا توبالسک۔ جبکہ روس ملک کا اور ماسکو اس کے دارالحکومت کا نام ہے، ماسکو اور توبل دو دریاؤں کے نام ہیں جو کوہ قاف کے شمال میں واقع ہیں۔ ایک پر شہر ماسکو آباد ہے اور دوسرے پر توبالسک۔ یہ دونوں روس کے مشہور شہر ہیں۔

"سرزمین اسرائیل میں قبروں" کا ذکر آج کل کی بین الاقوامی صورتِ حال کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ اینگلو سیکسن اور روسی اقوام (یاجوج اور ماجوج) اسرائیل کے تنازعہ میں اُلجھی ہوئی ہیں اور اس اُلجھاؤ کے نتیجہ کے طور پر اپنی تباہی کو اپنے قریب بلا رہی ہیں اور اپنی قبر آپ کھود رہی ہیں۔

اس واضح بیان کے بعد یاجوج کی پہچان میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ اور یہ وہی یاجوج و ماجوج ہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ یاجوج سے مراد یورپ کی مشرقی حصے کی اقوام ہیں اور ماجوج سے مراد یورپ کے مغربی حصے کی اقوام ہیں۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ کبھی یہ دونوں قومیں ایک ہی سرزمین میں آباد تھیں اور یہ بھی واضح ہے کہ یاجوج و ماجوج ان دونوں قوموں (نسلوں) کے آباؤ اجداد تھے — یورپی باشندوں کا دو بڑی نسلوں سے تعلق ہے' :- ایک سلیوانک مشرقی یورپ میں بشمول روس، اور دوسری ٹیوٹانک مغرب میں — جرمنی، فرانس، برطانیہ، اسکنڈے نیویا، امریکہ اور دوسرے ممالک جہاں سفید رنگت کے لوگوں کی اکثریت ہے — یہ دونوں گوری نسلیں ہیں اور بہت قدیم زمانے میں دونوں نسلوں کے لوگ آپس میں ملتے جلتے اور ایک دوسرے میں شادیاں بھی کرتے تھے، بالکل اسی طرح جیسے آج کل یہ کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو :- انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

لندن کے مشہور و معروف گلڈ ہال کے عین سامنے یاجوج و ماجوج کے دو بڑے مجسّمے کھڑے ہیں اور یہ وہاں قدیم زمانے سے چلے آ رہے ہیں۔ اس سے برطانوی جزائر میں آباد باشندوں کے قدیم آباؤ اجداد سے ان کے تعلق پر روشنی پڑتی ہے، ورنہ ان قدیم مجسّموں کے اس طرح محترم سمجھے جانے اور گلڈ ہال جیسے قدیم اور اہم ترین ہال (جہاں جلسے منعقد ہوتے ہیں) کے سامنے نمایاں جگہ پر اس طرح رکھے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کیمبرج میں دو پہاڑیاں جوج اور ماجوج کے نام سے موسوم ہیں۔ ان مجسّموں اور ان کی اہمیت کے متعلق اس باب کی ابتداء میں حوالہ دیا جا چکا ہے، جبکہ انہیں سر ونسٹن چرچل نے دوبارہ موجودہ مقام پر قائم کیا تھا۔

اگر بائبل میں یاجوج و ماجوج کے متعلق حوالہ کو لندن گلڈ ہال کے مجسّموں اور کیمبرج کی دو پہاڑیوں کے ناموں کے تاریخی ثبوت کے ساتھ یکجا کیا جائے تو اس امر

میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ دونوں نام (جیسا کہ بعض یورپی دانشور سمجھتے ہیں) فرضی یا افسانوی نہیں ہیں بلکہ یورپ کی دو نہایت اہم اور طاقتور قدیم نسلیں ہیں جو مقررہ وقت پہ "ہر بلند مقام سے نکل پڑیں گی" (قرآن ۹۶ : ۲۱) اور بالآخر دنیا کی تمام دوسری قوموں پر غلبہ پاکر انہیں غلام بنالیں گی۔ یہ غلبہ نہ صرف ان کی جسمانی اور مادی قوت کی بدولت ہوگا بلکہ سائنسی اور فنی برتری کی بنا پر بھی۔

قرآن پاک ان یورپی اقوام کے غلبے اور مسلمان اقوام کے زوال کے بارے میں کھل کر خبردار کرتا ہے اور لاریب یہ قرآن کی صداقت اور اسلام کی سچائی کا بھی ایک ٹھوس ثبوت ہے۔ یہاں اپنے قارئین کو ان دو نسلوں کے بارے میں مزید ایک یا دو باتوں کی یاددہانی کرانا چاہوں گا کیونکہ یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ اگر یہ لوگ واقعی یاجوج وماجوج ہیں تو پھر گذشتہ صدیوں میں ان کی شناخت کیوں نہیں کی گئی؟

اس کی ایک سیدھی سادی توضیح یہ ہے کہ اگر ہم دوسری نسلوں کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ان نسلوں نے اب تک اپنے قدیم نام برقرار رکھے ہیں، گو کچھ نسلوں نے اپنے ناموں میں معمولی سی ترمیم کرلی ہے لیکن اس حد تک نہیں جس حد تک کہ ان یورپی اقوام نے، جن کے قدیم نام جوج ماجوج ان ادوار میں بدل کر کبھی سلاو اور ٹیوٹان ہوئے کبھی یہ اینگلو سیکسن اور روسی کہلائے اور آج کل اپنی آئیڈیالوجی کی بنا پر اشتراکی اور سرمایہ پرست کہلاتے ہیں۔

ان کے نام میں ہر تبدیلی، ان کی ترقی میں کسی نئے مرحلے کی آمد سے وابستہ رہی ہے اور ایک دفعہ انہیں نئے نام سے پہچانا اور قبول کرلیا گیا تو ان کے پچھلے نام اور ثقافت کے تمام نشان فراموش کردیئے گئے، چنانچہ یہی اصل وجہ ہے کہ اب انہیں یاجوج اور ماجوج کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ یاجوج و ماجوج کی اصلیت کے بارے میں ساری بحث و تکرار بھی اسی وجہ سے ہے۔

ان کے پس منظر اور دنیا میں ان کے عروج و اقتدار کو دیکھ کر یہ باور کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہی اقوام دراصل یاجوج و ماجوج ہیں۔

علاوہ ازیں، ایک اور انتہائی اہم سربستہ حقیقت جسے ان دو نسلوں کے ضمن میں پیش نظر رکھنا لازم ہے یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو بائبل کی تعلیمات پر کاربند نسلیں کہتی ہیں (اور درحقیقت انہیں اسی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے) لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ کیسے اس طرح کرسکتی ہیں جبکہ بائبل صرف اسرائیل کی اولاد کے لیے بھیجی گئی تھی۔ میرے خیال میں یہ ایک اور اغلب وجہ ہے کہ کیوں آج تک کسی نے (خاص طور پر مسلمانوں نے) ان کی اصلیت کی طرف دھیان نہیں دیا، کیونکہ جب یہ بائبل کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں تو یاجوج و ماجوج کی حیثیت سے ان کی اصل شخصیت نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے۔ میں نے ان نکات کی مزید وضاحت اس باب کے ضمیمہ اور آئندہ صفحات پر کردی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے کسی کے ذہن میں کوئی الجھاؤ یا شبہ پیدا ہو تو وہ مندرجہ بالا توضیح کی اہمیت کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینے سے خود بخود دور ہوجائے گا کیونکہ یہ توضیح پوری کتاب کا نچوڑ ہے۔

ضمیمہ

قرآن پاک کی اٹھارھویں سورت کے دو حصے عیسائیت اور یورپی اقوام کے شروع کے ادوار کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں ان قوموں کے مستقبل، ان کے عروج اور انجام کار تباہی کے متعلق پیشین گوئیاں بھی ہیں:-

- آیت ۹۴ سے ۹۸ تک یہ بتایا گیا ہے کہ یورپی اقوام ہی دراصل یاجوج اور ماجوج ہیں۔
- آیت ۴، ۵ اور ۱۰۲ یہ اشارہ کرتی ہیں کہ ان کا مذہب عیسائیت ہوگا۔
- آیت ۱۰۴ میں ان کا صنعتی طور پر ترقی یافتہ قوموں کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔
- آیت ۷، بتاتی ہے کہ یہ قومیں زمین کو مزین اور خوبصورت کریں گی۔
- آیت ۹۹ اور ۱۰۰، اشارہ کرتی ہیں کہ یہ قومیں دنیا پر بہت بڑی تباہی نازل کریں گی۔
- آیت ۸، اشارہ کرتی ہے کہ ان کے زیب و زینت کے تمام سامان خاک میں ملا دیئے جائیں گے۔

جس طرح کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، تمثیلاتی آیات کی صرف اس وقت کوئی تفسیر کی جاسکتی ہے جب معنی صاف نظر آتے ہوں۔ اب یہ قاری کے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ ان کے معنی ہمارے دور میں کھل کر سامنے آچکے ہیں کہ نہیں۔ قرآن حکیم نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ مغربی عیسائی اقوام کے ہاتھوں ایک عالمگیر آفت نازل ہوگی۔ اب یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر قرآن خاص طور پر ان یورپی اقوام کا ذکر کیوں کرتا ہے؟ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے:۔ فقط اللہ ماضی، حال اور مستقبل سے آگاہ ہے۔ اور وہ جانتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ ایسا وقت آئے گا جب یہ قومیں آزاد ہوجائیں گی اور دنیا کی تمام بلندیوں پر چھا جائیں گی۔ زندگی کی جانب غلط رویئے اور مادی قوت کے ساتھ یہ قومیں دنیا پر اس حد تک غلبہ حاصل کرلیں گی کہ بقول ہادیٔ برحق حضرت محمدؐ: "دنیا کی کوئی قوم ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہوگی" (صحیح مسلم ۲۰ : ۵۲)۔ یہ سب کچھ وہ اپنے مادہ پرستانہ مقاصد کے حصول کے لئے کریں گی لیکن بظاہر خدا کے بندے یسوعؑ کے نام پر ایسا کریں گی لیکن درحقیقت قرآن اور بائبل کی گواہی کے مطابق، پیغمبر یسوعؑ کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ وہ محض اسرائیل کے بچوں کی طرف بھیجا گیا ایک رسول تھا۔ اس کا حوالہ بائبل میں بھی دیکھا جاسکتا ہے:۔

> "ان بارہ حواریوں کو یسوعؑ نے روانہ کردیا اور انہیں حکم دیتے ہوئے کہا، تم پر منع ہے غیر یہودیوں کے طور طریقوں پر چلنا اور اہل سمارہ کے کسی شہر کے اندر داخل ہونا، لیکن اسرائیل کے گھرانہ کی گم شدہ بھیڑ کی طرف ضرور چلے جانا۔"
>
> (متی ۱۰ : ۵-۶)

قرآن حکیم بھی اسی کے متعلق ہمیں تیسری سورت کی آیات ۴۸، ۴۹، پانچویں سورت کی آیت ۷۸ اور تینتالیسویں سورت کی آیت ۵۹ میں بتایا ہے۔ یہ محض چند حوالے ہیں، ان کے علاوہ بھی متعدد حوالے قرآن اور بائبل میں موجود ہیں۔

پانچواں باب
پیغمبر حضرت محمدؐ کی زمانہ حال اور مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں

حضور اکرمؐ نے یاجوج اور ماجوج کو "المسیح الدجال" کہہ کر پکارا۔ دجال کا لغوی مفہوم ہے "جھوٹا" یا "جھوٹوں کا گروہ" یا "مسیح کاذب"

مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجال کے ظہور کی پیشینگوئی کرنے والے آپؐ پہلے نبی نہیں تھے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آپؐ تک ہر نبی نے آخری زمانے میں دجال کی آمد کے متعلق اپنی امت کو متنبہ کیا تھا، لیکن فرق یہ ہے کہ آپؐ نے دجال کی سرگرمیوں اور شخصیت کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے اور کھل کر لوگوں کو بتایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان فرما چکنے کے بعد دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: "میں تمہیں اس سے متنبہ کرتا ہوں اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے اس کے متعلق متنبہ نہ کیا ہو۔ حضرت نوحؑ نے اپنی امت کو متنبہ کیا تھا، لیکن میں تمہیں اس کے متعلق ایسی چیز بتاؤں گا جو پہلے کسی نبی نے

اپنی اُمت کو نہیں بتائی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کی صرف ایک آنکھ ہے جبکہ اللہ کی ایک آنکھ نہیں ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ۔ باب فتنہ)

آنحضرتؐ نے دجالوں کے اعتقادات اور ثقافت کے متعلق بھی بتایا جیسا کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے ۔ انہوںؐ نے ان کے شر سے خود کو بچانے کی تنبیہہ کی اور پانچ وقت کی نمازوں میں اس طرح دعا مانگنے کے لئے فرمایا :-

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

ترجمہ :- "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ اپنی نمازوں میں یہ دعا مانگا کرتے تھے :- اے اللہ، میں تجھ سے عذاب قبر کی پناہ مانگتا ہوں اور المسیح الدجال کے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں" (صحیح بخاری ۔ ۱۴۹ : ۱۰)

دجال کی نشانیاں

لفظ "المسیح الدجال" کے مفہوم کی پوری وضاحت بھی ذرا بعد میں کی جائے گی ۔ آنحضرتؐ کی حدیثیں بے شمار ہیں، ان میں چند جو خاص طور پر دجال سے متعلق ہیں، انہیں میں یہاں نقل کروں گا کیونکہ وہ اس وضاحت میں بہت مفید ثابت ہوں گی ۔

۱ :- "ہمارے رسول حضرت محمدؐ نے اپنی اُمت کو نصیحت فرمائی کہ جب ایسا وقت آ جائے اور وہ سنیں کہ دجال پیدا ہو گیا ہے .... تو انہیں چاہیئے کہ اس وقت سورہ الکہف (غار) کی پہلی اور آخری دس آیات پڑھیں اور وہ دجال کی شرارت امتحان اور فتنوں سے محفوظ رہیں گے ۔ [یہ بہر حال تسلیم شدہ امر ہے کہ قرآن کے ان حصوں کا مطالعہ ان کے معانی و مفہوم سمجھ کر اور ان پر عمل پیرا ہونے کے ارادہ کے ساتھ کرنا ہو گا]
(سنن ابن ماجہ ۳۳ : ۳۶)

کیوں آپؐ نے اپنے پیروکاروں کو قرآن کی یہ بیس آیات پڑھنے کی نصیحت کی ۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ ان آیات میں عیسائیوں کے گمراہ کن عقائد کا ذکر ملتا ہے اور اس لئے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ فتنۂ دجال سے مراد عیسائی قوموں یا مادہ پرست تہذیب کا فتنہ ہے جس کا ہمیں آج کے دور میں سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔

اور اسے "جھوٹا مسیح" اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ فتنہ حضرت یسوع مسیحؑ کی سچی تعلیمات کا مخالف ہے جنہوں نے کبھی "خدا کی اولاد" اور "گناہوں کے کفارہ" کے عقیدہ کا پرچار نہیں کیا تھا ۔ قرآن اس قسم کے بیہودہ عقیدے کے خلاف واضح تنبیہہ کرتا ہے ۔ رسول اکرمؐ کی آمد کا ایک مقصد یہ تھا :-

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝

ترجمہ :- "اور ان لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنا یا ہے"
(قرآن ۴ : ۱۸)

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَآءَ ط

ترجمہ :- "تو کیا یہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے یہ خیال رکھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں ؟" (قرآن ۱۰۲ : ۱۸)

اور مادہ پرستانہ نظریۂ زندگی کے متعلق قرآن فرماتا ہے :-

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

ترجمہ :- "وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ درست بنا رہے ہیں" (قرآن ۱۰۴ : ۱۸)

بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ دجال سے متعلق قرآنی آیتیں پڑھیں اور دجال انہیں سن لے تو ڈر سے بھاگ کھڑا ہو گا ۔ لیکن میں نہیں مانتا کہ کوئی سمجھدار شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ محض قرآن کی تلاوت سے کوئی شخص خوفزدہ ہو کر بھاگ سکتا ہے ۔ یہ بہر حال قدیم توہمات کا ایک نمونہ ہے جن میں سے کچھ آج بھی موجود ہیں ۔ اس عقیدے کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ان آیتوں کا مطلب سمجھا جائے کیونکہ ان کو سمجھنے کے بعد ہی دجال کی شناخت کرنا ممکن ہو سکے گا، اور اس علم اور آگاہی کے ساتھ انسان دجال کے گمراہ کن اثر (جیسے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ماننا) سے خود کو بچا سکتا ہے ۔ دجال کی سرگرمیوں کا مکمل مفہوم آئندہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے ۔

۲ :- "جب دجال ظاہر ہو گا، اس کے چہرے کا رنگ سفید ہو گا اور اس کی دائیں آنکھ بینائی سے محروم ہو گی ۔ جبکہ بائیں آنکھ درخشاں ستارے کی طرح چمکتی ہو گی ۔" (صحیح بخاری ۹۲ ۔ ۶۸ : ۷۷)

سب سے پہلے تو ایک عام دلیل یہ ہے کہ صرف یورپی اقوام ہی کے چہرے سفید ہوتے ہیں ۔ اور یہ ذکر کہ اس کی داہنی آنکھ اندھی ہو گی یہ مطلب نہیں رکھتا کہ جسمانی طور پر ایسا ہو گا ۔ بلکہ اس کا مفہوم ہے "روحانی بینائی" کا فقدان، آخرت کی زندگی سے مکمل طور پر لاپروائی ۔ بائیں آنکھ کے ستارہ کی طرح چمکنے کا یہ مفہوم ہے کہ وہ قومیں زمین کے خزائن اور عیش و آرام کی اس حد تک دلدادہ ہو جائیں گی کہ اپنی روحانی زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیں گی ۔ ہمارے پیغمبرؐ نے کئی مواقع پر فرمایا کہ انسان کے دائیں طرف جنت اور بائیں طرف دوزخ ہوتی ہے ۔ پس بائیں آنکھ کے چمکنے کا مطلب ہے دنیاوی زندگی اور لذتوں سے محبت جو انسان کو راہ راست سے بھٹکا کر دوزخ کی طرف لے جائے گی ۔ قرآن پاک اس نکتے کو بالکل واضح کر دیتا ہے جب وہ کہتا ہے :-

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

ترجمہ :- "جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا"
(قرآن ۷۲ : ۱۷)

دجال کی دوسری نشانی یہ ہو گی :-

۳ :- "اس کی پیشانی پر لفظ "کافر" تحریر ہو گا ۔ اسے ہر مسلمان پڑھ سکے گا خواہ وہ پڑھا لکھا ہو کہ ان پڑھ" (مسند احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۰ ۔ ۲۲۸)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صرف اہل ایمان لوگ خواہ وہ خواندہ ہوں کہ ناخواندہ دجال کی پیشانی پر مرقوم الفاظ پڑھنے کے قابل ہوں گے، یہ خبر رمزیہ ہے ۔

آج دنیا میں بے شمار مغربی عیسائی مبلغین پھیلے ہوئے ہیں ۔ درحقیقت عیسائیت دنیا کا سب سے بڑا تبلیغی مذہب ہے ۔ ان مبلغین کی کامیابی زیادہ تر ان کی سیاسی قوت اور ساکھ اور وسیع مالی وسائل جو ان کے تصرف میں ہیں، کی مرہون منت ہے تا ہم ان کی تعلیمات اور عقائد کہ حضرت عیسیٰؑ مجسم خدا تھے، ایک سچے مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی ناخواندہ ہو، متاثر نہیں کرتے کیونکہ اسلام دنیا کا واحد اور حقیقی توحید پرست مذہب ہے اور جو شخص بھی خدا کے ساتھ کسی کے شریک ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اس کا کفر اور انکار فوراً پہچان لیا جائے گا ۔ اسی لئے حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہر مومن مسلمان دجال کے ماتھے پر لفظ "کفر" لکھا ہوا فوراً پڑھ لے گا، ورنہ جہاں تک قانون فطرت کا تعلق ہے کسی انسان یا جانور کا اپنی پیشانی پر کسی تحریر کے ساتھ پیدا ہونا ممکن نہیں ہے ۔

۴ :- "اور وہ (دجال) اندھوں اور جذامیوں کا علاج کرے گا اور مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکے گا ۔" (کنز الاعمال ۔ جلد ہفتم صفحہ ۲۰۸۰)

اس پیشینگوئی سے یہ مراد ہے کہ دجال کے ماتحت یا زیر اثر لوگ سائنس میں اس حد تک ترقی کر لیں گے کہ وہ ایسی چیزیں بھی کر لینے کے قابل ہو جائیں گے جو پہلے ناممکن دکھائی دیتی تھیں ۔

آج جو شخص بھی اس پیشینگوئی پر ذرا سنجیدگی سے غور کرے وہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب

کچھ نہ صرف ہو رہا ہے بلکہ کافی عرصے سے ہو رہا ہے۔ جدید علم طب نے صحت و شفا کے میدان میں اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ بعض اوقات موت کے منہ سے انسانی زندگی کو بچا لیا جاتا ہے۔ یہ مصنوعی تنفس، موت کے دروازے پر پہنچے ہوئے انسان کے اندر خون کی منتقلی، ہاتھ کے مساس سے دل کی ڈوبتی ہوئی دھڑکنوں کی بحالی، بلکہ آج تو انسانی اعضائے رئیسہ دل، گردے، جگر اور پھیپھڑے تک مصنوعی طور پر نئے لگائے جا رہے ہیں۔ ایسے تجربات بھی عمل میں لائے جا رہے ہیں کہ جہاں ایک مردہ آدمی کے جسم کو انتہائی درجہ پر منجمد حالت میں رکھا جائے گا تاکہ پچاس سال بعد جب سائنس مزید ترقی کر جائے گی، اس کی زندگی دوبارہ بحال کی جا سکے۔ فی الحال بعض حیوانوں کے ساتھ کئے گئے تجربات میں تھوڑی سی کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ یہ تمام مثالیں دجّال کی مردوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۵ :- " وہ (دجّال) ایک سفید رنگ کے گدھے پر سوار ہوگا۔ اس کے ایک کان کی لمبائی تیس گز ہوگی اور اس کا ایک قدم پورے دن کے سفر کے برابر ہوگا۔"
(کنز الاعمال - جلد ہفتم - صفحہ ۲۱۰۴ - ۱۹۹۸)

اب یہ کسی گدھے کی جسمانی طاقت کا ذکر نہیں بلکہ ایک قوم کی مادی قوّت کا ذکر ہے۔ جس کے وسائل آمد و رفت، کاریں، گاڑیاں، ہوائی جہاز وغیرہ طویل فاصلے گھنٹوں بلکہ منٹوں میں طے کر لیں گے۔ کانوں کی تیس گز لمبائی سے مراد جہاز کے پَر ہیں، جو ہلکے اور چمکیلے رنگ کے ہوتے ہیں اور ایک دن کا (پیدل) سفر صرف ایک قدم کے عرصے میں طے کر سکتے ہیں۔

۶ :- " ہم نے دریافت کیا 'یا رسول اللہؐ' وہ (دجّال) روئے زمین پر کتنی جلدی گھوم لے گا؟ آپؐ نے فرمایا: جس طرح بادل ہوا میں سفر کرتا ہے۔ وہ (دجّال) زمین اور آسمانوں کے درمیان جست لگاتا ہوا چلے گا۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

بعض مسلم مفسّرین جن کے ذہن میں ہوائی جہازوں کا کوئی تصور نہ تھا، اسے دجّال کی جسمانی طاقت سمجھتے رہے۔ لیکن درحقیقت یہ حدیث ہوائی مواصلات کے جدید ذرائع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ زمین اور آسمانوں کے مابین جست یا زقند لگاتے ہوئے چلنا، آج کل کے جیٹ جہازوں، راکٹوں اور خلائی جہازوں (جو آسمان کی طرف ایک دم جست لگا کر بلند ہو جاتے ہیں) کی نہایت صحیح تصویر کشی ہے۔ ان اقوام کے لئے ہوائی سفر ایسے ہی آسان ہو چکا ہے جیسے ہوا کے لئے بادل کو اٹھا کر چلنا۔

۷ :- " سمندر کا پانی اس کے گھٹنوں تک پہنچے گا۔" (کنز الاعمال)

یہ آج کل کے بڑے بڑے بحری جہازوں اور آبدوزوں کی طرف اشارہ ہے۔ آجکل کچھ لوگوں کو خاص انداز میں تعمیر کردہ مکانوں کے ساتھ سمندر کی تہ میں اتارنے کی کوششوں کا یہ مطلب ہے کہ سمندر کی گہرائی بے معنی ہو کر رہ جائے گی، گویا سمندر اس کے لئے گھٹنوں تک گہرا ہوگا۔

اور یہاں دوبارہ دجّال کی جسمانی طاقت کی طرف اشارہ نہیں ہے جیسا کہ بعض قدیم مفسّرین سمجھتے آئے ہیں۔

۸ :- " اور وہ (دجّال) آسمان کو حکم دے گا اور آسمان زمین پر بارش برسائے گا اور اس سے فصلیں پیدا ہوں گی۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

بعض مفسّرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دجّال اپنی شیطانی طاقت سے بارش برسائے گا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ دجّال جو کچھ کرے گا وہ یہ ہے کہ وہ بارش پیدا کرنے کے لئے مادی تکنیک کو استعمال میں لائے گا۔ چنانچہ اس حقیقت کی تائید ڈیلی ٹیلیگراف لندن کے ۲۰ اگست ۱۹۶۹ء کے شمارے میں شائع شدہ مندرجہ ذیل مضمون سے ہوتی ہے:

" ہریکین ڈیبیس (HURRICANE DEBBIS) میں " تخم ریزی " کا عمل: ریاستہائے متحدہ کے جامعہ بحریہ کے ہوائی جہازوں نے انجام دیا جنہوں نے بادلوں کے مرکز میں سلور آئیوڈین (SILVER IODINE) کے کئی پاؤنڈ منجمد قطرات یا اولے بنانے کے لئے گرائے جو زمین پر برسیں گے اور طوفان کی شدّت کو کم کر دیں گے۔

سلور آئیوڈین بارش پیدا کرنے کے لئے کئی سالوں سے ریگستان پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ کوششیں بعض اوقات کامیاب رہی ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ایک طوفان پر یہ تخم ریزی کی گئی تھی جو فوراً دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں ہری کین ایستھر کا اسی طرح استعمال کیا گیا تھا۔

ان نتائج کا کل مجھ سے امریکہ کے موسمی تحقیق کے محکمہ کے ایک ترجمان نے ذکر کیا، جس کے مطابق یہ نتائج " حوصلہ افزا مگر ابھی تک نامکمل ہیں"۔ سلور آئیوڈین کرسٹلز کے استعمال کے پیچھے کارفرما اصول طوفان میں موجود آبی بخارات کو ایک ٹھوس سطح دینا ہے جس پر وہ قطروں میں تبدیل ہو سکیں۔"

۹ :- " اللہ کا دشمن (دجّال) ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ یہودیوں اور مختلف قسم کی عورتوں اور مردوں کی فوج ہوگی۔" (کنز الاعمال)

رسول اکرمؐ کی یہ پیشین گوئی آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے، کیونکہ اگر ہم فلسطین کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح یہودیوں نے یورپی اور امریکی اقدام کی پشت پناہی کے ساتھ عربوں کی زمینوں پر بڑی تیزی سے اپنا قبضہ اور اقتدار قائم کر لیا ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر آج کوئی بیس لاکھ عرب ایسے ہیں جو بے گھر اور نیم فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ریگستان میں بے یار و مددگار واپس اپنی آبائی سرزمین کی طرف لوٹنے سے ناامید ہو چکے ہیں۔

دجّال کے ساتھ یہودیوں کے اتحاد کی وجہ معلوم کرنا دشوار نہیں، کیونکہ یہودیوں کے پاس عیسائی حکومتوں کی مدد کے لئے دولت ہے اور یہ بات ۱۹۵۶ء میں ثابت ہو گئی تھی جب انگلینڈ، فرانس اور اسرائیل نے، عربوں کے ساتھ تمام معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، سویز پر مشترکہ حملہ کیا تھا۔

روس نے عربوں کو مشورہ دیا کہ وہ اسرائیل کے متوقع حملے کے خلاف اپنے دفاع کی تیاری کریں اور جب وہ اسرائیلی حملے کے خلاف تیار ہو گئے تو امریکہ اور مغربی یورپ نے عربوں سے اس یقین دہانی کی درخواست کی کہ وہ پہلی گولی نہیں چلائیں گے۔ جب عربوں سے یہ یقین دہانی حاصل کر لی گئی، تب انہوں نے اسرائیل کو اپنی پوری تائید سے عربوں پر اچانک حملہ آور ہونے کا مشورہ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دو گھنٹوں کی لڑائی میں عربوں کے پاس کوئی دفاعی ہتھیار باقی نہ رہا یا اگر تھے تو وہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ اور چھ دن کے اندر اسرائیل نے پورے یروشلم سمیت عربوں کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس سارے قضیے میں سب سے زیادہ فائدہ کس کو پہنچا ہے؟ اور جواب یہ ہے کہ روس کو! روس کو معلوم ہے کہ جب تک اسرائیل کو امریکہ اور یورپ کی پشت پناہی حاصل ہے، عرب اسے شکست* نہیں دے سکتے، لہٰذا وہ (عرب) اپنی اقتصادی اور فوجی امداد کے لئے روسیوں کے اور زیادہ محتاج ہوتے جائیں گے اور اس طرح روس اسلامی علاقوں میں ایک غالب طاقت بن جائے گا۔

۱۰ :- " رسول اکرم حضرت محمدؐ نے فرمایا: حضرت آدمؑ کی پیدائش سے لے کر قیامت کے آنے تک دجّال سے بڑا فتنہ اور آزمائش اور کوئی نہیں ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

---

* یہ تصور کہ اسرائیل ناقابل تسخیر ہے، ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ سے پاش پاش ہو چکا ہے۔ اگرچہ مصنف کا یہ کہنا صحیح ہے کہ اسرائیل کے لئے امریکہ اور یورپ کی موجودہ تائید سے اس پر مکمل فتح حاصل کرنا ابھی عربوں کے لئے ممکن نہیں۔ (مترجم)

اس کی وجہ یہ ہے کہ (جیسا کہ ہم آج دیکھ رہے ہیں) دجّال قوموں کے درمیان نفرت اور اختلاف کے بیج بوئے گا۔ جیسا کہ میں چوتھے اور پچھلے باب میں واضح کر چکا ہوں، حضرت یسوعؑ نے فرمایا تھا :۔

"ایک قوم دوسری قوم کے خلاف اور ایک سلطنت دوسری سلطنت کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہوگی اور مختلف مقامات پر وبائیں اور قحط نازل ہوں گے اور زلزلے آئیں گے۔ انہیں آنے والے المیوں کی ابتدا سمجھنا چاہیئے (متی - ۸-۷ : ۲۴)

اس کا اندازہ ہم آج اپنے اردگرد وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی غربت، بھوک، تشدّد، اور بے رحمانہ قتل وغارت کے واقعات کو دیکھ کر لگا سکتے ہیں، یقیناً آج جو مصیبت دنیا میں موجود ہے اس سے بڑی اور کوئی مصیبت تصوّر نہیں کی جا سکتی۔ اور جیسا کہ ہم پچھلی دو عظیم جنگوں کے نتائج اور یادوں سے اندازہ لگا سکتے ہیں، ان جنگوں میں ہلاک ہونے والے شہریوں اور فوجیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مثلاً صرف دوسری جنگِ عظیم میں روایتی اور ایٹمی ہتھیاروں سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچتی ہے اور اس جنگ کے نتائج اور زخموں کو ابھی تک محسوس کیا جا رہا ہے۔

۱۱۔ " پس دنیا بھر کے عزلنے اس (دجال) کے پیچھے چلتے ہوں گے جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ مکھی کے پیچھے چلتی ہیں۔" (مشکواۃ المصابیح)

آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح یورپی اقوام زمین اور سمندر کے پوشیدہ خزانوں کو استعمال کر رہی ہیں۔ جہاں کہیں بھی یہ لوگ گئے ہیں اقتدار اور خوشحالی نے ان کا پیچھا کیا ہے دنیا کے مالیاتی نظام پران کے اختیار نے انہیں ایسی حیثیت میں لا کھڑا کیا ہے کہ جس سے وہ دوسری قوموں کی قسمت کی سمت تعیّن کر سکتے ہیں۔

۱۲:۔ "جب دجّال ظاہر ہوگا اور وہ ساری دنیا کو اپنے جھوٹے عقائد، مکر و فریب کے جال اور اقتدار کے ماتحت لانے میں ناکام رہے گا...... عیسائی قومیں اپنی علم اور جھنڈے لے کر دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اٹھیں گی۔ لیکن درحقیقت وہ پوری دنیا سے غدّاری کریں گی اور پوری انسانی نسل پر تباہی لے آئیں گی۔" (مشکواۃ المصابیح)

اس پیشین گوئی میں لیگ آف نیشنز (جمعیتِ اقوام) اور بعد میں یونائیٹڈ نیشنز (اقوام متحدہ) کی طرف اشارہ ہے جنہیں دنیا میں قیامِ امن کے لئے قائم کیا گیا لیکن مسلمانوں اور دوسری اقوام کو ان تنظیموں نے بار بار "بلیک میل" اور مایوس کیا۔

جمعیتِ اقوام کے قیام کے فوراً بعد پاکستان کے مشہور فلسفی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں متنبہ کیا :۔ "یہ اقوام کی جمعیت نہیں بلکہ چوروں کی جماعت ہے لہٰذا اس سے الگ رہیں۔" اس کا کہنا کس قدر صحیح تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک کے بعد دوسرا ملک اس منشور کی دھجیاں اپنے اپنے مفاد میں بکھیرتا رہا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہی کہانی، نسبتاً بڑے پیمانے پر، اقوام متحدہ کے اندر بھی دہرائی جا رہی ہے۔

جمعیتِ اقوام (LEAGUE OF NATIENS) کے قیام کے بعد دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی لیکن ۱۹۴۵ء میں اس تنظیم نے اقوام متحدہ کا روپ دھار لیا، اس تنظیم پر اقتدار کی اجارہ داری صرف چار* بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے جو سلامتی کونسل کی مستقل رکن ہیں۔ موجودہ حالات میں چار بڑی طاقتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ چھوٹی قوموں کو سلامتی کونسل میں ان مستقل رکن ممالک کے حقِ استرداد (ویٹو) سے عموماً نقصان پہنچتا رہتا ہے

یہ سلسلہ بھارت اور پاکستان کی تقسیم سے شروع ہوا جس کے نتیجہ کے طور پر کوئی دس لاکھ سے زیادہ انسان ہلاک ہوئے اور دو کروڑ سے زیادہ لوگ بے گھر اور بے سہارا ہو گئے، اور ان میں سے کافی لوگ ابھی تک مصائب جھیل رہے ہیں۔ پاکستان کے ساتھ یہ زیادتی کی گئی کہ اسے دو حصّوں میں منقسم کر دیا گیا** ان دونوں حصوں کے درمیان ہندوستان کا ایک ہزار میل سے زیادہ طویل رقبہ حائل تھا، پاکستان عملی طور پر اپنے دفاع سے محروم اور بے دست و پا تھا، کیونکہ اسے متحدہ ہندوستان کے خزانہ اور اسلحہ کا جائز حصّہ نہیں دیا گیا تھا۔

ہر چیز ہندوستانی اپنے ساتھ لے گئے، حالت یہ تھی کہ سرکاری دفتروں میں ایک ٹائپ رائٹر یا کاغذ کا پرزہ بھی باقی نہ چھوڑا گیا، بلکہ میز، ڈیسک اور کرسی تک وہ ساتھ لے گئے، اگر اتفاق سے مجبوراً انہیں کوئی چیز پیچھے چھوڑنی بھی پڑی تو جانے سے پہلے انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ وہ چیز ایسی حالت میں ہو کہ پاکستانیوں کے کام نہ آ سکے۔

کیا مغربی طاقتیں اسلام سے اتنی خوفزدہ ہیں کہ انہیں اسلامی ممالک کو مسلسل سازش، جوڑ توڑ اور خرخشہ کی حالت میں رکھنا پڑتا ہے ؟

جس انداز میں پاکستان کو مشرقی* اور مغربی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے وہ اس قسم کی مکّارانہ حکمتِ عملی کی روشن مثال ہے۔ ہمیں ان اقوام کے بلند بانگ اور جھوٹے دعاوی کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے کہ ان کی عدالت روئے زمین پر سب سے بہترین ہے۔ ان کا انصاف اس وقت یقیناً بہترین اور خالص ترین ہوتا ہے جب یہ ان کے اپنے لئے یا اپنے لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

یہ حقیقت رہوڈیشیا کی صورتِ حال سے ثابت ہو گئی جب مسٹر آین سمتھ نے یک طرفہ طور پر اعلانِ آزادی کر دیا۔ اگر یہ فیصلہ کسی رنگدار رہنما نے کیا ہوتا تو ہمیں یقین ہے کہ "بغاوت" کو کچلنے کے لئے فی الفور مسلّح افواج روانہ کر دی جاتیں اور لیڈروں پر غدّاری کا الزام لگایا جاتا انہیں اس جرم پر پھانسی پر چڑھا دیا جاتا۔ لیکن چونکہ مسٹر سمتھ گوری نسل سے ہے، ایسا کوئی سخت اقدام نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے ہی کشمیر کا معاملہ ہے جہاں چوروں کے اس ٹولہ کی دوغلی پالیسی اور اقوام متحدہ میں ویٹو کا استعمال کرنے کی بدولت لاکھوں مسلمان اپنے خون اور پسینے میں نہا چکے ہیں مسلمانوں کے لئے بدقسمتی کی یہی کہانی حیدرآباد اور جوناگڑھ میں بھی دہرائی گئی ہے (جو قارئین زیادہ تفصیلات جاننے کے خواہشمند ہوں انہیں ہیکٹر بولائتھو کی کتاب " جناح " کی طرف رجوع کرنا چاہیئے)

اس کے بعد الجزائر ہے جہاں فرانسیسی قابض تھے، جہاں مسلمانوں کا لہو گلیوں میں بہتا رہا اور انہیں بے دریغ ان کے گھروں میں، دفتروں میں اور کاروبار کے مقامات پر قتل کیا جاتا رہا۔ وہاں ایسی اجتماعی قبریں بھی دریافت کی گئیں جن میں سینکڑوں مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا یا زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ کمسن بچے جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جنگ کا کیا مطلب ہوتا ہے، تشدّد کا شکار بنے اور قتل کئے جاتے رہے، عورتوں کی ان کے حمل میں بھی آبروریزی کی گئی اور جانوروں کی طرح انہیں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ گھروں کو جلا کر پیوندِ خاک کر دیا گیا اور ان کے خاندانوں کو تقسیم کر کے، بے گھر اور فاقہ کشاں، صحرا میں چھوڑ دیا گیا، جبکہ دس لاکھ سے زیادہ افراد کو دوسرے ممالک میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا۔

تاہم اصل حقائق اس سے بھی زیادہ بھیانک ہیں اور کئی ایسے واقعات ہیں جو کبھی منظرِ عام پر نہ آ سکیں گے۔

اس سے بڑھ کر اور کون سا امتحان اور آفت ہو سکتی ہے جو یہ لوگ دجّال کے ہاتھوں برداشت کر چکے ہیں۔

ہمیں پورے مشرقِ وسطیٰ، مشرقِ بعید اور شمالی افریقہ، بالخصوص فلسطین، تونس، ملایا، انڈونیشیا اور ایشیائے کوچک کی طرف بھی نظر ڈالنی چاہیئے جہاں چھ کروڑ مسلمان اب بھی روس اور مغربی طاقتوں کی سازباز کی بدولت مصائب جھیل رہے ہیں۔

اور جیسا کہ ہم جاپان، چین، کوریا، تبت، ویت نام اور جنوب مشرقی ممالک میں دیکھ چکے ہیں (جہاں مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد کسی صحیح الدماغ اور مہذب شخص کے تصور سے کہیں زیادہ ہے) بہت سے غیر مسلم بھی اس فتنہ کی بدولت مصائب برداشت کر رہے ہیں۔

امریکہ میں نسلی تشدّد اور قتل وغارت اور جنوبی افریقہ میں خوفناک واقعات وہاں ہونے

---

* ۱۹۷۳ء میں چین کے اقوام متحدہ میں داخلے کے بعد یہ تعداد پانچ سمجھنی چاہیئے۔ (مترجم)

** بدقسمتی سے اب صرف ایک حصہ باقی ہے اور وہ بھی بیرونی اور اندرونی خطروں میں گرفتار چلا آ رہا ہے۔ (مترجم)

دالاظلم وتشدّد اور قتل عام کبھی فراموش نہ کیا جا سکے گا جس طرح کہ کینیا، روڈیشیا، کانگو، انگولا، نائیجیریا اور دیگر افریقی ممالک میں تشدّد اور ہلاکتوں کے واقعات کبھی نہیں بھلائے جا سکتے۔ امریکہ کے ضمن میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سفید فام یورپی آبادکاروں نے وہاں اپنے قبضے کے دوران تین کروڑ سے زیادہ ریڈ انڈین باشندوں کو موت کے گھاٹ اتارا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج امریکہ میں اگر کوئی ریڈ انڈین باقی بھی ہے تو اس کی حیثیت خود اس کی اپنی سرزمین میں ایک بھکاری سے زیادہ نہیں ہے۔

اگر ہم اپنی توجہ بذات خود یورپ کی طرف مبذول کریں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نام نہاد زمانہ امن میں ۔ پولینڈ، ہنگری اور برلن کے منقسم شہر میں لوگوں پر کیا بیت رہی ہے۔ وہاں کسی کو یہ ہمت نہیں پڑتی کہ آزادانہ گفتگو کرے یا کوئی بلند خیال دل میں لے آئے۔ اور پھر طفیلی کمیونسٹ ممالک میں لاکھوں ایسے لوگ ہیں جو غلام کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہیں، لاکھوں بے گناہ مارے جا چکے ہیں اور ابھی تک ساری دنیا میں دکھ جھیل رہے ہیں۔ اور یہ تمام ہلاکت خیزی اور مصائب براہ راست نتیجہ ہیں، مغربی طاقتوں کے ماضی اور حال میں دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے بے لگام جنون کا۔ لیکن اس رنج والم اور مصیبتوں کے باوجود، امن کا قیام اب بھی محض ایک خواب ہے اور جب تک عالمی اقتدار ان قوموں کے ہاتھ میں ہے امن کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا ایک دوسری قوم سے شرارت کرنے کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ اس امر کا انتباہ قرآن اور حدیث دونوں میں آ چکا ہے۔

تیسری عالمی جنگ، جو ایک ایٹمی جنگ ہوگی، کی تباہ کاری اور آفتوں کا مکمل تصوّر کرنا ہمارے لئے محال ہے۔ اور اگر ہم دنیا کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ پوری انسانی نسل پہلے کبھی اس قدر اور اتنے وسیع پیمانے پر مصائب کا شکار نہیں ہوئی جس حد تک کہ یورپی اقوام کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

جب رسولِ اکرم حضرت محمدؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لوگ دجّال کے ہاتھوں میں بہت زیادہ مصائب کا شکار ہوں گے تو ان کا یہی مطلب تھا۔

یہ امر کتنا طمانیت بخش معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اس کے متعلق سینکڑوں برس پہلے بتا دیا گیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ اس پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔

۱۳:۔ " اس کے پیچھے (دجّال کے) چلنے والوں میں سب سے آخر میں عورتیں اور حرامی بچے ہوں گے۔" (کنزالاعمال)

اس کا مطلب ہے کہ دجّال عورتوں کو اس طرح متاثر کرے گا[*] کہ وہ ہر قسم کے اخلاقی ضابطے یا قانون سے آزاد ہو جائیں گی اور آزاد ہو کر جو ان کی مرضی ہوگی کریں گی، جیسا کہ ہم آج یورپ اور امریکہ کے شہروں میں دیکھ سکتے ہیں۔

لندن کے ایک خواتین کے ہفت روزہ میں بائبل کے اس فرمان پر کہ: " تو زنا کا ارتکاب نہ کرے گا۔" مندرجہ ذیل تبصرہ کیا گیا تھا:۔

"لیکن اس ضابطے کی خلاف ورزی وائیں بائیں ہر جگہ کی جا رہی ہے اور کہیں آسمان نہیں ٹوٹتا۔ جن لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے یا جنہیں اس کے متعلق بتایا جاتا ہے ـــ کیونکہ جنسی آوارگی میں مبتلا لوگ عموماً منہ پھٹ ہوتے ہیں ـــ اکثر کوئی صدمہ ہی محسوس نہیں کرتے ـــ جدید حیاتیاتی تحقیق یہ کہتی ہے کہ تم کسی سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ اپنی ساری زندگی میں صرف ایک ساتھی کے ساتھ گزارا کرے۔" (وومن اون۔ لندن ۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۲)

اس جنسی طرزِ عمل کا نتیجہ حرامی بچوں میں زبردست اضافے کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔ لندن کے روزنامہ ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق لندن کا ہر آٹھواں بچہ حرام کی پیدائش ہے یہی بات پیرس، نیویارک اور مغربی دنیا کے دیگر بڑے شہروں کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔

دنیا کے جس خطے میں بھی یہ ہوں، خواہ عارضی یا مستقل طور پر، یہ اپنی غیر اخلاقی برائیاں ضرور ساتھ لے جاتے ہیں۔ ان کی عورتیں آزادانہ طور پر صنفِ مخالف سے ملتی ہیں، نیم عریاں انداز میں لباس پہنتی ہیں اور خواہ نوجوان ہوں کہ بڑی عمر کی، اپنی جنس کی اس طرح نمائش کرتی ہیں کہ ایک طفلِ مکتب سے لے کر عمر رسیدہ مرد تک کوئی شخص ان کا نوٹس لئے بغیر نہیں رہتا۔ سینما، ٹیلی ویژن، تھیٹر اور جوا بازی کے کلبوں میں جنس اور عریاں رقص کے پروگراموں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اب وہ اس مرحلے پر پہنچ چکے ہیں جب انہیں تھیٹر میں موجود حاضرین کی بہت بڑی تعداد کے سامنے مادرزاد ننگے ہو کر آنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ اسٹیج پر جنسی فعل ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ عام اشتہارات، اخباروں، کتابوں اور رسالوں میں ننگی لڑکیوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ ہر عمر کے عورت مرد آزادانہ اکٹھا ناچتے اور اکٹھا تیرتے ہیں اور شراب نوشی، جوا بازی اور آزادانہ عشق بازی، یہ ترتیب، کہ ہر سو عام۔ آج یورپ اور امریکہ میں ناجائز ولادتوں کی روز افزوں تعداد کی اصل وجہ ہیں۔ یہ تعداد اتنی سرعت سے بڑھ رہی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں کوئی ایسا بچہ ملنا مشکل ہوگا جو حرامی نہ ہو۔ بعض اوقات ان کا آزادانہ شغلِ محبت ایسے مرحلے پر جا پہنچتا ہے جہاں یہ ادنیٰ سطح کے جانوروں کی طرح حرکتیں کرتے ہیں اور کوئی ایسا قانون دکھائی نہیں دیتا جو اس قسم کے طرزِ عمل پر مؤثر پابندی کا یقین دلا سکے جبکہ دوسری طرف، زندگی کے دیگر تمام دائروں میں معمولی سی مداخلت پر بھی عدالتی مقدمے اور اس کے ساتھ ہرجانہ وغیرہ کے مطالبات کی نوبت آ جاتی ہے۔

برطانوی پریس اور کلیسا کے باقاعدہ جائزوں کے مطابق شادی کے وقت حاملہ نکلنے والی لڑکیوں کی تعداد سرعت سے بڑھ رہی ہے۔ اس وقت یہ تناسب دس میں سے سات کا ہے اور ان لڑکیوں کی تعداد جو شادی سے پہلے حاملہ ہوئے بغیر جنسی تعلقات رکھ چکی ہوتی ہیں، اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ایسے بھی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں جہاں پندرہ سال سے بھی کم عمر کی، پرائمری سکول جانے والی لڑکیاں حاملہ نکلیں۔ ۱۹۶۹ء میں بارہ بارہ سال کی گیارہ لڑکیوں سے بچے پیدا ہوئے۔ درحقیقت اس عمر کی بہت سی لڑکیاں اپنے تعلقات والے لڑکوں اور مردوں کی تعداد کا فخریہ ذکر کرنا اپنے لئے اعزاز کی کوئی چیز سمجھتی ہیں۔

نوجوان بچوں میں اس قسم کے طرزِ عمل کو روکنے کی کوئی کوشش کرنے کی بجائے، مقامی اربابِ اختیار اب عملِ پیدائش اور جنس پر فلمیں دکھا رہے ہیں اور بعض سکولوں میں تو یہ چیز داخلِ نصاب ہو چکی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ایک گیارہ سالہ بچّے کو عورت اور مرد کے درمیان فعلِ مجامعت دکھانے سے اس کے دل میں انسانی جسم اور جنسی عمل کے لئے زیادہ احترام پیدا ہوگا اور وہ اسے کرنے سے باز رہے گا، لیکن یہ نظریہ مضحکہ خیز ہے۔ بچے سکولوں میں سیکھنے کے لئے جاتے ہیں اور جو کچھ وہ وہاں سیکھیں گے اسے عملی جامہ ضرور پہنائیں گے۔ ان میں سے بیشتر جنسی عمل کے متعلق پہلے ہی کافی جانتے ہیں اور اسے کر رہے ہوتے ہیں، اور سکول کے نصاب میں اسے داخل کرنے سے محض ان کی ہمت افزائی اور انہیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ بڑے آدمی اس کو کس طرح کرتے ہیں۔ ہر بچہ اپنی چھوٹی عمر سے ہی جو کچھ اپنے والدین کو کرتا ہوا یا کہتا ہوا دیکھتا ہے اس کی نقل کرتا ہے اور اب سکولوں میں اس جنسی تعلیم کی بدولت، بلاشبہ ہم بہت جلد ایسے مرحلے پر پہنچ جائیں گے جب بالکل چھوٹا بچہ اپنے والدین کو جنس کے سبق دینا شروع کر دے گا۔

بعض ممالک میں جہاں یورپی لوگ قابض رہے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو عیسائیت میں منتقل کر لیا ہے، حرام ولادتوں کا تناسب اسّی فیصد ہے۔ لیکن جب انہوں نے ان "پسماندہ لوگوں" کو یورپی تہذیب و ثقافت کا سبق پڑھا دیا ہے، تو اس کے علاوہ اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے؟

ان کی اس دولت، عشرت اور تعلیم کے باوجود، جو ڈاکہ زنی، قتل اور جرائم پرستی مغربی ممالک میں پائی جاتی ہے دنیا کے کسی اور حصے میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس مسئلہ

---

[*] اس کو بھی شاید اقوام متحدہ کی صورت میں دجّال کا اثر سمجھا جائے کہ اس بین الاقوامی تنظیم نے ۱۹۷۵ء کو عورتوں (کی آزادی) کا سال منایا۔ ویسے تمام مغربی ممالک میں "خواتین محاذ آزادی" نام کی بے شمار تنظیمیں قائم ہو چکی ہیں۔ (مترجم)

پر محتاط غور سے یہ ظاہر ہوگا کہ اس تمام خرابی کی بنیادی وجہ عورت اور شراب ہے، اور ان دونوں اور دیگر ایسی ترغیبات کی مدد سے دجّال لوگوں کو نیکی کے صحیح راستے سے بھٹکانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

یہ خرابی دنیا بھر میں اس حد تک پھیل رہی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب مسلمان قوموں سمیت ہر قوم اس کے خوفناک اثر کے تحت آجائے گی، بلکہ کچھ مسلمان ممالک تو پہلے ہی بعض یورپی برائیاں اختیار کر چکے ہیں۔ ہمارے رسول کریم حضرت محمدؐ ہمیں اس سے خبردار کرتے ہیں جب وہ فرماتے ہیں کہ :

"دجّال کے پیچھے چلنے والوں میں سب سے آخر میں عورتیں ہوں گی"۔ اور یہ سب کچھ ان کے خداوند یسوعؑ کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ انہوں نے فرمایا :

"کہ عورتوں کو چاہیئے کہ سادہ لباس زیب تن کریں، شرم و حیا اور پارسائی کے ساتھ، نہ کہ کٹے ہوئے بالوں، سونے، جواہر یا قیمتی لباس کے ساتھ۔"

(تیمتھیس ۲:۹)

کیسی حیران کن بات ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کے چودہ سو سال قبل کہے ہوئے الفاظ آج پورے ہو رہے ہیں اور یقیناً یہ کسی بہروپیے (نعوذ باللہ) کے الفاظ نہیں تھے جیسا کہ کچھ عیسائی مصنفین نے خیال ظاہر کیا ہے۔

۱۴ :۔ "جب دجّال ظاہر ہوگا تو عورتیں مردوں اور مرد عورتوں کی شباہت اختیار کر لیں گے" (کنز الاعمال۔ جلد ہفتم)

یہ چیز نہ صرف یورپ و امریکہ بلکہ مغربی ثقافت اختیار کرنے والے دنیا کے ہر ملک میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہر گلی و سڑک پر عورتیں کٹے ہوئے بالوں اور مردانہ وضع کے لباس پہنے اور مرد داڑھی مونچھ صاف لمبی لمبی زلفوں کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں، حتی کہ بعض اوقات دونوں کو ایک دوسرے سے پہچاننے میں مغالطہ ہو جاتا ہے

۱۵ :۔ "اور جب دجّال ظاہر ہوگا تو دنیا کا کوئی ایسا حصہ نہ ہوگا جہاں وہ غلبہ حاصل نہ کرے گا، مگر سوائے مکہ اور مدینہ کے شہروں کے"

(کنز الاعمال۔ جلد ہفتم)

ان دو شہروں کی تاریخ کو پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت محمدؐ کے ظہور سے لے کر اب تک اسلام کے ان دو مقدس شہروں میں کوئی غیر مسلم یا عیسائی مشنری قدم نہیں رکھ سکا اور نہ ایسا کبھی مستقبل میں ہوگا۔ یہ قریب قریب ایک معجزہ ہی ہے۔ اور میں بعد میں وضاحت کروں گا کہ کیسے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہر دجّال کے شر سے ہمارے موجودہ دور میں بچے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے دجّال کو نہیں دیکھا خواہ وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہتا ہو۔ کیونکہ وہ یورپی لوگوں اور ان کے کارندوں کو دیکھ بھی چکا ہے اور مل بھی چکا ہے۔

۱۶ :۔ "جو شخص بھی دجّال کے متعلق سن پائے، اسے چاہیئے کہ اس (دجّال) سے دور بھاگے۔ اللہ کی قسم، وہ (دجّال) اس (مسلمان) کے پاس ضرور پہنچے گا اور وہ (مسلمان) سمجھے گا کہ وہ (دجّال) خدا کو مانتا ہے۔ لیکن وہ دجّال کے پیچھے اس وجہ سے ہولے گا کہ وہ (دجّال) اس مسلمان کے دل میں وسوسے اور شبہات پیدا کر دے گا۔" (کنز الاعمال)

مندرجہ بالا اقتباس پڑھنے سے ہر صحیح العقیدہ مسلمان جو غیر ممالک میں یورپی ایجنٹوں سے مل چکا ہو، اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایجنٹ اپنا اثر و رسوخ پھیلانے کے لئے کیا کیا حربے استعمال کرتے ہیں۔ چکنی چپڑی گفتگو سے، بلاقیمت تحائف سے اور عہد و پیمان اور پروپیگنڈہ سے کہ بڑے شاندار سلیقے سے ان کے ادارے چلائے جا رہے ہیں۔ اگر وہ لوگوں کو اپنے طرز حیات پھیلانے میں کامیاب نہ بھی ہو سکیں پھر بھی وہ ان کے ذہن میں شکوک ضرور ڈال دیتے ہیں اور انہیں ان کے اصل اعتقاد سے بھٹکا دیتے ہیں۔

۱۷ :۔ کچھ لوگ دجّال کے ساتھ ایسے ہوں گے جو کہیں گے : ہم اس (دجّال) کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ملحد ہے، لیکن ہم پھر بھی اس کے ساتھ ہیں تاکہ اس کا رزق کھا سکیں۔" (کنز الاعمال۔ جلد ہفتم)

یہ آج کے مسلمانوں کے لئے انتباہ ہے، کیونکہ ان میں سے بعض اپنے پیٹ کے غلام ہیں اور بعض دوسرے اپنی خواہشات نفس کے غلام ہیں۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ موجودہ یورپی ثقافت گل سڑ چکی ہے، تاہم پھر بھی اسے اور اس کی خرابیوں کو چکھنے، ان کی اخلاقی بے راہروی سے لطف اندوز ہونے اور دجّال کی موسیقی پر رقص کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

نہ صرف وہ جو یورپی ممالک میں رہتے ہیں، بلکہ وہ بھی جو اپنے ممالک میں رہتے ہیں نام نہاد یورپی ثقافت پر عمل کرتے ہیں، یعنی جنس بازی، شراب، جوا اور آہستہ آہستہ اپنی اخلاقی اور ثقافتی اقدار کو ترک کرتے جانا۔ لیکن پھر بھی وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ایسا کرنے سے وہ اسلام کے لئے شرم و رسوائی کا موجب بنتے ہیں۔

آج بہت سی مسلمان خواتین نیم عریاں لباس پہنتی ہیں اور غسل کے لباس میں گھومتی ہیں اور صنف مخالف کے ساتھ آزادانہ ناچتی ہیں۔

رسول کریمؐ کے الفاظ ایک دفعہ پھر صحیح ثابت ہو چکے ہیں جبکہ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا :۔

"میرے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد دجّال کے پیچھے چلے گی" (مشکوٰۃ المصابیح)

اگرچہ قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ عورتوں کے چہرے لازمی طور پر نقاب سے چھپے ہونے چاہئیں اور یہ کہ وہ مردوں سے بالکل علیحدہ زندگی گزاریں (جیسا کہ بعض مسلمان سمجھتے اور عمل کرتے ہیں) یقیناً اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی کہ خواتین اپنے جسمانی حسن اور بناؤ سنگار کی اس طرح نمائش کریں جس طرح کہ یورپی ثقافت میں کی جاتی ہے۔ اسلامی ثقافت میں اس آزادی کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہاں میں رسول اکرم حضرت محمدؐ کی دو مفصل حدیثوں کو درج کرتا ہوں جو دجّال کے وقت عالمی معاملات کے رخ (اور جیسے ہم دیکھ رہے ہیں) پر بحث کرتی ہیں :۔

ترجمہ یوں ہے :۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں :۔ "رسول اکرمؐ نے فرمایا : لوگوں سے نمازیں چھوٹ جائیں گی۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کی جائے گی۔ بدعت پرست مینیوا بن جائیں گے، جھوٹے سے سچے کی تمیز کرنا ممکن نہیں رہے گا، دروغ گوئی کو اچھا سمجھا جائے گا ایمان والا شخص سب سے زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا اور وہ اپنے چاروں طرف برائیوں کو دیکھ کر کڑھے گا اور اس کا دل ایسے گھلے گا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکے گا۔ بارش سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، بے موسم کے خلاف برسے گی۔ مرد مردوں کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ زنا کی مرتکب ہوں گی۔ اولاد والدین کی نافرمانی کرے گی۔ دوست اپنے دوستوں سے برا سلوک کریں گے، گناہوں کو معمولی بات سمجھا جائے گا۔ مسجدیں باہر سے سجاوٹ اور خوبصورتی رکھتی ہوں گی اور نمازی بھی کافی ہوں گے لیکن ان کے دلوں میں نفاق اور کینہ بھرا ہوگا۔ تب مغرب سے ایک قوم اٹھے گی جو میری امت میں کمزور قوموں پر غلبہ پائے گی۔ لوگ سنہری حروف میں قرآن لکھیں گے لیکن اس پر عمل نہ کریں گے۔ قرآن کی تلاوت مترنم انداز میں کی جائے گی۔ سود خوری عام ہو جائے گی۔ انسانی خون کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی، دین کے معاون نہیں ملیں گے۔ ناچنے گانے والی عورتوں کی کثرت ہوگی۔ امیر لوگ حج کو بطور تفریح انجام دیں گے۔ اوسط طبقہ کے لوگ حج کاروبار اور تجارت کے لئے اور غریب بھیک اور خیرات کے لئے کریں گے۔" (شدخال۔ ابن الحج)

"حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے : "جب مال غنیمت پر لوگ جھپٹنے لگیں، امانت میں رکھی ہوئی چیز کو مال غنیمت تصور کیا جانے لگے، جب زکوٰۃ کو جرمانہ

سمجھا جائے، علم، دین کے لئے نہیں کسی اور مقصد کی خاطر حاصل کیا جائے، مرد اپنی بیوی کی تابعداری کرنے لگے، اور ماں سے بُرا سلوک کرے، دوست کو پاس بٹھائے اور باپ کو دُور دھکیل دے۔ جب لوگ مسجدوں میں اونچی آواز میں تکرار کرنے لگیں، ایک قبیلے کا سربراہ اس قبیلے کا کمینہ ترین آدمی بن جائے، ایک قوم کا نالائق ترین فرد اس قوم کا رہنما بن جائے۔ جب کسی شخص کا احترام اس کی ایذا رسانی کے خوف سے کیا جائے، گانے والی لڑکیاں اور تاروں والے آلاتِ موسیقی (یعنی آج کل کی گیتار اور پوپ میوزک) ظاہر ہوں، جب شرابیں* پی جانے لگیں اور اس اُمّت کے آخری لوگ، اپنے سے پہلے لوگوں پر ملامت کریں، اس وقت تو دنیا میں طوفانِ باد، بھونچال، صورت کے مسخ ہو جانے، آسمان سے سنگباری اور دوسری نشانیوں کی اُمید رکھو، جو یکے بعد دیگرے اس طرح نازل ہوں گی جس طرح کہ ایک مالا کے منکے ڈوری ٹوٹنے کے بعد گرتے ہیں۔"

(شمائل ترمذی۔ مشکوٰۃ المصابیح باب "فتن")

بعض مسلمان سمجھتے ہیں کہ جب آخری زمانے میں دجّال کا ظہور ہوگا، وہ اپنے تمام کارنامے اپنی جسمانی طاقت کے بل بوتے پر انجام دے گا اور یہ کہ وہ چالیس دن میں پوری دنیا کو تسخیر کرے گا۔ تب حضرت یسوعؑ آسمان سے اُتریں گے اور دجّال کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد صلیب کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیں گے۔ فی الحال اس موضوع پر مفصّل بحث کرنے سے پہلے میں "المسیح الدجّال" کے معنی زیرِ بحث لانا چاہتا ہوں (چالیس دنوں کی اہمیت پر باب ہفتم ملاحظہ کیا جائے)

ضمیمہ

نہ صرف یہ کہ حیاتیاتی اندازِ فکر جنس کے متعلق صحیح نہیں بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ جنسی اخلاقیات کے بارے میں جدید عیسائی طرزِ فکر بھی اسی غلط پٹڑی کی طرف جا رہا ہے۔ "جنس کے متعلق عطائی نقطۂ نظر" نامی ایک رپورٹ (شائع کردہ فرینڈز ہوم سروس کمیٹی، لندن) میں جنسیات کے متعلق صدیوں سے کلیسا کے روایتی اندازِ فکر کا جائزہ لیا گیا ہے اور کسی حد تک اسے مسترد کیا گیا ہے کلیسا کے بعض معزز حلقوں کی طرف سے اس رپورٹ کی مذمّت کی گئی لیکن دوسری طرف بعض معزّزین، مثلاً لندن کے آرچ ڈیکن، محترم جارج ایپلٹن نے اس کا خیر مقدم کیا۔

دس برس اور اس سے اوپر کی عمر کے بچّوں کے لئے، ایک "انقلابی کتاب" (جو انہیں بتاتی ہے کہ سکول کے نظم وضبط کو کیسے ناکام کیا جائے، عملِ محبت کیسے انجام دیا جائے، مانعِ حمل ادویات اور اشیاء کی دُکان کیسے قائم کی جائے، حمل ختم کرنے کے لئے کیا جائے یا جنسی تجربوں کے کیا ڈھنگ آزمائے جائیں) کی ستر ہزار سے زیادہ جلدیں کتاب فروشوں اور طالب علموں کو (سکولوں سے باہر) فراہم کی گئیں۔ اس کتاب میں ایک باب نشہ آور ادویات کے بارے میں بھی ہے جس میں طالب علموں کو خبردار کرتے ہوئے کہا گیا ہے:۔

"نشے کی ترنگ میں ہونا مزیدار لگتا ہے لیکن جب تک سرور قائم رہے اس دوران کوئی چیز سیکھنے یا کرنے کی نوبت آئے تو اس پر تکیہ نہ کرنا چاہیئے۔"

اس نام نہاد "ننھّی درسی لال کتاب" (THE LITTLE RED SCHOOL BOOK) نے ۱۹۶۹ء کے اخیر میں ڈنمارک میں سنسنی پیدا کر دی اور اس وقت سے اب تک اس کی لاکھوں جلدیں فرانس، ہالینڈ، ناروے، سویڈن، فن لینڈ اور سوئٹزرلینڈ میں فروخت ہو چکی ہیں۔

اس کتاب کا نظرِ ثانی شدہ برطانوی ایڈیشن، جس میں پبلک سکولوں اور دوسرے مخصوص برطانوی اداروں کو شامل کیا گیا ہے، طلبا کو ہدایت کرتا ہے کہ اگر ان کے اُستاد دلچسپ نہ ہوں تو اپنے ڈیسک کے نیچے فحش رسالوں، جاسوسی ناولوں اور مزاحیہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب انہیں بتاتی ہے کہ مذہبی تعلیم سے کیسے پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے۔

یہ کتاب کہتی ہے کہ ہر سکول کے پاس ایک مانع حمل مشین ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی سکول یہ مشین لگوانے سے انکار کر دے تو پھر لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے باہمی تعاون سے ایک مانع حمل اشیاء کی دکان کھول لینی چاہیئے۔

اس میں لڑکیوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ حمل گروانا چاہتی ہیں تو ان کو چاہیئے کہ جونہی انہیں حمل کا علم ہو، اس کا تدارک شروع کر دیں۔ اس کے دیگر ابواب بچوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی شکایت ہو تو انہیں چاہیئے کہ کلاسوں کا مشترکہ بائیکاٹ کر دیں، اور اگر انہیں کلاس میں ڈیسکوں کی ترتیب کا طریقہ پسند نہ ہو تو ڈیسک اپنی جگہ سے ہلا دیئے جائیں۔

ڈاکٹر لوئیس ایکجوف، ماہر نفسیات اطفال، اپنی حال ہی میں شائع شدہ ایک رپورٹ میں کہتی ہیں کہ کم سن بچوں میں جرائم پسندی کے رجحان اور جنسی بے راہروی میں اضافہ کی ذمہ داری جنسیات کی تدریس پر ہے۔ اس کے اس انکشاف کی بنیاد خطاکاری کے مرتکب لڑکوں کے متعلق تحقیقات پر ہے جن کا جائزہ اس نے سکولوں میں جنسی تعلیم کے رائج ہونے سے پہلے اور جنسی تعلیم کے رائج ہونے کے بعد لیا تھا۔

وہ کہتی ہیں کہ ۱۹۵۰ء کی دہائی کے ابتدائی برسوں میں جب جنس کی تعلیم تقریباً مفقود تھی، بچوں میں خطاکاری کا رجحان، ان کے توارث، خاندانی پس منظر اور شخصی دباؤ کا نتیجہ تھا۔

جن کیسوں کا اس نے ۱۹۶۹ء۔۷۰ء میں جائزہ لیا ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ خطاکاری کی بڑی وجہ سکولوں میں جنسیات کی تدریس تھی، جس کا نتیجہ اچھی پرورش اور صحیح جسمانی حالت رکھنے والے بچّوں کے بھی خراب ہو جانے کی صورت میں نکلا تھا۔

وہ کہتی ہیں کہ اُن کے جائزے میں آنے والی لڑکیوں میں سے چالیس فی صد نے جنسی تعلیم کے بعد خطاکاری کا ارتکاب کیا تھا۔ وہ یہ بھی دعویٰ کرتی ہیں کہ جنسی تعلیم نے خطاکاری کی حدِ عمر سولہ سے گھٹا کر پندرہ سال کر دی ہے۔

ڈاکٹر ایکجوف، جو بی بی سی کے جنسی تعلیم و تربیت کے پروگراموں کی ایک نمایاں نقّاد رہی ہیں، اپنی رپورٹ میں کہتی ہیں کہ جنسیات کی تعلیم شخصی طور پر ناپسندیدہ ہے:۔

"اس سے لڑکپن تباہ ہو جاتا ہے اور بچہ، جس کا ضبطِ نفس نسبتاً اتنا مضبوط نہیں ہوتا، بالغانہ جنسی علم، بالغانہ جنسی احساسات اور خواہشات کے راستہ پر چل پڑتا ہے۔

یہ تعلیم بلوغت سے مخصوص جنسی معاملات میں دلچسپی بڑھا سکتی ہے، جس سے بچّوں میں زندگی کے اس خاص پہلو سے تعلق رکھنے والی ہر چیز، مثلاً فحش لٹریچر، اور اُلٹی سیدھی جنسی کارروائیوں کے بارے میں معلومات کے لئے ایک اشتہا پیدا ہو جاتی ہے۔"

(ڈیلی ٹیلی گراف، لندن بتاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۷۱ء)

چھٹا باب

"المسیح الدجّال" یا "عیسیٰؑ کاذب" کے معانی

عربی لغت کے مطابق "المسیح الدجّال" کے معنی:۔

لفظ دجّال، "دجّالاً" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "اس نے چھپایا" (کسی چیز کو) "لسان العرب" دجّال کے اس طرح پکارے جانے کے متعلق مختلف آراء کو پیش کرتی ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اسے یہ خطاب اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور سچائی کو جھوٹ کے پردے میں چھپاتا ہے۔ دوسری رائے کے مطابق وہ زمین کو اپنے ماننے والوں کے انبوہ سے چھپا دے گا۔ تیسری رائے یہ ہے کہ وہ لوگوں پر الحاد کا پردہ ڈال دے گا اور اپنے علم سے ایسی چیزیں دریافت کرے گا جو پہلے کبھی دریافت نہیں ہوئی تھیں۔ اور ایک چوتھی رائے

* نوائے وقت لاہور کے یکم جنوری ۱۹۷۶ء کی ایک محتاط رپورٹ کے مطابق، صرف ایک شام (۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء) میں گذرنے والے سال کو الوداع اور نئے سال کے استقبال کی خوشی میں خداداد مملکت پاکستان کے صرف ایک شہر میں جو حضرت علامہ اقبال سے منسوب ہے، لاکھوں روپے کی شراب پی گئی (مترجم)

کے مطابق وہ پھیل جائے گا اور پوری زمین کو گھیرے گا۔ ایک اور رائے یہ کہتی ہے کہ دجّال ایک قوم کا نام ہے جو اپنی اجناسِ تجارت اور کاروبار تمام دنیا میں لے کر چلے گی ۔ دوسرے لفظوں میں، یہ قوم دنیا کو اپنی اشیائے تجارت سے بھر دے گی۔ اور ایک آخری نظریہ یہ بھی ہے کہ دجّال کا نام اسے اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ ایسی باتیں کہے گا جو اس کے ذہن میں موجود باتوں کے برعکس ہوں گی۔ یعنی وہ دروغ گوئی سے اپنے اصل ارادوں کو چھپائے گا۔

مسیح کا مطلب "مسیحا" ہے جو کہ قرآن پاک میں مذکور حضرت یسوعؑ کا مقدّس نام ہے۔ اور دجّال اپنا کاروبار اس پاک انسان کے نام پر مگر اس کی تعلیمات کے بالکل برعکس، انجام دے گا۔ مثلاً، جبکہ سچے مسیحؑ نے یہ پرچار کیا :۔ "تو خداوند اپنے خدا کی پرستش کرے گا اور صرف اس کی بندگی بجالائے گا۔" (متی ۱۰ : ۴)

دجّال، مسیحؑ کو خدا کی جگہ پر رکھے گا۔ جبکہ سچے مسیحؑ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے تمام نبی دنیا میں معصوم آتے ہیں، اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور معصوم فوت ہو جاتے ہیں۔ دجّال اس کے برعکس پروپیگنڈہ کرے گا کہ وہ سب دراصل گناہگار تھے۔

حقیقی مسیحؑ نے یہ بھی کہا تھا کہ ہر شخص خدا کے سامنے پیش ہوگا اور اپنے اعمال و افعال کے مطابق سزا یا جزا پائے گا۔ اس کے خلاف دجّال پرچار کرے گا کہ ابن مریم نے سولی پر چڑھ کر تمام دنیا کے گناہوں کا کفّارہ ادا کر دیا ہے، حتیٰ کہ حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ کی معصوم ماں بھی دجّال کی ملحدانہ دروغ گوئیوں سے محفوظ نہیں ہے اور دجّال کو "مسیحِ کاذب" کہنے کا یہی مفہوم ہے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قدیم مسلمان مفسّرین، دجّال کے دور سے تعلق نہ رکھنے کے باعث، المسیح الدجّال کے ظہور سے متعلق قرآن اور حدیث کے مکمّل مفہوم اور اہمیت سے انصاف نہیں کر سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ حقیقت بھی ہو سکتی ہے کہ اس زمانے میں عیسائیت سے اسلام کی طرف رجوع کرنے والے لوگ مسلمانوں میں سب سے زیادہ پڑھے لکھے تسلیم ہوتے تھے اور ان کے پھیلائے ہوئے عقائد و افکار اس زمانے کے مسلمانوں میں رائج ہو گئے۔ بائبل اور عیسائیت کے بنیادی عقائد اور نظریات کی وضاحت میں بعد میں کروں گا۔

ان مفسّرین کی ایک اور تاویل جس کے ساتھ میں متفق نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ انہوں نے دجّال کو لوگوں کے ایک گروہ یا جماعت کے مترادف سمجھنے کی بجائے اسے ایک فرد تصوّر کیا ہے۔

ان غلط فہمیوں کے باعث پوری ملتِ اسلامیہ کو گزشتہ ساڑھے تین سو سالوں میں یورپی عیسائی اقوام کے ہاتھوں کاری زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اپنی غلطی کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے، کیونکہ مسلمان روحانی، جسمانی اور ذہنی رنج برداشت کرتے رہے ہیں۔ اور ابھی تک کر رہے ہیں، اور صرف اللہ جانتا ہے کہ یہ سلسلۂ اذیّت کب جا کر ختم ہوگا۔ لیکن جو مصائب بھی ہم مسلمانوں کو برداشت کرنے پڑے ہیں، ان کے پیچھے اللہ کی رحمت اور منشا کارفرما ہے کیونکہ ان سے نہ صرف ہمیں بلکہ آنے والی ہماری نسلوں کو بھی سبق مل سکتا ہے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسان امتحان اور دُکھ کے بعد جا کر سبق سیکھتا ہے :۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ "ہم نے انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں"

(۶ : ۴۲)

اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ "اور اس بستی کے لوگوں کو تنگی اور سختی میں مبتلا کیا اس خیال سے کہ شاید وہ عاجزی پر اُتر آئیں" (۷ : ۹۴)

اس کے متعلق، رسولِ اکرمؐ نے بھی ہمیں حدیث میں خبردار کیا ہے۔ مکّہ کی طرف اپنے آخری سفر کے موقع پر اپنے [illegible] خصہ میں انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے دو چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں: ایک مقدّس کتاب یعنی قرآن پاک [illegible] آپ کی سنت۔ اور یہ

کہ جب تک مسلمان ان دونوں پر چلتے رہیں گے وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ لیکن اگر مسلمان انہیں ترک کر دیں تو کیا وہ بھی دوسری قوموں کی طرح جو گمراہ ہوئیں، سزا کے مستحق ہوں گے اور تباہ کر دیئے جائیں گے؟ اس کے متعلق صاف صاف انتباہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں آیا ہے اور یہ انتباہ مسلمانوں کے لئے ہے، کیونکہ اللہ کی راہ سے بھٹکنے والے سزا سے اس لئے نہیں بچ سکتے کہ وہ مسلمان ہیں۔ بلکہ سچائی اور خدا کی رہبری کو نظرانداز کرنے والے ایسے لوگوں کی سزا زیادہ عبرتناک ہوگی :۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ "اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔" (۲۷ : ۸۲)

اس آیت کی پوری وضاحت بعد میں کی جائے گی۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنی مقدّس کتاب کی پیشین گوئی پوری فرمائی اور اپنے مبارک پیغمبرؐ کی چودہ سو برس پہلے کی پیشینگوئی بھی پوری فرمائی۔ ہم ان پیشین گوئیوں کو نظرانداز نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا مشاہدہ ہم گذشتہ دو عالمی جنگوں میں کر چکے ہیں اور ابھی تیسری عالمی جنگ کا خطرہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دجّال اور اس کے حواریوں نے بنی نوع انسان کی آسائش کے لئے اس قدر کام کیا ہے اور نئے انکشافات کئے ہیں تو قرآن ان کی مذمّت کیوں کرتا ہے ؟ قرآن مادی اور سائنسی ترقی کے خلاف نہیں ہے۔ اس کے برعکس قرآن اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کراتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا ایک مقصد تسخیرِ فطرت ہے۔ اس ضمن میں قرآن کی چند آیات یہاں نقل کرتا ہوں :۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ "اس زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخّر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔" (۴۵ : ۱۳)

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ

ترجمہ :۔ "کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخّر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر ظاہر کر دی ہیں۔"

(۳۱ : ۲۰)

قرآن پاک جس چیز کی مذمّت کرتا ہے وہ اِس عالمِ رنگ و بو کی تسخیر نہیں بلکہ زندگی کی طرف وہ نامعقول روّیہ ہے جس میں اللہ پر ایمان باقی نہیں رہتا۔ عملی زندگی میں اللہ کی بندگی کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے انسان خود خدائی کا دعویٰ کرنے لگا ہے۔ ایسے لوگ اگر کسی چیز کی پرستش کرتے بھی ہیں تو یہ پرستش کسی انسان کے اقتدار یا اپنی قوم یا طبقے کے مجموعی اختیار کی پرستش ہوتی ہے۔ یہ چیز امریکہ اور روس دونوں کے لئے صحیح ہے۔ یہاں مجھے اس بات کی وضاحت بھی کر دینا چاہیئے کہ قرآن پاک "دجّال" کے نام کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ یاجوج و ماجوج کا نام لیتا ہے۔ ایک دوسری جگہ قرآن، اسی قوم کے لئے "دابۃ الارض" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اس لفظ اور یاجوج اور ماجوج کے ساتھ اس کے تعلق کی تشریح بعد میں کی جائے گی۔

ہم اپنے آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ آنحضرت محمد صلعم نے خاص طور پر ہمارے زمانہ کی عیسائی قوموں کے لئے "المسیح الدجّال" کے الفاظ کیوں استعمال کئے جبکہ انؐ کے اپنے زمانہ میں عیسائی آدھی مہذب دنیا پر قابض تھے اور وہؐ ان لوگوں کے دین کے لئے بھی بڑا احترام رکھتے

تھے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کی دوربین نگاہ نے وہ وقت دیکھ لیا تھا جبکہ آپؐ کے پیروکار عیسائیوں پر غالب آجائیں گے اور ان کی قوت و اقتدار کو (جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے) بڑی حد تک کم کردیں گے۔ جنگ احزاب کے موقع پر آپ کو خواب میں دکھایا گیا کہ رومی اور ایرانی سلطنتوں کی چابیاں آپ کے حوالے کردی گئی تھیں۔ آپؐ نے اپنا یہ خواب فوراً اپنے اصحاب کو سنایا اور انہیں بتایا کہ ایک دن آئے گا جب مسلمان ان دونوں سلطنتوں پر قابض ہوجائیں گے۔

آپؐ کے وصال کے بعد ایک صدی کے اندر یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی اور اگر ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ حقیقتاً مسلمان مشرق و مغرب دونوں پر بڑی حد تک چھا گئے تھے۔ مشرق میں ان کا اقتدار اور اثر چین کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا اور مغرب میں وہ پیرس اور وی آنا کے دروازوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ دنیا کے ان حصّوں پر وہ پورے ایک ہزار سال تک حکمرانی کرتے رہے حتیٰ کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں یورپی قوموں نے ان سے یہ اقتدار چھین لیا۔

اپنے روحانی عرفان سے رسول اکرمؐ کو قبل از وقت معلوم ہوگیا تھا کہ آخری زمانے میں عیسائیت کی ایک اور قسم نمودار ہوگی اور یہ کہ مختلف ممالک میں اس کی مختلف شکلیں رائج ہوں گی اور باوجودیکہ حضرت یسوع مسیحؑ کا نام ہر جگہ اس نئی عیسائیت کی تشکیل میں یکساں استعمال کیا جائے گا، عملی طور پر انؑ کی اصل تعلیمات کو یکسر مسخ کردیا جائے گا۔

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں عیسائیت کی یہ نئی اقسام سولھویں اور سترھویں صدیوں میں یورپ میں نمودار ہوئیں اور ان کی تاریخ پر دھیان دینے والا ہر شخص پتہ لگا سکتا ہے کہ کس طرح یورپی قوموں نے اپنے مذہب کے نام پر سیاسی تفوّق حاصل کیا، اور اپنے مذہبی مبلّغین کی محتاط تنظیم کے ساتھ اپنے آپ کو سیاسی اقتدار کے زینے پر بطور "عظیم سفید فام باپ" دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان یورپی اقوام کا طریقہ واردات حال اور ماضی کے حالات سے بالکل سامنے آجاتا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ لوگ اپنے مذہبی مشنری باہر بھیجتے ہیں تاکہ وہاں کے عوام کو لالچ اور تبلیغ سے عیسائیت پر لاسکیں۔ اس کے بعد ان کی کاروباری سرگرمیاں شروع ہوتی ہیں۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں کی ہمدردی اور اعتماد ان کو حاصل ہوگیا ہے، تب یہ وہاں اپنے یورپی گورنر اور فوجی مشن (MILITARY MISION) بھیج دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت جلد یہ ان ممالک اور ان ممالک کے لوگوں کے آقا بن جاتے ہیں۔ (اس ضمن میں اس باب کا ضمیمہ ملاحظہ ہو)

تاہم یہ امر تعجب خیز ہے کہ یہ لوگ سیاہ فام یا رنگدار لوگوں کو اپنے مذہب پر منتقل کرنے کی زحمت کیسے گوارا کرلیتے ہیں، جبکہ ان سیاہ فام "نوعیسائیوں" کا، اگر وہ ان یورپی لوگوں کے گرجاؤں میں داخل ہونے کی کوشش کریں، تو نہ صرف مذاق اڑایا جاتا ہے بلکہ اکثر انہیں وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم نے ان لوگوں کو "المسیح الدجّال" کا خطاب دیا۔

قرآن اور احادیث کی پیشین گوئیوں کے مطابق، اس تباہی کے بعد اسلام تمام عالم میں پھیل جائے گا اور امن قائم ہوجائے گا، کیونکہ اسلام میں بلا تمیزِ رنگ و نسل تمام انسان برابر ہیں کیونکہ وہ سب اللہ واحد اور قادرِ مطلق کے بندے ہیں۔

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ:۔ "وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس (مذہب) کو دوسرے تمام مذاہب پر غالب کرے، اگرچہ مشرک ناک بھوں چڑھاتے رہیں۔" (قرآن ۹:۳۳)

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

ترجمہ:۔ "وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔ اور اللہ ہی گواہی کے لئے کافی ہے۔" (قرآن ۴۸:۲۸)

یہ آیات مستقبل کی صاف صاف پیشین گوئی کررہی ہیں، اور ہم ان آیات کی موجودگی میں آج کے عالمی حالات بالخصوص مسلمانوں کے زوال پر تعجب کا اظہار کرسکتے ہیں۔ غالباً یہ سمجھنا اکثر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے دشوار ہوگا کہ کیسے اسلام دنیا کے تمام دیگر مذاہب اور نظریات کو مات کر جائے گا۔ لیکن رسولِ کریمؐ کی صاف پیشین گوئی ہے کہ ایسا ہوکر رہے گا۔

آج کل بعض مسلمان مفکّرین، عام عقیدے کے برخلاف، یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا یہ غلبہ جیسا کہ پیشینگوئی کی گئی ہے، حضرت یسوعؑ کے دوبارہ جسمانی ظہور سے ممکن نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان مفکّرین نے قدیم زمانے سے چلے آرہے عقیدۂ مہدیؑ (جو مافوق البشری طاقتوں اور اقتدارِ ایزدی سے نسبت رکھتا ہے) کو بھی ٹھکرا دیا ہے۔ ان کے اندازِ فکر کے مطابق یسوعؑ یا مہدی کی آمد پر تکیہ کرنے سے مسلمانوں سے اپنی کوتاہیوں کو آپ اپنے ہاتھوں دور کرنے کا احساس چھن گیا ہے اور ان کی سوجھ بوجھ کی صلاحیت اور اخلاقی جرأت تباہ ہورہی ہے۔ ان تاویلوں کی بدولت اسلام کے دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد میں رکاوٹ پڑتی رہی ہے اور نتیجتہً خود اسلام کی مقبولیت بھی متاثر ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں، یہ یقین کرنا کچھ غیر منطقی سا لگتا ہے کہ مستقبل کی نسلوں میں کوئی شخص ربّانی طاقت کے ساتھ اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کرنے کے لئے پیدا ہوگا۔ غالباً انہی تاویلات کا نتیجہ ہے کہ گزشتہ چودہ سو برسوں میں متعدد مفروضہ آسمانی مسیحا اور مہدی اسلامی دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے ان میں سے کوئی بھی اسلام کو دوسرے مذاہب پر غلبہ دلانے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ بلکہ اس کے برعکس اسلامی معاشروں میں پھوٹ اور بدنظمی پیدا ہوتی رہی ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں، مسلمان جو بھی سوچیں یا کہیں، اللہ بے نیاز ہے کیونکہ اس کا اپنا منصوبہ موجود ہے۔ اسے کسی تائید یا مدد کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جیسا کہ میں اپنے قارئین کو چوتھے باب میں (جہاں میں نے چار قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے) بتا چکا ہوں، اللہ نے کوئی چیز (خاص طور پر انسان) بے مقصد پیدا نہیں کی۔ اللہ اپنے اس مقصدِ تخلیق کی تکمیل کیسے کرے گا، اسے مندرجہ ذیل حدیث میں دیکھا جاسکتا ہے:

"حضرت انسؓ نے رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے:۔ آخری ساعت کی علاماتِ صغریٰ سے ایک یہ علامت ہوگی کہ آگ پیدا ہوگی جو مشرق و مغرب سے تمام انسانوں کو ایک جگہ اکٹھا کردے گی۔" (مشکوٰۃ المصابیح۔ صحیح بخاری)

یہ پیشین گوئی بڑی حد تک پوری ہوچکی ہے کیونکہ انسانوں نے اس آگ کا کچھ مزا گزشتہ دو عالمی جنگوں میں چکھا ہے اور نتیجتہً کسی حد تک وہ آپس کے اختلافات طے کرنے کے لئے ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں، مثلاً اقوام متحدہ کے ذریعے۔ لیکن ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی آگ، جو تیسری عالمی جنگ میں استعمال کی جائے گی، یقیناً تمام بنی نوع انسان کے لئے تباہ کن ہوگی اور اس مہلک آگ کے اثرات ایک دفعہ چکھ لینے کے بعد انسان لازمی طور پر باہم اکٹھے ہوجائیں گے اور ایک نئی ذہنیت کے ساتھ اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کریں گے۔ جیسا کہ اللہ ہمیں قرآن میں بتاتا ہے، "اور ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے اور وہ دن ہوگا جب ہم آگ کو کافروں کے سامنے لے آئیں گے۔" (۱۸:۹۹)

اس وقت بنی نوعِ انسان کو سچائی کی تلاش ہوگی اور یہ سچائی اسے اسلام سے باہر کہیں نہ ملے گی کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے۔

قرآن کے مطابق انسان کو اس وقت اپنی عاجزی کا خیال آتا ہے جب وہ کسی سختی یا تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے:۔

أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ۝

ترجمہ :۔ ”ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی پر اُتر آئیں“
(قرآن ۹۴ : ۷)

شاید یہی سب سے بڑی پیشین گوئی ہے جس کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔ اس کے پورا ہو چکنے کے بعد جب دنیا میں اسلام کا غلبہ اور چرچا ہوگا، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے :۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ

ترجمہ :۔ ”اس دن جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیئے جائیں گے۔“ (قرآن ۴۸ : ۱۴)

یاجوج اور ماجوج کا مطلب

یاجوج اور ماجوج کا مادہ لفظ ”عاج“ یا ”عاجیج“ ہے اور یہ ”یافول اور مافول“ کی صورت پر ہیں۔ عاجیج کے معنی ہیں ”دہکتی ہوئی آگ“ لیکن ”عاج“ کا مطلب ”اسریٰ“ ”وہ تیز چلا“ بھی ہے۔ ان لفظوں کا یہ مطلب ’لسان العرب‘ میں دیا گیا ہے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج کو ”بھڑکتی ہوئی آگ“ اور ”ٹھاٹھیں مارتے پانی“ سے اس لئے تشبیہہ دی گئی ہے کہ وہ انتہائی ہنگامہ خیز ہوں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دجال اور یاجوج و ماجوج ایک ہی قوم ہیں دو مختلف اغراض کے لئے ۔ ایک دنیا میں مذہبی فساد برپا کرے گی اور دوسری سیاسی اور فوجی طاقت سے فساد پھیلائے گی۔ جہاں تک مذہبی فساد کا تعلق ہے یہ اب کافی کم ہو چکا ہے کیونکہ ان کی دو تہائی تعداد قریب قریب ملحدوں پر مشتمل ہے اور باقی ماندہ اپنے عقیدے اور کلیسا سے منسلک رہنے کی بجائے ان برائیوں کی لذت چکھنے کو ترجیح دیتے ہیں جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

گرجا گھروں کے مذہبی اجتماعات میں حاضری دن بدن گھٹ رہی ہے۔ اور اب یہ حالت ہے کہ بیچارے پادریوں کو لوگوں میں مذہب سے دلچسپی پیدا کرنے کی امید میں کبھی کارخانوں، فیکٹریوں اور ورکشاپوں میں جانا پڑتا ہے اور کبھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آنا پڑتا ہے۔

اب میں بیرون ملک ان لوگوں کی مذہبی تعلیمات کو لیتا ہوں، کیونکہ باہر جہاں جہاں لوگوں نے عیسائیت قبول کی تھی اب وہ آہستہ آہستہ اس مذہب کو ترک کر رہے ہیں اور اپنی الگ تنظیمیں اور مذہبی فرقے قائم کرتے جا رہے ہیں جیسا کہ افریقہ اور امریکہ میں آج کل ہو رہا ہے۔

یہاں میں مشکوٰۃ المصابیح سے ایک حدیث کا حوالہ دیتا ہوں جس میں بالکل یہی بات کہی گئی ہے :۔

”خدا کا دشمن (دجال) پانی میں نمک کی طرح گھل جائے گا۔“ جہاں تک ان کے سیاسی اور فوجی فساد کا تعلق ہے وہ اسے جو کچھ کہ وہ اس وقت کر رہے ہیں، اس سے آگے نہیں لے جا سکتے۔ اور صرف اللہ جانتا ہے کہ بالآخر جب یہ لوگ اپنی حدود سے بڑھ جائیں گے تو اس وقت کیا پیش آئے گا۔ ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ جس فتنہ سے ہمارے نبیؐ نے ہمیں اتنے سال پہلے خبردار کیا تھا ہم اپنے آپ کو اس سے محفوظ کر لیں۔ کیسی حیرت انگیز بات ہے کہ ہمارے نبیؐ نے قرآنی آیات کی اس قدر خوبصورتی سے تشریح کی ہے اور اپنے روحانی علم اور بصیرت سے مستقبل بعید کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اور یہ کیسی شاندار بات ہوگی اگر ہم میں سے زیادہ لوگ حضور حضرت محمدؐ کی مثال پر عمل کر سکیں اور اس طرح اللہ کے کچھ نزدیک آ سکیں۔ اور جب ہم خدا سے برکت و رحمت کے طلبگار ہوتے ہیں تو اس وقت ہمیں یہ پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ ہم اس برکت و رحمت کے مستحق بھی ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ :۔ ”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر“
(قرآن ۱۰۷ : ۲۱)

مندرجہ ذیل حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ دجال اور یاجوج و ماجوج کی آمد پر بنی نوع انسان کو کیا پیش آئے گا۔ چنانچہ اللہ نے شب معراج میں آپؐ کو دکھایا کہ :۔

” ابن عباسؓ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے :۔ جس رات کہ مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا، میں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا، گندمی رنگ کے، لمبے قد اور گھنگریالے سر والے آدمی تھے، وہ ایسے لگتے تھے جیسے شانوأ قبیلے کا کوئی فرد ہو۔ میں نے عیسیٰؑ کو دیکھا جو درمیانہ قد، سرخی مائل رنگت اور لمبے بالوں والے آدمی تھے۔ اور میں نے جہنم کے داروغہ ”مالک“ اور دجال کو دیکھا۔ اب تمہیں اس (دجال) سے ملاقات کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، بخاری، مسلم)

آنحضرتؐ کے معراج اور دجال اور یاجوج و ماجوج کے دور میں بنی نوع انسان کے حالات کے بارے میں آپؐ کو دکھائی گئی خاص نشانیوں کے متعلق ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

ترجمہ :۔ ”اور یہ جو کچھ ہم نے ابھی تمہیں دکھایا ہے اس کو ہم نے لوگوں کے لئے ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا ہے۔“ (قرآن ۶۰ : ۱۷)

اور ایک دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے :۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

ترجمہ :۔ ”اور یقیناً انہوںؐ نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں“
(قرآن ۱۸ : ۵۳)

مندرجہ بالا حدیث اور قرآنی آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مستقبل کی نسلوں کے متعلق پیشین گوئیاں معنوی مفہوم رکھتی ہیں اور انہیں صرف تمثیلی زبان میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان کے معنوں کی تفسیر بیان کرنا صرف اس وقت ممکن ہے جب ان کے ظاہر ہونے کا زمانہ آ پہنچا ہو۔ ●●

دابۃ الارض کا مفہوم

(زمین سے پیدا ہونے والا جانور)

”مسلمانوں کے لئے ایک انتباہ“

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ ”اور جب ہماری بات پورا ہونے کا وقت ان پر آ پہنچے گا تو ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔“ (قرآن ۸۲ : ۲۷)

”ایک جانور زمین سے .... جو ان سے کلام کرے گا“ سے صاف طور پر وہ لوگ مراد ہیں جو زمین پر نیچے کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ یہ مغرب کی مادہ پرست قومیں ہیں جو زندگی کی بلند قدار کا احساس کھو بیٹھی ہیں۔“

کتب احادیث کے مطابق، ”دابۃ الارض“ کا نکلنا آخری گھڑی کے نزدیک آ پہنچنے کی ایک نشانی ہوگی۔ لیکن آخری گھڑی سے ”قیامت“ اور ”لوگوں کی تباہی“ دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ اور اس آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہاں ”خاص گھڑی“ سے مراد ایک قوم کی بربادی کی ساعت ہے کیونکہ اسے ان لوگوں کی سزا کہا گیا ہے جو اللہ کی آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔

ہمارے دور میں خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والے آج کے مسلمان ہیں، جو طوطے کی طرح قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا تو درکنار اس پر ایمان بھی شاید ہی رکھتے ہیں۔ وہ خدا کے فرمان کے مطابق اپنے فرائض انجام نہیں دے رہے اور اس کے سچے اور وفادار بندے نہیں رہے۔ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی، کیونکہ ہم دیکھ

سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہیں، فضول بحث و تکرار اور الزام تراشیوں سے وہ آپس میں خواہ مخواہ کی دشمنی اور نفرت پیدا کر رہے ہیں، حالانکہ انہیں مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور امن کے لئے کام کرنا چاہیئے تھا۔

اگر تمام مسلمان اقوام اسلام کے مشترکہ تعلق اور اتحاد کے اندر متحد اور منظم ہو جائیں تو ان کا ایمان اور قوت ایسی ہو گی کہ ان کے پاس نہ صرف اپنی زمینوں اور علاقوں کے تحفظ کی طاقت ہو گی بلکہ دنیا کی آنے والی نسلوں کا مستقبل بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گا۔

مسلمانوں کے درمیان موجودہ نفاق اور اضطراب کا ایک بڑا سبب نام نہاد پڑھے لکھے اور مذہبی پیشوا ہیں جو اپنی تعلیمات اور قرآنی آیات کی غلط تعبیرات اور احمقانہ توہمات کی بدولت جاہل اور کم تعلیم یافتہ عوام پر کافی اثر رکھتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں جو کچھ یہ بتلاتے ہیں اس میں افسانہ اور توہم پرستی کی آمیزش ہوتی ہے۔ توہمات کی کوئی بھی مقدار انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے لئے حقیقی تفہیم اور دل میں سچے اور راسخ ایمان کی رہنمائی ضروری ہے، اور بدقسمتی سے اسی ایک چیز کی آج کے مسلم عوام کے کردار میں کمی ہے۔

اگر کوئی شخص قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد قدیم و جدید مسلمان مصنّفین کی تحریروں کو پڑھے تو وہ دیکھے گا کہ ان میں سے بعض مصنّف قرآن کی سادہ اور خالص تعلیمات کے بالکل اُلٹ باتیں لکھتے ہیں۔ پس میں اپنے قاری سے درخواست کروں گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر وہ تھوڑی دیر کے لئے غور کرے اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد وہ قرآن کی اس آیت کا مفہوم سمجھ سکے گا جو کہتی ہے کہ :۔ " ہم ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔"

جیسا کہ میں نے اوپر تشریح کی ہے، یہ جانور مغرب کی مادہ پرست قومیں ہیں جو سطحِ ارضی پر درندوں کی طرح گھوم رہی ہیں اور جن کی زندگی کا بڑا مقصد محض دنیا میں زندہ رہنا اور "زمین کے جانوروں" کی طرح اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین کرنا ہے۔ اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں اور نہ کبھی زندگی کی بلند قدروں یا زندگی بعد الموت کا احساس دل میں لاتے ہیں۔

" زمین کا جانور جو ان سے (مسلمانوں سے) کلام کرے گا" کا مطلب یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ یورپی قوموں نے مسلمان اقوام کو کوئی دو سو سال یا زیادہ عرصہ تک اپنے زیرِ تسلط رکھا، بلکہ آج بھی جبکہ ان مسلمان قوموں نے نام نہاد آزادی* حاصل کر لی ہے، وہ بڑی حد تک یورپی لوگوں کے تسلط میں گرفتار ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے پرانے "آقاؤں" کی مرضی اور منشا کے بغیر اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتیں۔ اور ان "آقاؤں" کا مسلمان قوموں کے رزق پر بہت زیادہ اختیار ہے۔ چنانچہ جب قرآن کہتا ہے کہ " زمین سے جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا" تو اس کا یہی مطلب ہے۔ یعنی وہ جانور (مغربی قومیں) مسلمانوں کو بتلائے گا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔

عہدِ سابق کے مسلم شارحین کی دابۃ الارض کے متعلق تاویلات

۱ :۔ " جب دجّال اور یاجوج و ماجوج ختم ہو جائیں گے تو تمام دنیا اللہ کی عبادت کرے گی اور اسلام پر چلے گی۔"

۲ :۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اسلام دوبارہ انحطاط کا شکار ہو جائے گا اور یہ انحطاط اس قدر زیادہ ہو گا کہ اسلام کی حالت دجّال کے زمانے سے بھی زیادہ پتلی ہو جائے گی، کیونکہ صرف چند گنے چُنے لوگ اللہ اور اپنے دین کی طرف توجہ دیں گے اور لوگوں کی اکثریت جنگلی جانوروں کی طرح زندگی بسر کرے گی۔"

۳ :۔ " اچانک اللہ تعالیٰ دُھواں بھیجے گا جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گا اور اس وقت ایک رات تین یا چار راتوں کے برابر ہو گی۔"

۴ :۔ " پھر خدا سُورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نکالے گا اور ابھی اس نے اپنا ایک تہائی چکر لگایا ہو گا کہ دوبارہ ڈوب جائے گا۔ پھر دوسرے دن رات اور دن معمول پر آ جائیں گے۔"

۵۔ " اس کے بعد اللہ کی طرف سے درِ توبہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی توبہ قبول نہیں ہو گی۔"

۶ :۔ " زمین کانپے گی اور تھرتھرائے گی جس طرح کہ بھونچال آتا ہے، اس کے نتیجہ میں مکّہ کے قریب صفا کی پہاڑی میں شگاف پڑ جائے گا اور اس شگاف سے دابۃ الارض باہر نکل آئے گا۔"

۷ :۔ " دابۃ الارض کا حلیہ اس طرح ہے : اس کا چہرہ انسان کی طرح، دھڑ گھوڑے کی طرح، ٹانگیں اونٹ کی طرح، چوتڑ ہرن کی طرح اور دُم گائے کی طرح ہو گی۔ اس کے سر پر سینگ ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے۔ اس کا قد ساٹھ فٹ بلند ہو گا۔ اسکے ایک ہاتھ میں عصائے موسوی اور دوسرے میں حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہو گی۔

وہ اتنی سرعت سے چلے گا کہ مختصر سے وقت میں پوری دنیا کا چکر لگا لے گا۔ لوگوں سے باتیں کرے گا، جو ایمان رکھتے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر وہ عصا سے نشان لگائے گا جس سے ان کے چہرے چاند کی طرح دمکنے لگیں گے۔

لیکن جو مومن نہیں ہوں گے وہ ان پر انگوٹھی سے ٹھپہ لگائے گا جس سے ان کے چہرے سیاہ اور ڈراؤنے ہو جائیں گے۔ اس طرح کرنے سے مومن اور غیر مومن الگ ہو جائیں گے۔ اور پہچانے جا سکیں گے۔ اس کے بعد دابۃ الارض اسی طرح اچانک غائب ہو جائے گا جس طرح کہ اچانک ظاہر ہوا تھا۔ اس کے بعد اللہ قیامت کا دن قریب لے آئے گا۔"

(اے ڈکشنری آف اسلام ۔ ٹی ۔ پی ۔ ہیوس)

دابۃ الارض کے متعلق قرآنی آیت کا ترجمہ اور تفسیر میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔ اب یہ فیصلہ قاری پر چھوڑتا ہوں کہ دونوں میں سے کس کی تفسیر (میری یا قدیم شارحین کی) زیادہ قابلِ قبول ہے۔ یہاں میں یہ واضح کر دوں کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا ذکر لفظی معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ قرآن پاک نے متعدد مقامات پر یہ واضح کیا ہے کہ چاند اور سورج، دن اور رات ایک مقررہ مدّت تک اسی طرح اپنا کام جاری رکھیں گے اور اپنا مقررہ راستہ تبدیل نہیں کر سکتے

لَا الشَّمْسُ يَنۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ " نہ یہ سورج کے لئے ممکن ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دِن پر سبقت پا سکتی ہے، اور یہ سب اپنے اپنے دائرہ ثقل میں تیر رہے ہیں۔"

(قرآن ۴۰ : ۳۶)

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝

ترجمہ : " اور سورج اور چاند کو (تمہارے لئے) مسخّر کیا گیا۔ ہر ایک مقرّرہ مدّت چلتا رہے گا۔ اللہ کام کی تدبیر بتاتا اور مفصّل نشانیاں بتاتا ہے تاکہ تم اپنے ربّ سے ملنے کا یقین کر لو۔" (قرآن ۲ : ۱۳)

پس بعض جگہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا ذکر محض ایک تمثیلی یا ایمانی اظہار ہے۔

---

* اس ضمن میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کتاب "آزادی موہوم" کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا اس کتاب میں ایشیا اور افریقہ (بشمول مسلم ممالک) کے نو آزاد ملکوں کی نام نہاد آزادی کا پول بڑی خوبصورتی اور جسارت سے کھولا گیا ہے۔ (مترجم)

یہاں سورج سے مراد روشنی ہوسکتی ہے اور یہ روشنی، نورِ اسلام ہوسکتی ہے۔ اغلباً اس کا یہ مطلب ہے کہ مستقبل میں بہت سی یورپی قومیں، جب وہ آخرکار اُجالے کو دیکھیں گی، جب ان کی آپس میں نفرت اور تباہی کا سلسلہ تھم جائے گا اور وہ اپنا متکبرانہ مزاج انسانیت میں بدل دیں گی، اسلام کو قبول کریں گی۔

میرے مسلمان بھائیو! دھوکہ نہ کھاؤ، دجّال اور یاجوج وماجوج کے متعلق پیشین گوئیاں ہمارے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہیں۔

ایک سچے مسلمان کے راستہ پر چلنے کے لئے ہمیں دجّال کے فتنے اور فسادات سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے تاکہ ہم خالص اور صاف مسلمان دل اور جسم کے ساتھ مریں۔ اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے صحیح اسلامی تہذیب اور ثقافت میں اچھے مسلمانوں کی طرح پرورش پائیں تو ہمیں پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے انتظار میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ ہمیں جاگنا چاہیئے۔ قرآن مادی ترقی سے منع نہیں کرتا لیکن مسلمانوں کو تنبیہہ کرتا ہے کہ وہ اپنی روحانی قدروں پر مادی قدروں کو غالب نہ آنے دیں، جس طرح کہ یورپی قوموں نے کیا ہے۔

ضمیمہ

عیسائیت کی ترویج، دراصل رومی شہنشاہ کنسٹنٹائن اعظم نے حضرت عیسٰیؑ کی وفات سے قریباً تین سو پچیس سال بعد کی تھی۔ لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے وہ ایک ہاتھ میں صلیب اور ایک ہاتھ میں تلوار لے کر نکلا۔ لاتعداد بے گناہ نفوس اس لئے تباہ کر دئیے گئے کہ انہوں نے اس کی پیش کردہ مخصوص عیسائیت کی شکل اور عقیدہ تثلیث کو قبول نہیں کیا تھا۔

عیسائی مورّخین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عیسائیت تھی جسے بزورِ شمشیر پھیلایا گیا نہ کہ اسلام۔ عیسائیت کو پھیلانے کے سلسلہ میں جو حربے استعمال کئے ان کی تفصیل جاننے کے لئے قاری کو جیک مینڈلسون (JACK MENDELSOHN) کی کتاب "خدا، اللہ اور جوجو" (GOD, ALLAH AND JUJU) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور خاص طور پر اس کتاب کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہیئے:۔

"جب انگریز کو مانچسٹر کی ردّی چیزوں کی کھپت کے لئے کسی نئی منڈی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہاں کے اصل باشندوں کو "صحیفہ امن" سکھانے مشنری بھیج دیتا ہے۔ اصل باشندے مشنری کو مار ڈالتے ہیں اور وہ "انگریز" عیسائیت کے بچاؤ کے لئے ہتھیار لے کر لپکتا ہے اس کے لئے لڑتا ہے اور منڈی کو صلۂ آسمانی سمجھ کر قابض ہو جاتا ہے۔"

بہت سے لوگ عیسائی مشنری تحریک کو افریقہ کو یورپی عیسائیت میں ڈھالنے کی ایک کوشش سمجھتے ہیں:۔ "تبلیغی مشن حیران کن حد تک نسلی امتیاز پر چُپ سادھے ہوئے ہیں۔" اور جہاں کہیں بھی سفید فام آدمی اقتدار میں ہے وہاں مقامی ثقافت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انجیل بدست مشنریوں اور سامراجی ٹھیکیداروں کے تعلقِ باہمی کی زبان زدِ مثال کا ایک نمونہ یہ ہے:۔

"مشنری لوگ ہمارے پاس آئے اور کہا 'ہم تمہیں دُعا سکھانا چاہتے ہیں'۔ بہت خوب ہم نے کہا۔ 'ہم دعا سیکھنا چاہتے ہیں'۔ اس پر مشنریوں نے ہمیں آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ ہم نے آنکھیں بند کر لیں اور دُعا سیکھی۔ جب ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہمارے ہاتھوں میں بائبل تھی، لیکن زمین ہمارے قبضے سے جا چکی تھی۔" ●●

ساتواں باب

قدیم مسلم مفسّرین حدیث اور "دجّال" اور "یاجوج وماجوج" کے الفاظ کی تعبیر

اس مرحلے پر حدیث کے قدیم مسلم مفسّرین کے نقطۂ نظر سے دجّال کی نشانیاں بیان کرنا سود مند ہوگا۔

آج کل کے مسلمان دجّال اور یاجوج وماجوج کے بارے میں عجیب وغریب خیالات رکھتے ہیں۔ یہاں میں عوام الناس میں رائج کچھ نظریات درج کرتا ہوں، ان نظریات کو میں نے ترجمہ وتشریح سمیت قدیم مسلمان مصنفین اور شارحینِ حدیث اور مختلف زبانوں کی کتابوں، خاص طور پر تفسیر حقّانی اور مشکواۃ المصابیح سے لیا ہے۔ ان کا حوالہ قارئین کو "دی شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں بھی مل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں۔ یقیناً ایک ایسے دور میں دجّال اور یاجوج وماجوج کے ناموں کی تفسیر انتہائی دشوار اور محال تھی جب ان کے متعلق بیان کردہ چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اس وقت موجود نہ تھی۔ پیشین گوئیاں ہمیشہ ایمائی زبان میں ہوتی ہیں۔ اور چونکہ وہ مستقبل بعید کے واقعات کا تذکرہ کرتی ہیں، ان کی حقیقی اہمیّت کو سمجھنا صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب وہ پوری ہو کر زندہ معجزوں میں ڈھل جاتی ہیں۔

قرآن اور حدیث کے قدیم شرح نویس یہ تاثر دیتے ہیں گویا یاجوج اور ماجوج ہم سے بالکل مختلف انسانی مخلوق کی کوئی اور قسم ہوں۔ بعض مفسّرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ براہِ راست حضرت آدم کی اولاد ہیں جبکہ بعض دوسرے مفسّرین کے نزدیک یہ حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث سے ہیں۔ لیکن قرآن، حدیث، بائبل اور جغرافیائی تاریخ کے مطابق، یاجوج اور ماجوج کسی طرح بھی عام انسانوں سے مختلف نہیں ہیں۔

میرے نزدیک، قدیم تفاسیر تسلی بخش نہیں ہیں کیونکہ انہیں اس وقت لکھا گیا تھا جب دنیا کو آنے والے واقعات کی صورت کا ذرہ بھر بھی اندازہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں اسی نقطہ نظر سے عامۃ المسلمین کے ان پیشین گوئیوں کے متعلق مقبول عام عقیدے پر تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اپنی علمی کم مائیگی کے پورے احساس کے ساتھ میں نے ان کے متعلق اپنی ذاتی تاویلات پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کی نسلیں ان پیچیدہ پیشین گوئیوں کے لئے کوئی اور بہتر جواب ڈھونڈ سکیں۔

جیسا کہ قاری کو پتہ چل سکتا ہے، پرانی اور نئی تاویلوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ قدیم شرح نویس ان پیشین گوئیوں کی زبان کو ان کے لفظی مفہوم میں دیکھتے تھے جبکہ مفسّر انہیں تمثیلی مفہوم میں دیکھتا ہے: چند مقبول عام نظریات کو لیجئے، مثلاً دجّال کی تعبیر یوں کی گئی ہے:۔

۱:۔ "دجّال کے متعلق بتلاتے ہیں کہ وہ اسی زمین پر کسی جزیرے میں رہتا ہے اور اس کا جُثّہ اس قدر بڑا ہے کہ سمندر اس کو گھٹنوں تک آتا ہے۔"

یہ کہنے کے بعد کہ دجّال زمین پر کہیں جزیرے میں رہتا ہے، یہ یقین کرنا غلط ہے کہ اس جیسے قد وقامت اور جسمانی زور والا آدمی اب تک چھپا ہوگا جبکہ انسان آج تمام دنیا بلکہ اس سے بھی آگے کئی مقامات کو دریافت کر چکا ہے، مثلاً اس کا چاند پر پہنچنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دجّال کے پاس اتنی ہمّت یا طاقت نہیں تھی کہ وہ برسرِ عام نمودار ہو سکے تاوقتیکہ اس کے پاس ایسا کرنے کے لئے ضروری طاقت نہ آجائے۔ اور جہاں تک دجّال کو سمندر کا پانی گھٹنوں تک آنے کا تعلق ہے اس کی تشریح میں پہلے کہیں کر چکا ہوں۔

۲:۔ "اس کے ہاتھ اور ٹانگیں زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہیں اور جب تک اس کی رہائی کا وقت نہیں آتا وہ اسی حالت میں رہے گا۔"

اس تاویل سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ دجّال حضرت محمدؐ سے بھی پہلے اس دنیا میں موجود تھا مگر قید ہونے کے باعث اس میں دنیا پر تسلّط جمانے کی طاقت نہ تھی۔

جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں، دجّال سے مراد یورپی اقوام ہیں، لیکن اگر کوئی حیران ہوتا ہے کہ آخر انہیں اپنے آپ کو ظاہر کرنے میں اتنا زیادہ وقت کیوں لگا، تو اسے صرف

یورپی قوموں کی ابتدائی تاریخ پڑھنی ہوگی اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ اُس وقت عیسائیت ان ممالک میں غالب مذہب نہیں تھی، بلکہ یہ لوگ متعدد مشرقی دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے جنہیں بے دین رومیوں نے رائج کیا تھا کیونکہ اس وقت یورپ پر سلطنتِ روم کا تسلّط تھا۔ حضرت یسوع ؑ کی پیدائش سے پہلے رومیوں نے نے جس آخری مشرقی دیوتا کو متعارف کرایا تھا وہ "متھرا" تھا، جس کا تعلق فارس سے تھا اور اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ وہ تمام دنیا کے گناہوں کے کفارہ کے لئے مرا اور دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کی تاریخ پیدائش پچیس ۲۵ دسمبر تھی۔

پھر متھرا کی جگہ لینے کے لئے یسوع ؑ مشرق سے تشریف لائے، کیونکہ یسوع ؑ کا موجودہ مذہب یورپ میں رائج کرنے والے بے دین رومی ہی تھے اور اب وہ (یسوع ؑ) آخری ابنِ خدا دیوتا ہے جو مغربی دنیا میں باقی ہے۔ اس کے بعد عیسائیت اور یورپی لوگوں کے دوسرے مذاہب کے درمیان کافی عرصہ تک کشمکش جاری رہی، حتیٰ کہ آخرکار عیسائیت یورپ میں قدم جمانے میں کامیاب ہو گئی اور انگلینڈ کے بادشاہ جیمز اوّل کے دور میں ۱۶۱۱ء میں یہ لوگوں کا مقبولِ عام مذہب بن گئی۔ جیمز اوّل نے حکم جاری کیا کہ مختلف پادریوں کی لکھی ہوئی بھانت بھانت کی اناجیل تباہ کر دی جائیں اور ان سب پر نظرِ ثانی کر کے بائبل کا ایک مستند انگریزی نسخہ وجود میں لایا جائے۔ چنانچہ یہی نسخہ آج کل ہر جگہ پڑھا جاتا ہے۔

اس کے بعد فوراً انہوں نے بیرونِ ملک اپنے تبلیغی مشن بھیجنے شروع کئے اور اس اقدام کی تقلید دیگر یورپی ممالک نے بھی کی۔ چنانچہ دجّال کے ہاتھ پاؤں کچھ عرصہ مقیّد رہنے کی یہی تعبیر ہے۔

میں نے آئندہ صفحات میں ان قوموں کے عروج کے آغاز کی تشریح کر دی ہے۔

۳:- "بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ وہ (دجّال) یہودی النسل ہوگا۔"

اس تیسری تعبیر کے متعلق کہ دجّال یہودی النسل ہوگا، میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں دجّال کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ اس سے مراد لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دجّال یہودیت پر آجائے گا اور اپنی کاروائیاں یہودی عقیدے کے نام پر انجام دے گا۔ میں اپنے مسلمان قارئین کو ایک مرتبہ پھر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ نبی یسوع ؑ یہودی نسل سے تھے اور قرآن اور بائبل کی گواہی کے مطابق یہودیوں کے لئے بھیجے گئے تھے۔

۴:- "جب اسلام اس حد تک تنزّل کا شکار ہو جائے گا کہ لوگ قرآن اور حدیث پر توجہ دینا چھوڑ دیں گے اور ہر عرب گھرانہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ جھگڑا رکھتا ہوگا، اس وقت اللہ دجّال کو بھیجے گا تاکہ وہ (اللہ) لوگوں کی آزمائش کرے کہ ان میں سے کون مومن اور کون غیر مومن ہے۔"

یہ تفسیر ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام روبہ زوال ہوگا اور دجّال کا عروج ہوگا۔ اگر ہم قرآن حکیم اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ، جیسا کہ نبی کریم ؐ نے اپنی مندرجہ ذیل حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، اسلام کی خالص اور سچّی تعلیمات آج سے ہزار سال پہلے ماند پڑنا شروع ہو گئی تھیں:-

"بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، اس کے بعد تابعین اور پھر اس کے بعد تبع تابعین، اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو دولت، عورتوں سے تعلق اور جسمانی موٹاپے کی زیادتی پر غرور کو تعریف کا مستحق سمجھیں گے۔"

(شمائل ترمذی ۳۹ : ۳۱)

ایک اور حدیث کے مطابق:-

"ایک ایسی قوم آئے گی جس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی" (کنز الاعمال جلد ششم)

ایک دوسری حدیث ہمیں بتاتی ہے:-

"مکروہ عمل ـــ نہ میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں۔" (کنز الاعمال۔ جلد ششم)

تاہم حقیقی انتباہ قرآن میں اللہ کی طرف سے آتا ہے جبکہ وہ رسول کریم ؐ کو بتاتا ہے کہ ایسا وقت آجائے گا جب آپ ؐ کی روح اللہ سے فریاد کرے گی کہ ان کی اُمّت قرآن بلکہ مجموعی طور پر اسلام کو ہی بھول چکی ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

ترجمہ:- "اور رسول ؐ کہیں گے: یارب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل چیز ٹھہرا لیا ہے۔" (قرآن ۳۰ : ۲۵)

اسلام زوال کی انتہا کو اس وقت پہنچا جب سترھویں اور اٹھارھویں صدیوں میں یورپ کی عیسائی اقوام سے اس کا رابطہ قائم ہوا۔ قرآنی صداقت کو ان اقوام کی دروغ بافیوں سے ملانے اور ان کے احمقانہ توہمات اور نامعقول عقائد کو اپنے دین میں شامل کرنے سے مسلمانوں نے ان یورپی اقوام کو اپنے اوپر مسلّط ہونے کا موقع فراہم کیا۔ عربوں کے سلسلے میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح آئے دن ان کی آپس میں لڑائی بھڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اس نازک وقت میں متحد ہو کر رہنے کی بجائے وہ ایک دوسرے کے خلاف شمشیر بکف* ہیں اور یوں وہ تباہی اور فتنے کا شکار ہو رہے ہیں۔ **

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپی لوگوں نے تمام مسلم دنیا پر اپنا تسلّط قائم کر لیا اور لاکھوں مسلمانوں کو عیسائیت میں اور ہزاروں مسجدوں کو گرجاؤں میں بدل دیا۔ بلکہ ابھی تک مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا سلسلہ جاری ہے۔

۵:- "وہ (دجّال) مشرق سے آئے گا۔"

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ دجّال کا اصل وطن مغرب (یورپ) ہے۔ لیکن اس کا غلغلہ، یا بلکہ اس کے فتنے کا غلغلہ مشرق میں ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجّال کے عروج سے اہلِ مشرق کو نقصان پہنچے گا۔ اور یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ دجّال کی فتنہ انگیزیوں سے اس کے اپنے ملک کے باشندوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا، جو حقیقتاً اس کے مشرق کو لوٹنے کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پس مشرق میں دجّال کے ظہور سے مراد مشرقی ممالک میں اس کے فساد کا ظہور ہے، جہاں کے لوگوں کو یہ، جسمانی اور اخلاقی، روحانی اور مادی طور پر اپنا غلام بنانے کی کوشش کرے گا۔

جہاں تک اس (دجّال) کے وجود کا تعلق ہے، جیسا کہ میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں، احادیث کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم حضرت محمد ؐ کے زمانے میں موجود تھا، مگر اس وقت اس کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ بالکل وہی حالت ہے جو ہم یورپی قوموں کے سلسلے میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ ایک خاص وقت تک تو یہ اپنے آبائی علاقوں تک محدود رہیں اور اس کے بعد یہ کسی طوفان کی طرح باقی ماندہ دنیا کو مسخّر کرتے نکل کھڑی ہوئیں۔ نتیجہ یہ کہ آج یہ قومیں باقی تمام ممالک پر یا تو قابض ہیں یا پھر ان پر ایسا اثر رکھتی ہیں کہ ان کی ہر حرکت اور جنبش یورپ کے تار ہلانے پر منحصر ہوتی ہے۔

۶:- "اللہ دجّال کو اس کی خواہش کے مطابق ہر قسم کی طاقت دے گا اور وہ

---

* اس کی بہترین مثال مصر و لیبیا، لیبیا و مراکش اور عراق و شام کے آپس میں کشیدہ تعلقات ہیں حالانکہ یہ ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں۔ (مترجم)

** اب ایسا نہیں ہے، ۱۹۷۳ کی عرب اسرائیل جنگ اور تیل کو بطور ہتھیار استعمال کر کے عربوں نے ان قوموں کو کسی حد تک گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے۔ اگرچہ اب بھی وہ سیاسی حکمتِ عملی میں ان قوموں سے شکست کھا رہے ہیں، اس کی ایک مثال لبنان کی خانہ جنگی ہے، جس میں ہزاروں مسلمان مارے جا چکے ہیں۔ (مترجم)

(دجّال) جس طرح چاہے گا اپنی طاقت کو استعمال کرے گا، حتیٰ کہ اگر وہ چاہے گا تو مُردہ بھی زندہ ہو سکے گا۔"

اس تعبیر کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ دجّال کو ساری طاقت خدا کی طرف سے ملے گی۔ میں گذشتہ صفحات میں واضح کر چکا ہوں کہ قرآن کے مطابق اللہ کسی کو اپنی طرف سے فطرت (نیچر) پر اختیار عطا نہیں کرتا۔ جو کچھ اللہ نے نوع انسان کو دیتا ہے وہ مادی علم کی قوت ہے اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس قوت کو یورپی قوموں نے کتنا بڑھا لیا ہے۔

۷:۔ " جب دجّال نمودار ہوگا تو وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جو مختصر وقت میں طویل فاصلے طے کرے گا، اور دجّال کے ماتھے پر لفظ "کافر" تحریر ہوگا۔ جس کا مطلب ہے "خدا سے باغی" اور مومن مسلمان اس لفظ کو پڑھ اور سمجھ سکے گا خواہ وہ اَن پڑھ ہو کہ تعلیم یافتہ۔ اس کے علاوہ دجّال کی داہنی آنکھ اندھی ہوگی اور اس کی بائیں آنکھ چمکدار ستارے کی مانند چمکے گی۔ اور اس کا چہرہ سفید ہوگا۔"

دجّال کے گدھے، اس کی پیشانی کی تحریر اور اس کی دائیں آنکھ اور بائیں آنکھ کے متعلق میں پچھلے باب میں تفصیل سے وضاحت کر چکا ہوں۔

۸:۔ " اللہ دجّال کو اس قدر طاقت دے گا کہ وہ دوزخ اور جنّت کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوگا۔"

دوزخ اور جنت کو اپنے ساتھ اٹھا کر پھرنے کا مطلب بھی میں پہلے واضح کر چکا ہوں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جو شخص دجّال کا عقیدہ اور ثقافت اختیار کرے گا وہ اس کی پرورش کرے گا اور اسے کھلائے گا اور جو اس کو ٹھکرا دے گا وہ تباہی کا منہ دیکھے گا۔

۹:۔ " دجّال کے ساتھ جن و پری کی طرح حسین عورتیں ہوں گی اور بہت سے حرامی بچے اور بھانت بھانت کے لوگ، یہود کی ایک فوج سمیت، بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔"

حسین عورتوں، حرامی بچوں، یہود کے لشکر اور دیگر گوناگوں لوگوں کے متعلق جو دجّال کے ساتھ ہوں گے، میں گذشتہ صفحات میں تشریح و توضیح کر چکا ہوں۔

۱۰:۔ " اس کے پاس موسیقی اور گانے ہوں گے کہ ایسے پہلے کبھی نہ سنے ہوں اور جو بھی اس کی موسیقی سُنے گا، خواہ وہ پیر ہو یا جوان، اس کے پیچھے ہو لے گا جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے پیچھے چلتی ہیں۔"

یہ تاویل دجّال کی موسیقی اور گانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کا اثر آج بڈھوں اور جوانوں پر دیکھا جا سکتا ہے کہ کس طرح ہر عمر کے لوگوں پر مشتمل پرجوش ہجوم چیختے چلاتے رکاوٹوں کو توڑتے رقص و نغمہ کی دنیا کے مقبول بُتوں کی محض ایک جھلک دیکھنے کے لئے یا ان سے ہاتھ ملانے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جہاں تک ان کے رقص کا تعلق ہے جنگل کے وحشی اور غیر متمدن لوگ بھی اپنے ناچ میں زیادہ حیا اور رسم کا مظاہرہ کرتے ہیں جتنا کہ یہ نام نہاد یورپی اور امریکی مہذب قومیں مظاہرہ کرتی ہیں۔

۱۱:۔ " دجّال ساری دنیا کا چکر لگائے گا اور زمین کو اپنے خزانے اُگلنے کا حکم دیگا زمین بخوشی اس کے حکم کی تعمیل کرے گی۔"

اس سے مراد دنیا کی نعمتیں اور دولت ہے جس کی میں پہلے تشریح کر چکا ہوں۔

۱۲:۔ " وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا، اور جس شخص کا ایمان کمزور ہوگا اور اس کا دعویٰ قبول کرے گا دجّال اسے اپنی جنّت میں داخل کرے گا۔ لیکن جس کا ایمان مضبوط ہوگا اور اسے ٹھکرا دے گا دجّال اسے اپنی آتشِ جہنم میں پھینک دے گا۔ لیکن جو لوگ اس کی جنّت میں جائیں گے انہیں محسوس ہوگا کہ خدا نے وہ جنّت جہنم میں تبدیل کر دی ہے اور جو اس کی جہنم میں جائیں گے وہ دیکھیں گے کہ خدا نے اسے جنّت میں بدل دیا ہے لیکن جو دجّال کی جہنم میں جائیں گے انہیں چاہیئے کہ سورۃ کہف کی پہلی اور آخری دس دس آیات پڑھیں اور یوں وہ اس کی جہنم سے محفوظ رہیں گے۔"

دجّال خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا اور جو مسلمان دجّال کی دوزخ سے بچنا چاہتا ہے اسے سورۃ کہف کی پہلی اور آخری دس دس آیات پڑھنی چاہئیں۔ اس کے مفہوم کی وضاحت میں پہلے ہی کر چکا ہوں جہاں یورپ کی عیسائی اقوام کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳:۔ " اس کی آواز اس قدر بلند ہوگی کہ جب وہ بولے گا تو تمام دنیا سُنے گی"

اس کی آواز ساری دنیا میں سُنی جائے گی۔ اس سے مراد دجّال کی جسمانی آواز نہیں بلکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن، اور حال ہی میں مواصلاتی سیارچے کے ذریعے پہنچنے والی آواز ہے۔ جو براہِ راست دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک سُنی جا سکتی ہے۔

۱۴:۔ " دجّال یہ سب کاروائیاں کرے گا اور تمام دنیا پر صرف چالیس دن میں چھا جائے گا۔ وہ بڑے سے بڑے ملک سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے جزیرے تک پہنچ جائے گا اور اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، لیکن آہستہ آہستہ اس کے دن گھٹ کر عام دن کے برابر ہو جائیں گے۔"

یہ کہنے سے کہ دجّال تمام دنیا پر چالیس دن میں چھا جائے گا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ مراد ہے کہ عدد چالیس اسلامی علم و ادب میں بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے اور اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ دجّال دنیا پر بہت تھوڑے عرصہ میں اپنا تسلّط قائم کرے گا۔ اگر ہم قدیم استعماری قوموں کی جغرافیائی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ان کا غلبہ ہمیشہ ایک ہزار سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک قائم رہا۔ لیکن یورپی اقوام اور ان کے استعمار کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنا تسلّط سترھویں صدی میں شروع کیا اور اٹھارہویں صدی تک انہوں نے پوری دنیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ تاہم، دوسری جنگ عظیم کے بعد سے، چند مقامات کو چھوڑ کر جہاں یہ مستقل طور پر آباد ہو گئے ہیں (امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ) ان کے تمام استعماری مقبوضات جاتے رہے ہیں۔ چنانچہ دجّال کے چالیس دنوں میں دنیا پر قبضہ کرنے سے یہی مراد ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اس حدیث کو غور سے پڑھے تو معلوم ہوگا کہ چالیس دن دراصل چالیس سال ہیں اور حدیث یہ صراحت کرتی ہے کہ ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ صرف چالیس سال کی مدت میں تمام دنیا* دجّال کے رحم و کرم پر ہوگی۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا پر دجّال کی اصل حکومت سنہ ۱۹۴۵-۴۹ء کے عرصہ میں ایٹم بم گرائے جانے اور عرب سرزمین پر ریاستِ اسرائیل کو جنم دینے سے شروع ہوئی۔ اسرائیلی ریاست کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کا آج کل کے یہودیوں سے نہایت اہم تعلق ہے اور اس تعلق کی تعبیر میں چھٹے باب کی ابتداء میں بیان کر چکا ہوں۔

یورپی اقوام (دجّال) کو آجکل ایسا اقتدار حاصل ہے کہ وہ یہ محسوس کر کے خوش ہوتی ہیں کہ دنیا ان کے ہاتھوں میں محفوظ ہے۔ لیکن اگر ان کی قوت اور اقتدار کو چیلنج کر دیا جائے تو ان کی ناراضگی اور بے اطمینانی اس حد تک جا پہنچے گی کہ یہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکیں گی اور اپنے ساتھ تمام دنیا کو بھی لے ڈوبیں گی۔

ان کا یہ ادّعا کہ صرف وہی اتنا شعور اور اہلیت رکھتی ہیں کہ اس عظیم طاقت کو اپنے پاس رکھ سکیں اس وقت کمزور نظر آنے لگتا ہے جب ہمیں یاد آتا ہے کہ پچھلی دونوں عالمی جنگیں انہی قوموں نے شروع کی تھیں۔

اس حدیث کو اس کے لفظی مفہوم میں لینے سے احتراز کرنا چاہیئے ورنہ ہم دیکھیں گے کہ اس سے قرآن کی تردید ہوتی ہے۔ قرآن صاف طور پر یہ کہتا ہے کہ دن اور رات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اس مفہوم کی روایات میں گذشتہ باب میں نقل کر چکا ہوں۔ دجّال

---

* اقوام متحدہ جو کہ افریشیائی اقوام پر حکومت کرنے کا ایک سامراجی ادارہ ہے، بھی اسی دور میں پیدا ہوئی۔ (مترجم)

[illegible] یہ سب سے اہم حدیث ہے۔ احادیث کی متعدد کتابوں میں [illegible] شمار کیا گیا ہے اور دجّال کی مدّتِ اقتدار صرف چالیس ایّام یا دوسرے [illegible] سال بتلائی گئی ہے۔ اس کا حوالہ "شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" [illegible] میں بھی مل سکتا ہے۔

[illegible] قدیم شارحین کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ہر تفصیل کی مافوق البشری تعبیر کی [illegible] اس طرح کرنے سے وہ اس حدیث کے اصل پیغام اور مطلب تک پہنچنے [illegible] رہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ کوئی قوم چالیس دنوں میں دنیا پر قبضہ نہیں کر سکتی [illegible] ہم ان قوموں کے اقتدار کی مدّت ۴۵-۱۹۴۴ء سے آگے کے چالیس سالوں [illegible] شمار کر سکتے ہیں۔

میں اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ حدیث نمبر ۱۶ (آئندہ صفحات پر) جو حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں ظاہر ہونے اور دنیا پر چالیس برس تک حکومت کرنے سے متعلق ہے، غور سے پڑھیں۔ اور میں اپنے قارئین سے کہوں گا کہ وہ مشکوٰۃ المصابیح کی مندرجہ ذیل حدیث پر بھی غور کریں جس میں یہ صاف صاف بتلایا گیا ہے کہ دجّال دنیا پر چالیس برس تک مسلط رہیگا۔ اس حدیث کا باقی ماندہ حصہ تمثیلی رنگ میں ہے۔

* اسما بنت یزید ابن السکان نے رسولِ اکرمؐ سے روایت کی ہے: دجّال دنیا میں چالیس برس رہے گا، ایک سال ایک مہینے کی طرح، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن اتنا کہ جتنا کھجور کی ایک ٹہنی جلنے میں دیر لگاتی ہے۔"

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کے مطابق مسیحؑ حضرت عیسیٰؑ کا لقب ہے اور حدیث کے مطابق یہ دجّال کا نام بھی ہے۔

میرے نزدیک قدیم مفسّرین نے یہ غلطی کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ یسوع مسیحؑ واپس دنیا میں آکر دجّال کو ہلاک کریں گے، جبکہ ان کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ دجّال مسیحؑ کا مقدّس لقب اپنی مکروہ کارروائیوں کے لئے استعمال کرے گا۔ یہ غلط فہمی انہیں، مستقبل کے حالات کا پیش از وقت اندازہ اور اس پیشین گوئی کے مستقبل میں ایک خاص صورت میں پورا ہونے کا تصوّر نہ کر سکنے کی بدولت ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی غلط فہمی کی بدولت کئی نسلوں تک اس پیشین گوئی کا اصل مفہوم مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان کی یہ قوت اور ٹیکنالوجی اگر ساری دنیا نہیں تو کم از کم ان کی اپنی بربادی کا سبب ضرور بنے گی۔

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ڈاکٹر جاکسی پکارڈ، مشہور ماہر علوم پیمائشِ بحر نے ایک سمپوزیم میں بتلایا کہ اسے بڑی سنجیدگی سے یہ شبہ ہے کہ آیا انسان اس صدی کے اخیر تک باقی رہے گا؟ اس نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ انسان موجودہ فنی اور سائنسی ترقی اور ایٹمی تباہی کی تاب نہ لا سکے گا۔

اس نے کہا "یہ ٹیکنالوجی جس سے ہم آج مستفید ہو رہے ہیں، وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی آلودگی مرگ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ ایک زہر ہے جو نہ صرف ہوا کو متاثر کر رہی ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں، اور پانی جسے ہم پیتے ہیں بلکہ زمین جس پر ہم کاشت کرتے ہیں اور بیرونی خلاء جسے ہم بمشکل جانتے ہیں، کو بھی متاثر کر رہی ہے۔

"لیکن سب سے خطرناک آلودگی جو ہمارے پاس اس وقت موجود ہے وہ انسان کے اندر داخلی کیمیائی پیداواروں سے پیدا ہونے والی آلودگی ہے" ——— اس نے کہا کہ یہ تصوّر کرنا بے حد مشکل ہے کہ انسان جوہری ہتھیاروں سے ہمیشہ اسی طرح "کھیلتا" رہے گا مگر جنگ کرنے سے باز رہے گا۔

یہ رپورٹ ڈیلی ٹیلی گراف لندن کے ۱۶ نومبر ۱۹۶۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی

میں اپنے قارئین کو مشورہ دوں گا کہ اگر وہ موجودہ دور کی پیشین گوئیوں اور ان کی تعبیرات کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ نگل کالڈر کی کتاب مطبوعہ لندن ۱۹۶۸ "جب تک امن قائم نہ ہو" (UNLESS PEACE COMES) کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب پر انگریزی کے تمام قومی اخبارات میں تبصرے چھپ چکے ہیں۔ اس کتاب کا مواد افسانے کی حد تک عجیب و غریب ہے لیکن سب کچھ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اور یہ خوفناک مگر صحیح حقائق ہیں۔ یہ کتاب، جوہری اور روایتی ہتھیاروں، زیر آب جنگ، ہوائی میزائلوں اور خلائی جہازوں، جرثومی ہتھیاروں، کیمیائی اسلحہ، زمینی جنگ اور نفسیاتی جنگ کے ماہرین اور بلند پایہ سائنسدانوں کی رپورٹوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں بیلاسٹک میزائل سسٹم اور چین کی جوہری اور میزائلی قوت کے بارے میں عام غلط فہمی کے متعلق چونکا دینے والے حقائق بھی ہیں۔

آئندہ پندرہ سالوں میں مزید پیچیدہ روایتی اور جوہری ہتھیار بنائے جائیں گے اور بڑے بڑے سائنسدانوں کا اس کتاب کو مرتب کرنے کا مقصد دنیا کے رہنماؤں کو یہ دکھانا ہے کہ جب تک وہ آپس میں کسی سمجھوتہ پر نہیں پہنچیں گے اور کسی قسم کا امن قائم نہیں کریں گے، اس صدی کے خاتمہ سے پہلے ایک تیسری عالمگیر جنگ کا چھڑ جانا یقینی امر ہے۔

۱۵:- "مکّہ اور مدینہ کے مقدّس شہر وہ واحد دو مقامات ہوں گے جہاں دجّال اپنا تسلّط قائم نہ کر سکے گا، اگرچہ وہ ان پر بھی قابض ہونے کی کوشش کرے گا۔ لیکن جب وہ ان کی طرف رُخ کرے گا تو اسے شمشیر بدست فرشتے اِن کی حفاظت کرتے نظر آئیں گے۔"

یہاں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ چونکہ فرشتے مکّہ اور مدینہ کی حفاظت پر لگائے گئے ہیں اس لئے دجّال وہاں داخل نہ ہو سکے گا۔ اگر ہم ان دو مقدّس شہروں کی تاریخ کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اللہ نے اپنے مقدّس گھر "کعبۃ اللہ" کو کئی مرتبہ اپنے دشمنوں سے بچایا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے حقیقتاً فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے دیکھا ہے اور قرآن ہمیں بار بار بتاتا ہے کہ انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ فرشتوں کو اپنی مجسّم آنکھوں سے دیکھ سکے۔ لہٰذا جن فرشتوں کا یہاں ذکر ہوا ہے ان سے مراد بنی نوع انسان کے لئے حق تعالیٰ کی رحمت اور بخشش ہے۔

ہم میں سے جو لوگ سعودی عرب کے مرحوم بادشاہ ابن سعود کی زندگی کے بارے میں تھوڑا بہت جانتے ہیں، مجھے یقین ہے وہ اس سے اتفاق کریں گے کہ اس نے مذکورہ بالا رحمت اور برکت خدا سے حاصل کی تاکہ وہ مکّہ کو دجّال کے ہاتھوں سے بچا سکے۔ ۱۹۲۶ء میں بادشاہ ابن سعود نے مکّہ اور پورے حجاز کو مکّہ کے شریف حسین سے چھین لیا اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انگریز جدّہ کے شمال میں بحیرہ احمر کی بندرگاہ رابغ پر ایک بحری اڈہ قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے اور چاہتے تھے کہ سعودی عرب سے شام اور اردن کو ملانے والی ریلوے لائن گزار کر اپنے نوآبادیاتی علاقوں تک لے جائیں اور یوں آخر کار مکّہ اور مدینہ سمیت پورے عرب پر قبضہ جمالیں۔

یہاں میں یہ واضح کر دوں کہ شریف حسین جو برطانیہ کا ہمدرد تھا، برطانیہ کی دوغلی اور منافقانہ پالیسی سے واقف نہ تھا۔ اسے یہ جھانسہ دیا گیا تھا کہ اگر وہ ترکوں کے خلاف جنگ میں برطانیہ کی مدد کرے گا تو برطانیہ اسے تمام عرب دنیا کا حکمران بن جانے میں مدد دے گا۔ لیکن افسوس کہ ترکوں کی شکست میں اس کی مدد کے باوجود اس کے ساتھ غدّاری ہوئی! اس کا ثبوت دیکھنے کے لئے ہمیں ذرا اس بات پر دھیان دینا چاہیئے کہ اس کے خاندان، یعنی اردن کے ہاشمی خاندان پر بعد میں کیا بیتی، بلکہ وہ آج بھی یہود کے ہاتھوں کیسے دکھ اٹھا رہے ہیں۔

اگر انگریز اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو جاتے، تو کعبۃ اللہ کی پاکیزگی اور تقدّس کا ماحول ختم ہو جاتا، کیونکہ ان کا مقصد اسلام کو تباہ کرنا تھا اور اسے شروع

کرنے کے لئے مسلمانوں کے حقیقی مرکز اور مقامِ حج سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی۔

ان کی تخریبی ذہنیت صلیبی جنگوں سے کھل کر سامنے آجاتی ہے، جبکہ ۱۹۱۷ء میں انگریزی جنرل ایلن بی بیت المقدس میں داخل ہوا اور اعلان کیا کہ :- "اب صلیبی جنگیں ختم ہو گئیں۔" بہت سے لوگ خاص طور پر مسلمان یہ نہیں جانتے کہ جنرل ایلن بی کے ہمراہ لڑنے والے سپاہی پنجاب کے مسلمان تھے، جنہوں نے عربوں اور ترکوں کے خلاف یہ جانے بغیر جنگ میں حصہ لیا کہ وہ اس طرح دجّال کی کامیابی کے لئے لڑ رہے تھے۔ اسی سال برطانیہ کی حکومت نے یہودیوں کو ان کا آبائی وطن دلانے کا وعدہ کیا اور یہ حقیقتاً عربوں کے لئے منحوس دنوں کا آغاز تھا، یہودیوں کا وطن فلسطین کو بنایا جانے والا تھا، نتیجہ یہ ہے کہ آج یہودی الاقصیٰ جیسی خوبصورت اور مقدس مسجد پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں اور جب تک یہ صورتِ حال قائم ہے کوئی مسلمان چین سے نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ، جب ۱۹۲۰ء میں فرانس کا جنرل گورا د شام کے دارالحکومت دمشق میں داخل ہوا تو سلطان صلاح الدین کے مزار پر پہنچ کر کہا :- "اے صلاح الدین، ذرا اٹھ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ، صلیبی مجاہدوں کا پڑپوتا تیرے سامنے موجود ہے۔"

حتیٰ کہ آج بھی ہم یورپی عیسائی قوموں اور صیہونیوں، بمعہ امریکی سی آئی اے اور روسی کے جی بی کی تنظیموں کی اسلام کو تباہ کرنے کی، جو ان کا مشترکہ دشمن ہے، خواہش دیکھ سکتے ہیں۔ اگر ہمیں ان کی کتابیں اور رسالے پڑھنے کا اتفاق ہو یا ان کے مواصلاتی پروپیگنڈہ کو سننے کا موقع ملے، خواہ مشرق ہو یا مغرب، ہم دیکھیں گے کہ کس طرح یہ ایک مسلمان ملک کو دوسرے مسلمان ملک کے خلاف (بالخصوص مشرقِ وسطیٰ میں) بھڑکانے میں مصروفِ عمل ہیں۔ تاہم ۱۹۲۹ء میں شاہ ابنِ سعود نے خود ایک چھوٹے سے فوجی دستہ کے ساتھ اپنے مخالفین سے جنگ کی جنہیں برطانیہ کے اسلحہ اور ہتھیاروں کی تائید حاصل تھی اور یہ وہ غدّار عرب تھے جنہیں رشوت دی گئی تھی۔ اس نازک وقت پر اللہ کی برکت اور رحمت یقیناً ظاہر ہوئی، کیونکہ اتنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ بھی شاہ ابنِ سعود کو فتح حاصل ہوئی اور بیت اللہ شریف اور مکّہ و مدینہ کے مقدس شہر دجّال کے ناپاک قدموں سے محفوظ رہے۔ شاید یہ آج کے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا معجزہ ہے اور ان مقدس شہروں پر فرشتوں کی نگہبانی کا بھی یہی مطلب ہے اور انشاء اللہ یہ شہر ہمیشہ اسی طرح محفوظ، مصئون، پاک اور مقدس رہیں گے۔

خدا نہ کرے کہ یہ لوگ (یورپی) کبھی ان مقدس شہروں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوں اور انہیں اپنے مقاصد کی تکمیل میں برائیوں کا اڈہ بنائیں۔ ہم مسلمانوں کو اس حادثے کی روک تھام کے لئے تیار رہنا چاہیئے، کیونکہ اگر انہیں ذرا بھی کہیں کمزور سا در راخ مل گیا وہ ان دو مقدس شہروں کو اپنے صیہونی ایجنٹوں کی مدد سے اپنی مکروہ تہذیب اور قومی مفادات کے نام پر زیرِ تسلّط لانے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ وہ آج پہلے ہی کعبہ کے دروازے تک پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ بہت سے مسلمان اور غیر مسلمان اس حقیقت سے واقف نہیں کہ یہودیوں کے پاس ان علاقوں کا باقاعدہ نقشہ موجود ہے جنہیں وہ اپنے صیہونی استعمار کی وسعت کے لئے بالآخر زیرِ تسلّط لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نقشے سے ان کے مذموم عزائم کی جو تصویر سامنے آتی ہے اس کے مطابق مستقبل میں ان کے استعمار کی سرحدیں دریائے فرات عراق سے مصر میں بالائی نیل تک، وہاں سے پھر خیبر اور مدینہ تک اور شام، لبنان اور اردن تک پھیلی ہوں گی۔ کسی مسلمان کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیئے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ذرا ٹھنڈے دل سے آج کل کے واقعات کا جائزہ لیں تو انہیں معلوم ہو گا کہ جس طرح اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ کے نتیجہ میں اپنی سرحدیں اردن، شامی پہاڑیوں، غزا کی پٹی اور مصری صحرائے سینا تک وسیع کر لی ہیں، یہ سلسلہ پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔ میں ان طاقتوں کے مفادات اور دلچسپیوں کی پوری وضاحت کہیں اور اس کتاب میں کر چکا ہوں۔

۱۶ :- "تب اللہ حضرت عیسیٰ ؑ کو آسمان سے اتارے گا اور وہ دو فرشتوں کے ساتھ کعبہ کی چھت پر اتریں گے۔ جب لوگ عیسیٰ ؑ کو کعبہ کی چھت پر دیکھیں گے تو انہیں نیچے لانے کے لئے سیڑھیاں لے آئیں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ ؑ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دجّال کے خلاف اعلانِ جنگ کریں گے اور انجام کار اسے ہلاک کر کے صلیب کو توڑ دیں گے۔ عیسیٰ ؑ تمام دنیا کو اسلام پر چلائیں اور قرآنی قانون کے مطابق چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد وہ مر جائیں گے آنحضرت کی قبر کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔"

دنیا میں حضرتِ یسوع ؑ کی دوبارہ آمد کے متعلق تشریح بعد میں کی جائے گی۔ یہاں یہ مذکور ہوا ہے کہ مسلمان دجّال کے خلاف لڑیں گے۔ یہ درست ہے کہ ابھی تک ہم دجّال کی مادی طاقت کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہو سکے اور نہ مغرب کی ثقافتی یلغار کو روکنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ تاہم آثار یہ ہیں کہ مسلمان اس خطرہ سے دن بدن آگاہ ہو رہے ہیں اور وہ دن دور نظر نہیں آتا جب مغربی معاشرے کے سمجھدار عناصر اپنی گمراہی اور ثقافتی برائیوں کا جو آج نظر آرہی ہیں، احساس کریں گے۔ تب ہم دیکھیں گے کہ جس طرح کہ مندرجہ ذیل حدیث میں بیان کیا گیا ہے مسلمان دجّال پر غالب آچکے ہوں گے۔

"رسول اکرم ؐ نے فرمایا :- تم ان (عرب) کے خلاف لڑو گے اور اللہ تمہیں ان پر غالب کرے گا، اس کے بعد تم فارس کے خلاف لڑو گے اور اللہ تمہیں ان پر بھی فتح عطا کرے گا۔ اس کے بعد تم رومیوں کے خلاف لڑو گے اور اللہ تمہیں ان پر بھی غالب کرے گا۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

اس ضمن میں قاری کو لیوپولڈ ویس محمد اسد کی کتاب "روڈ ٹو مکہ" (ROAD To MECCA) کی طرف رجوع کرنے کا بھی مشورہ دوں گا۔ اس کتاب کا دسواں باب دجّال کے متعلق ہے۔ مصنف کی رائے میں دجّال یک چشم ہے کیونکہ وہ زندگی کے صرف ایک پہلو ــــ مادی ترقی ــــ پر نظر کرتا ہے اور اپنے روحانی پہلو سے بیگانہ رہتا ہے۔ مغربی انسان حقیقی طور پر دجّال کا پرستار رہے۔ غریب اور کمزور کو مادی پیش رفت میں اس قدر چمک دمک نظر آتی ہے کہ وہ اسے بذاتِ خود اپنا سرپرست خدا سمجھنے لگا ہے۔

اب میں قاری کے سامنے یاجوج ماجوج کی تشریح اپنے ذاتی تاثرات کے ساتھ پیش کروں گا۔ "ابھی تک یاجوج اور ماجوج ایک دیوار کے پیچھے روئے زمین پر کسی جگہ موجود ہیں اور آزاد ہونے کے لئے مسلسل اس دیوار کو توڑنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ اس وقت تک انہیں یہ دیوار توڑنے کی اجازت نہیں دیتا جب تک کہ وہ وقت نہ آجائے جب اللہ انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دے گا۔ دیوار ٹوٹنے کی پہلی علامت ایک آگ ہو گی جو ملک شام سے نکلے گی۔"

پہلی تعبیر کے متعلق یہ فرض کر لینا غلطی ہے کہ جب انسان پوری دنیا کو کھنگال چکا ہے اور چپہ چپہ دریافت کر چکا ہے تو وہ ابھی تک یہ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا کہ یہ دیوار کہاں چھپی ہوئی ہے، اور لہٰذا ذوالقرنین نے کوئی دیوار نہیں بنائی تھی۔ اس کے برعکس تمام موجود شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے فصیل کے طور پر ایک دیوار ضرور بنائی تھی۔

یاجوج اور ماجوج کے ابھی تک دیوار کے پیچھے ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب تک وہ خدا کے حکم سے آزاد نہیں ہوئے تھے ان کی کاروائیاں اپنی آبائی سرزمین تک محدود تھیں۔ جہاں تک شام میں آگ کے برآمد ہونے کا تعلق ہے تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح اسرائیل کے قیام سے اب تک مشرقِ وسطیٰ میں گڑبڑ اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اسرائیل کی ریاست یاجوج اور ماجوج نے قائم کی تھی۔

۲ :۔ "ان کی آبادی لاتعداد ہوگی ۔"

اس کثرتِ آبادی کا تذکرہ حیران کن نہیں ہے ۔ اگر ہم آج دنیا میں اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان یورپی لوگوں کی تعداد بشمول کروڑوں غیر یورپی لوگوں کے جو ان کی ثقافت کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں، کتنی وسیع ہے ۔

۳ :۔ "ان میں شرحِ اموات باقی دنیا کے مقابلے بہت کم ہوگی ۔"

اس پیشین گوئی کی تصدیق اقوامِ متحدہ کے مردم شماری کے اعداد و شمار سے ہوتی ہے جن کے مطابق یورپی قوموں میں شرحِ اموات باقی دنیا کے ممالک کے مقابلہ میں بہت کم ہے ۔ یورپی لوگوں کی اوسط حدِ عمر ۵۵ سے ۶۰ برس کے درمیان ہے جبکہ باقی دنیا میں یہ اوسط صرف ۳۰ سے ۳۵ سال کے درمیان ہے ۔

۴ :۔ "ان کا جسم اس قدر مضبوط ہے کہ ان کے دو کان ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں، ایک کان پر وہ بستر کی جگہ سوتے ہیں اور دوسرے کان سے اپنا پورا جسم ڈھانپتے ہیں ۔"

ان کے طویل کانوں سے مراد صرف ان کی طاقت یا صلاحیت ہے ۔ قدیم مفسّرین ان کی مادی قوّت کا تصوّر نہ کرسکے اور اس لئے اسے محض جسمانی طاقت کے طور پر تعبیر کیا ۔

۵ :۔ "ان کے دیوار کے پیچھے اپنی قید سے آزاد ہونے کا وقت آنے سے پہلے اللہ حضرت عیسیٰؑ کو دجّال کے خاتمے کے لئے آسمان سے اتارے گا اور ابھی تک حضرت عیسیٰؑ دنیا میں ہی ہوں گے کہ یاجوج اور ماجوج کے آزاد ہونے کا وقت آ پہنچے گا ۔ تب اللہ حضرت عیسیٰؑ سے کہے گا کہ اللہ کے مومن بندوں کو ساتھ لے کر پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہو جاؤ پھر اللہ دیوار کو توڑ دے گا اور یاجوج و ماجوج باہر آ جائیں گے اور وہ گروہ در گروہ نکلیں گے اور زمین پر جو کچھ ہوگا اسے چٹ کر جائیں گے ۔ تمام روئیدگی، جانور، دنیا کے تمام پانی، حتیٰ کہ انسان بھی، ان کا لقمہ بن جائیں گے اور خلیج طبریہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا ۔"

اس میں ان کی رہائی اور بالآخر تمام دنیا پر غلبے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت تھوڑے وقت میں تمام دنیا پر مسلّط ہو جائیں گے ۔ اگر کوئی شخص دنیا کی جغرافیائی تاریخ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ قدیم ادوار میں ایک قوم دوسری قوم پر غلبہ حاصل کر لیتی تھی لیکن کہیں تاریخ میں ایسی ایک قوم نہ ملے گی جس نے پوری دنیا پر یورپی اقوام کی طرح تسلّط قائم کیا ہو (اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے) ان کے غلبے کا دور سترھویں صدی کے درمیان میں شروع ہوا اور اٹھارہویں صدی تک مکمل ہو گیا ۔ خواہ کوئی ملک بڑا تھا یا بہت چھوٹا، ان کے غلبہ سے نہ بچ سکا ۔

یہ بھی مراد ہے کہ یہ قومیں روئے زمین کی ہر چیز کھا جائیں گی اور پانی کا ہر قطرہ، بشمول بحیرہ طبریہ جو فلسطین میں ہے اور اب قبضۂ یہود میں ۔ پی جائیں گی ۔ گویا دوسرے لفظوں میں دنیا کے تمام وسائل پر ان کی اجارہ داری ہوگی ۔

۶ :۔ "ان کی آواز اس قدر بلند ہوگی کہ تمام دنیا ان کی طاقت سے لرز جائے گی"

اس سے مراد ان اقوام کی فوجی اور سیاسی طاقت ہے ۔ آج کل جوہری دھماکوں کی آواز سے واقعی ساری دنیا دہل جاتی ہے اور ان کی ریڈیائی تابکاری سے دنیا کا ہر حصّہ متاثر ہوتا ہے ۔

۷ :۔ "سب کچھ چٹ کر جانے کے بعد ان کی تسلّی نہیں ہوگی اور یہ آسمان کی طرف دوڑیں گے اور اللہ کو مارنے کی کوشش میں آسمانوں میں تیر پھینکیں گے ۔ اس کے جواب میں اللہ ان کی خواہش پوری کرے گا اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے زمین کی طرف واپس پھینکیں ۔"

آسمان میں تیر چلانے سے مراد طاقت ور راکٹ ہیں جنہیں آج کل استعمال کیا جا رہا ہے ۔ اور اللہ کو مارنے کی کوشش سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ کو بالکل بھول جائیں گے، اور یہ چیز ہم آج کل یورپ اور خاص طور پر روس میں دیکھ سکتے ہیں جہاں بڑے بڑے اشتہاروں میں عام مزدور آدمی کو خدا کو آسمان سے ٹھوکریں مار کر نکالتے ہوئے دکھایا جاتا ہے ۔ روسی رہنما اور خلاباز کئی مرتبہ تمسخرانہ انداز میں کہہ چکے ہیں کہ وہ خلا میں کہیں بھی اللہ میاں سے نہیں مل سکے (ملاحظہ ہو اس باب کا ضمیمہ)

بالکل یہی حال دوسرے ممالک میں، جو یورپی ثقافتی اثر میں گرفتار ہو چکے ہیں، بھی دیکھا جا سکتا ہے، جہاں لوگ خدا اور مذہب کو خاص طور پر، زیرِ بحث لانا یا ان کے متعلق کچھ سننا پسند نہیں کرتے ۔

۸ :۔ "جب وہ اپنے واپس زمین کی طرف لوٹنے والے تیروں کو خون سے آلودہ پائیں گے تو وہ باور کر لیں گے کہ اللہ کو انہوں نے مار ڈالا ہے ۔ تب وہ کہیں گے :۔

"ہم نے خدا کو ہلاک کر دیا ہے، اب ہمیں چاند اور آسمان پر اپنا تسلّط جمانے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔"

گویا وہ چاند اور آسمان پر پہنچنے کی کوشش کریں گے ۔ اس سلسلے میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ پہلے ہی چاند پر اتر چکے ہیں اور نہ صرف چاند بلکہ دیگر سیّاروں تک اپنے تسلّط کو وسعت دینا چاہتے ہیں ۔ لیکن کیا وہ اس کوشش میں مستقل طور پر کامیاب ہو سکیں گے ؟ یہ بالکل جداگانہ بات ہے ۔

۹ :۔ "اس وقت اللہ ان پر ایک قسم کی بیماری بھیجے گا جو ان کے جسموں کا سارا گوشت کھا جائے گی ۔ تاہم بعض مفسّرین کے خیال میں ان کے دو گروہ ہوں گے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو تباہ کرے گا، حتیٰ کہ آخر کار کوئی باقی نہ رہے گا ۔"

جس بیماری کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد جوہری جنگ اور اس کے تابکار اثرات ہیں، اور ہم یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ وہ اس وقت متواتر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں ۔

۱۰ :۔ "جب وہ مریں گے تو ان کی لاشوں سے ناگوار بُو تمام دنیا میں پھیل جائے گی ۔"

یہاں جس بُو کا ذکر ہے اس کا ایک نمونہ ہم گذشتہ دو عالمی جنگوں میں مرنے والوں کی لاشوں کے گلنے سڑنے اور بدبو کی صورت میں دیکھ چکے ہیں ۔ لیکن کیا ہم ایک ایٹمی جنگ کے نتیجہ میں واقع ہونے والی اموات، بیماری اور لاشوں کی سڑاند کا کچھ تصور کر سکتے ہیں ؟

۱۱ :۔ "تب حضرت یسوعؑ پہاڑوں میں پناہ گزین تمام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اللہ سے اس بیماری اور موت سے بچنے کی دعا مانگیں گے ۔"

یعنی جو لوگ بچ رہیں گے وہ خدا سے اس بیماری اور موت سے بچنے کی دعا مانگیں گے کیونکہ انہیں احساس ہو جائے گا کہ انسانی زندگی پر اللہ تعالیٰ کا تصرّف شک و شبہ سے بالا ایک اٹل حقیقت ہے اور صرف وہی ان کو بچا سکتا ہے ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس تباہی کے بعد دنیا میں انسانوں کی آبادی محدود رہ جائے گی ۔

۱۲ :۔ "تب ایک بہت بڑی گھٹا آسمان پر چھا جائے گی اور اللہ چالیس دن تک متواتر بارش برسائے گا ۔ شروع شروع میں بارش لہو کی مانند سُرخ رنگ کی ہوگی ۔ پھر سبز رنگ کی ہو جائے گی اور مُردوں کے جسموں اور بدبو کو بہا کر لے جائے گی ۔ آخر میں بارش شفاف رنگ کی ہو جائے گی اور ہر چیز کو صاف کر دے گی ۔"

اس تعبیر میں ایک بہت بڑی گھٹا اور دو قسم کی بارش کا ذکر ہے :۔ پہلی سُرخ اور دوسری سبز ۔ بے شک یہ تابکار اثرات سے پیدا ہونے والی بارش ہے اور اگر یورپی قومیں ایٹمی اسلحہ کے انبار لگاتی رہیں اور یہ اسلحہ بالآخر جنگ میں استعمال کیا جائے تو اس سے جو تابکار دھول پیدا ہوگی وہ ایسی بارشوں کا سبب بنے گی جو رنگدار اور مسموم ہوں گی تیسری قسم کی بارش، البتہ وہی صاف اور قدرتی بارش ہوگی جو زمین کی غلاظتوں کو دھو کر اسے پاک صاف کر دے گی ۔

مندرجہ ذیل اخباری رپورٹ سے آپ کسی حد تک سرخ بارش کی حقیقت سے آگاہ

ہو سکتے ہیں :۔

"آج سپین کے تفریحی مقام ملاگا میں سُرخ بارش ہوئی۔ ماہرین کا خیال ہے کہ غالباً اس کا سبب صحرائے اعظم سے آنے والے دھول کے بادل تھے جو سپین پر سے گذرتے ہوئے طوفان باراں سے ٹکرا گئے۔ بارش کے بعد شہر پر سُرخ گیلی مٹی کی تہ جم گئی۔"

(ڈیلی ٹیلی گراف لندن مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء)

۱۳ :۔ "اس آفت سے بچ رہنے والے مومن بندے زمین کو دوبارہ آباد کریں گے اور امن چین کے ساتھ رہیں گے اور اللہ کی بندگی کریں گے کیونکہ وہ اسلام کو مانیں گے۔"

یہاں اس محدود انسانی آبادی کا ذکر ہے جو اپنے بچاؤ کے لئے کہیں پناہ گزین ہو جائے گی۔ یہ لوگ، اس کے بعد، جنگ اور عداوت کے بے سود ہونے کو اچھی طرح محسوس کرلیں گے کیونکہ اس وسیع تباہی اور مصیبت کے بعد وہ اللہ پر سچے ایمان کی قدر و قیمت سے واقف ہوجائیں گے۔ نتیجہ کے طور پر، اللہ سے محبت اور اسلام جیسے سچے اور پاکیزہ دین سے رغبت ان کے درمیان امن اور باہمی افہام و تفہیم پیدا کردے گی۔ لفظ اسلام کا مطلب ہی امن ہے۔

یہ بہتر طور پر حدیثوں میں بتلائی گئی نشانیوں کے متعلق میری ذاتی تعبیریں تھیں۔ جہاں تک مجھ سے ہوسکا ہے میں نے قدیم مسلمان مصنفین کی تعبیروں کی توضیح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اپنے ناچیز خیالات بھی پیش کر دیئے ہیں۔ تخریج نتائج کا کام قاری پر چھوڑتا ہوں۔

ضمیمہ

خلابازوں کی خدا سے سرکشی

غرمان ٹیٹوف، روسی خلاباز نے مبینہ طور پر یہ تجویز پیش کی ہے کہ روس کے خلابازوں کو چاہیئے کہ وہ خلا میں مذہب کے خلاف کوئی تجربہ کر کے دکھائیں۔ اس نے، اخباری اطلاعات کے مطابق، یہ تجویز چند ہفتے پہلے کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے منعقدہ الحاد پر ایک کانفرنس میں ایک تقریر کے دوران پیش کی۔

"اجرام کائنات کے مطالعہ اور کائنات کے اندر گہرائیوں تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد، میں آسمان پر خدا کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔"

اس نے کہا۔

ٹیٹوف نے کہا کہ خلابازوں نے مذہب کے خلاف اپنی سرگرمیاں شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاہم اس نے ممکنہ طور پر مذہب کے خلاف تجربے کی طرف اپنے اشارے کی کوئی وضاحت نہ کی۔" (ویسٹرن میل، کارڈف۔ مورخہ ۱ فروری ۱۹۶۴ء)

دس ٹن ٹی این ٹی (دھماکہ خیز مادہ) کے برابر طاقتور ہائیڈروجن بم سب کو کافی ہے۔

"ایک ٹیلی ویژن تقریر میں آج صدر جانسن (سابق صدر امریکہ) نے کہا کہ ریاست ہائے متحدہ اور روس دونوں کے پاس ایسا دھماکہ خیز ایٹمی اسلحہ موجود ہے جو دس ٹن ٹی این ٹی کی طاقت رکھتا ہے اور روئے زمین کے ہر فرد، عورت اور بچے کے لئے کافی ہے۔

"ایسے راستے تلاش کرنے چاہئیں کہ جن سے جنگی جوہری طاقت میں منحوس اضافہ کو روکا جاسکے، خواہ اس میں طیارے یا میزائل ہوں اور خواہ وہ جارحانہ یا مدافعانہ مقاصد کے لئے ہوں۔" صدر جانسن جنیوا میں بھیجی گئی اپنی ترک اسلحہ تجاویز کی وضاحت کر رہے تھے۔ (ڈیلی ٹیلی گراف لندن۔ جنوری ۱۹۶۴ء)

کاش کہ انسان جانتا

"تب صدر کینیڈی نے سابق جرمن چانسلر پرنس وان بلوو کے وہ الفاظ دہرائے جو اس نے ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم شروع ہونے پر اس وقت کے چانسلر بیتھمان ہولوگ سے کہے تھے :۔ "یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟" اور بیتھمان ہولوگ نے جواب دیا :۔ "کاش کہ انسان جانتا۔"

"میرے امریکی ہم وطنو" صدر نے اعلان کیا "اگر کبھی اس سیارے پر جوہری جنگ کی تباہی نازل ہوئی، اگر تیس کروڑ روسی اور امریکی اور یورپی ساٹھ منٹ کی ایٹمی جنگ سے بالکل نابود ہوجاتے ہیں۔ اگر اس تباہی سے بچ نکلنے والے بدقسمت انسان اس کے بعد پیدا ہونے والی آتش، زہر، ابتری اور حوادث کو بھی جھیل جاتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان بچنے والوں میں سے کوئی یہ پوچھے : "ایسا کیوں ہوگیا؟" اور اسے یہ تعجب انگیز جواب ملے : کاش، کہ انسان کو معلوم ہوتا!"

"لہٰذا، جنگ کے لئے اپنی تیاری برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں امن کے قیام کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ اگر بات چیت سودمند نظر آئے تو بات چیت کے لئے ہمیشہ آمادہ رہیں اور اگر جنگ کے بغیر چارہ نہ ہو تو لڑنے کے لئے بھی تیار رہیں۔"

(سنڈے ٹیلی گراف لندن۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

آٹھواں باب
نبی یسوعؑ

جیسا کہ سب مسلمان جانتے ہیں اور اتفاق رکھتے ہیں، حضرت عیسٰیؑ کی سوانح حیات، بالخصوص ان کی موت، انتہائی متنازعہ فیہ موضوع ہے ۔۔۔ لیکن کوئی مسلمان اگر محسوس کرتا ہے کہ اس سے اس کا قدامت پسندانہ عقیدہ مجروح ہوتا ہے تو میں اس کو کہوں گا کہ وہ اس باب کو چھوڑ کر کتاب کے دیگر نسبتاً اہم ابواب پر اپنی توجہ مرکوز کرے۔ خود ایک قدامت پسند مسلمان ہوتے ہوئے میں کسی قسم کی بحث و دلیل میں پڑنا نہیں چاہتا کیونکہ اسی دلائل بازی اور اختلافات سے ہم غیر مسلموں کی نظر میں اسلام کو رسوا کرتے ہیں، اور خود بھی نشانۂ تضحیک بنتے ہیں۔

آئندہ باب میں میں نے اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کئے بغیر، مسلمان علما کے نظریات و افکار پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمارے لئے سب سے اہم چیز قرآن پاک کی پیشین گوئیوں اور حضرت محمد صلعم کی تعلیمات پر غور کرنا ہے، نا کہ نبی عیسٰیؑ کے متعلق مباحث میں اپنے آپ کو ملوث کرنا۔ لیکن میں نے یہ باب کتاب میں اس وجہ سے شامل کیا ہے کہ موجودہ دور کے متعلق پیشین گوئیوں میں یہ بہت اہم کردار ادا کرتا ہے اور قاری دیکھ سکتا ہے کہ اس باب کے بغیر کتاب نامکمل رہے گی۔

یہاں میں اس موضوع پر قرآن کی دو آیات پیش کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں ان آیات پر محمد اسد کا تبصرہ بھی پیش کروں گا، جس کا ترجمۂ قرآن (انگریزی میں) رابطہ عالم اسلامی مکہ نے شائع کیا ہے۔

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ

اِلَیۡہِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ۝

ترجمہ :۔ "اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان باندھا اور ان کے اس کہنے پر کہ :۔ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو شہید کیا جو اللہ کے رسول (کہلاتے) تھے ۔۔ تاہم (حقیقت یہ ہے) نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ انہیں محض ایسا (ہوتا ہوا) دکھائی دیتا تھا اور وہ جو اس سلسلے میں اختلاف کر رہے تھے ضرور اس کے متعلق شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ۔ انہیں اس کی کوئی خبر نہیں مگر صرف گمان پر چل رہے ہیں ۔ اور بے شک انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے ۔"

(قرآن ۱۵۸-۱۵۶ : ۴)

پس قرآن حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے افسانہ کی صاف صاف تردید کرتا ہے ۔ مسلمانوں کے درمیان ایک عام عقیدہ پھیلا ہوا ہے کہ آخری وقت میں خدا نے حضرت یسوعؑ کی جگہ ، ان سے شکل و شباہت میں ملتا جلتا ایک شخص بھیج دیا (بعض کے نزدیک اس کا نام یہودا تھا) جسے حضرت یسوعؑ کی جگہ پھانسی پر چڑھا دیا گیا ۔ اس خیال کے حق میں متعدد دلائل دیئے گئے ہیں جن کی وضاحت کرنے کے لئے لمبی چوڑی تفصیلات میں جانا ضروری ہے مگر اس کی اس کتاب میں کوئی گنجائش نہیں ۔ اس کے برخلاف ایسے لوگ بھی ہیں جن کے خیال میں قرآن اور احادیثِ مستند اس نظریہ کی تائید نہیں کرتے ۔

ان لوگوں کے مطابق ، یہ خیال ، قرآن کے بیان کو (کہ جس طرح اناجیل میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کی تصویر کشی کی گئی ہے حضرت عیسیٰؑ اس طرح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے تھے) "مربوط" بنانے کی محض ایک پریشان کوشش ہے صلیب پر چڑھائے جانے کی کہانی نہایت بلیغ انداز میں قرآن کے جملے "وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ" میں بیان کی گئی ہے ۔ جس کا مفہوم وہ اس طرح ادا کرتے ہیں "لیکن انہیں بس ظاہراً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایسا ہو چکا ہو ۔" اور غالباً میتھرائی اثرات کے تحت لوگوں میں یہ داستان بھی مشہور ہو گئی کہ عیسیٰؑ نے صلیب پر اسی لئے جان دی کہ بنی نوع انسان جس مبینہ پیدائشی پاپ کا بوجھ اپنی گردن پہ اٹھائے ہوئے ہے اس کا کفارہ ہو جائے ۔ یہ داستان ، حضرت عیسیٰؑ کے متاخر پیروکاروں نے اتنی شدت سے پھیلائی کہ حتیٰ کہ ان کے دشمن ، یہودی بھی اس کو ماننے لگے ۔ ہاں البتہ ان کا یہ ماننا رسوائی کے مفہوم میں تھا (کیونکہ صلیب کی سزا ان دنوں انتہائی مکروہ افعال کے مرتکب مجرموں کے لئے مخصوص ، سزائے موت کی سب سے بڑی شکل تھی) جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح پھانسی پر نہیں چڑھائے گئے تھے وہ اپنے اعتقاد کی بنیاد ۔ "وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ" ۔ کی تعبیر پر یوں رکھتے ہیں کہ لفظ "شُبِّہَ" ، لفظ "خُیِّلَہٗ" سے بطور محاورہ مترادف ہے اور جس کا مطلب بنتا ہے :۔ "(ایک چیز) میری خیالی شبیہہ بن گئی" ۔ یعنی "تصور میں" ۔ دوسرے الفاظ میں :۔ "یہ مجھے دکھائی دیتی تھی"

(ملاحظہ ہو قاموس ، آرٹ ۔ خائلہ اور لین کی ڈکشنری II)

قرآن میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے کہتا ہے :۔

اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

ترجمہ :۔ "یقیناً میں تجھے موت دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا"

لغوی اعتبار سے فعل "رَفَعَہٗ" کا مطلب ہے "اس نے اسے اٹھایا" یا "اسے بلند کیا" ۔ بعض شارحین کے مطابق ، جب کسی انسان کے بارے میں خدا سے "رافع" کا عمل منسوب کیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم اس شخص کی شان میں ترقی یا عزت افزائی سمجھنا چاہیئے ۔ قرآن میں کہیں بھی مسلمانوں کے اس معروف عقیدے کی ضمانت نہیں ملتی کہ "اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو جسمانی طور پر آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے ۔" محمد اسد نے بھی لفظ "رَفَعَہٗ" کا ترجمہ "اسے نوازا" کیا ہے ۔ تاہم یہ ترجمہ "رابطہ عالم اسلامی" کو منظور نہ تھا اور اس وجہ سے اور بعض دیگر متنازعہ فیہ نکات کے باعث انہوں نے اسد کے ترجمہ کو ضبط کر لیا ہے ۔ مندرجہ بالا آیت میں الفاظ : "خدا نے اسے اپنی طرف رفعت دی" سے مراد حضرت عیسیٰؑ کا اللہ کی خاص رحمت کے حلقہ میں سرفراز ہونا ہے ۔۔ اور یہ وہ برکتِ خداوندی ہے جو ہر نبی کو عطا کی جاتی ہے ، جیسا کہ قرآن کی سورۃ ۱۹ کی آیت ۵۷ سے ظاہر ہے جہاں یہ لفظ (رَفَعَہٗ) نبی ادریس کے لئے استعمال ہوا ہے (ملاحظہ ہو "محمد عبدہ ان دی منار III ، VI") ۔ اس فقرے کے آغاز میں "نہیں" (بَلۡ) ان مفسرین کے مطابق یہود کے عقیدہ ، کہ انہوں نے اپنے تئیں عیسیٰؑ کو صلیب کی شرمناک سزا دے دی تھی ، اور اللہ کے فرمان ، کہ "اسے سرفراز کر دیا گیا تھا" کے درمیان فرق پر زور دینے کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔

مقبولِ عام عقیدے کے برعکس ، قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کا اعلان کہ وہ اسد کی تعبیر کی تائید کرتے ہیں ، ہمیں چونکا دیتا ہے ۔ میری بیوی کے نام ایک خط (مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۶۱ء) میں ، جو یسوع مسیحؑ کی وفات کے متعلق اس کے سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا ، محمد توفیق احمد ، رکن دار تبلیغ الاسلام ، قاہرہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا :۔

"وہ (عیسیٰؑ) ایک انسان تھے اور اس طرح فوت ہوئے جس طرح سب لوگ فوت ہوتے ہیں ، لیکن کہاں اور کب ، اسے کوئی نہیں جانتا ۔ وہ اپنا فریضہ ادا کر گئے اور دوبارہ کبھی واپس نہ آئیں گے ۔"

انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلامی تعلیمات کی تکمیل ہو چکی ہے اور یہ کہ یسوعؑ یا کسی اور نبی کے واپس آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ جب قرآن ہمارے درمیان موجود ہے ، ہمیں کسی اور خبردار کرنے والے کی حاجت نہیں ہے ۔

الازہر یونیورسٹی کے سابق ریکٹر مرحوم شیخ محمود شلتوت نے مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا تھا :۔

"قرآن پاک یا احادیثِ مبارکہ میں ایسی کوئی چیز نہیں جو طمانیتِ قلب کی حد تک اس عقیدے کی صداقت کی ضمانت دے سکے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے تھے اور وہاں زندہ موجود ہیں اور آخری زمانے میں زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے"

(الفتاویٰ ۔ محمود شلتوت)

اس نزاع سے کئی اور فروعات نے جنم لیا ہے ۔ مثلاً قرآن پاک ہمیں صاف لفظوں میں یہ بتاتا ہے کہ حضرت محمد صلعم آخری نبی ہیں :۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ

ترجمہ :۔ "لوگو ، محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ۔" (قرآن ۴۰ : ۳۳)

حدیث شریف میں ہے :۔ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ۔"

مسلمانوں میں ایک مکتب فکر کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث کی ان آیات کی روشنی میں جو مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ نبی عیسیٰؑ ایک دفعہ پھر دنیا میں آ کر زندگی بسر کریں گے اور اس کے بعد مر جائیں گے ، اسے اس سوال کا جواب ضرور دینا چاہیئے کہ آخری نبی کون ہے ؟ ۔۔ محمد صلعم یا حضرت عیسیٰؑ ؟ ایک مسلمان کے ایمان کی یہ شرط ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کو آخری نبی مانے ، لیکن یہ عقیدہ کہ عیسیٰؑ واپس دنیا میں آ کر رہیں گے اور اس کے بعد فوت ہوں گے ، یہ ظاہر کرتا ہے کہ آخری نبی عیسیٰؑ ہیں ۔ دوسرا مکتب خیال یہ جواب دیتا ہے کہ زمین پر واپس آ کر عیسیٰؑ کوئی نیا پیغام ساتھ نہیں لائیں گے بلکہ قرآن پاک کے مطابق عمل کریں گے اور ان کی دوبارہ آمد

ایک مسلمان کی حیثیت سے، یعنی حضرت محمدؐ کے پیروکار کی حیثیت سے ہوگی۔

یوں، یہ نزاع گذشتہ چودہ سو سالوں سے جاری ہے۔ جب اللہ کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے ان سے ترجیحات میں تمیز کا احساس واپس لے لیتا ہے۔

حضرت یسوعؑ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب "پاس اوور پلاٹ" (PASS OVER PLOT) مصنفہ ہگ۔ جے۔ شونفیلڈ۔ مطبوعہ لندن ۱۹۶۶) کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں بحیرہ مردار کے قدیم آثار اور حضرت یسوعؑ کی پیدائش، زندگی اور وفات کے متعلق نہایت اہم مواد جمع کیا گیا ہے۔

اسی سلسلے کی ایک اور دلچسپ کتاب، اے ٹی رابنسن، بشپ آف وول ورچ کی "آنسٹ ٹو گاڈ" (HONEST TO GOD) ہے۔ جو لندن میں ۱۹۶۳ میں شائع ہوئی۔

نواں باب

عیسائیت کے بنیادی معتقدات

عیسائیت کا سب سے اہم عقیدہ غالباً تثلیث ہے ـــ یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک ـــ یہ تین ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس ـــ لیکن اگر کوئی عیسائیوں سے پوچھے کہ ان تینوں میں سے خدا کون ہے تو ان کا جواب ہوگا: "اسے ماننے کے لئے ایمان کی ضرورت ہے، سوالوں کی ضرورت نہیں ـــ تثلیث کا یہ تصور خاص طور پر عیسائیوں کی اختراع نہیں ہے۔ ہندو بھی ایک قسم کی تثلیث کے قائل ہیں جس میں براہما، وشنو، اور شیوا شامل ہیں اور یہ عقیدہ پیدائشِ عیسٰی سے ہزاروں برس قبل موجود تھا۔

عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسٰی بنی نوع انسان کے پاپ زائل کرنے کے لئے فوت ہوئے۔ انہیں جمعہ کے روز (گڈ فرائیڈے) صلیب پر چڑھایا گیا، موت کے بعد انہیں دفن کیا گیا جہاں سے وہ دوزخ میں اتر گئے۔ تیسرے دن (اتوار کے دن) وہ دوبارہ زندہ کئے گئے اور وہاں سے آسمان میں اٹھا لئے گئے جہاں وہ اب خدا کے دائیں پہلو تشریف رکھتے ہیں۔

عیسائی بائبل کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں انسانی ہاتھوں سے ردوبدل کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن بھی فرماتا ہے:-

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○

ترجمہ:- "خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں: "یہ تو خدا سے آئی ہے" تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کما سکیں۔ سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے ایسی کمائی سے۔" (قرآن ۷۹ : ۲)

یہاں تک کہ نبی عیسٰیؑ کے الفاظ کو اتنی زیادہ مرتبہ بگاڑا اور جھٹلایا گیا ہے کہ انہیں سمجھنا یا ان پر یقین کرنا محال ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ یہ تمام حقائق واضح ہو جائیں تو یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ کیوں یورپ کی عیسائی اقوام کو المسیح الدجّال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تثلیث اور کفارۂ گناہ کے عقیدے کے متعلق دسمبر ۱۹۶۲ء کے رسالہ "اسلامک ریویو" میں مطبوعہ ایک مضمون سے یہاں ایک اقتباس نقل کرنا چاہتا ہوں:-

"اگر تثلیث کا عقیدہ حق بجانب ہوتا یا اس سے گناہوں کا کفارہ ممکن ہوتا، یہاں تک کہ اس عقیدے کے بغیر نجات ناممکن ہوتی، تو پھر حضرت آدم سے لے کر حضرت محمدؐ تک سارے نبیوں نے جو اس عقیدے کی حقیقت پر ایمان نہ لانے کی لوگوں کو براہ راست یا بالواسطہ تبلیغ کی ہے اس کی کیا ضرورت تھی؟ قانونِ موسوی جو حضرت عیسٰیؑ کی آمد تک لاگو تھا اس عقیدے کی تائید نہیں کرتا اور حضرت عیسٰیؑ نے خود کبھی اپنی اُمّت کو اس کے متعلق نہ کہا۔"

لفظ "تثلیث" بائبل کے کسی حصہ میں نہیں ملتا۔ پہلی دفعہ اس لفظ کا یونانی مترادف حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے ایک سو اسی برس بعد یونانی مفکر انطیوک کی کتاب تھیوفلس (THEOPHILUS) میں پایا گیا تھا۔ (کیتھولک انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۵)

عقیدہ تثلیث کے حق میں دی جانے والی مضبوط ترین دلیل مندرجہ ذیل ہے:-

"پس جاؤ اور تمام قوموں کو میرے مقلدین میں شامل کر دو، ہر جگہ لوگوں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو۔" (متی ـ ۲۰ - ۱۹ : ۲۸)

اس آیت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو عقیدہ تثلیث کو ثابت کرتی ہو، یعنی یہ کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں ایک دوسرے کے برابر اور یکساں طور پر ابدی ہوں۔ ایک اور آیت "یہ تینوں ایک ہیں" (یوحنا ۷ : ۵) مستند نہیں مانی جاتی اور یوحنا کے دور کے کافی عرصہ بعد کسی کاتب کا کارنامہ معلوم ہوتی ہے۔ اس نظریہ کے حق میں پیش کی جانے والی ایک اور آیت (انجیل سے) یہ ہے:-

"جب سب چیزیں شروع ہوئیں، یہ لفظ پہلے ہی موجود تھا۔ "لفظ" خدا کا ہم نشین تھا اور جو خدا تھا وہ "لفظ" تھا۔ پس "لفظ" شروع ہی سے خدا کے ساتھ تھا۔" (یوحنا ۲ : ۱)

اب اس آیت کے متعدد مختلف ترجمے رائج ہیں۔ سنٹھری بائبل کے ترجمانوں کے مطابق، اسے یوں پڑھنا چاہیئے:-

"ابتدا میں لفظ تھا، لفظ خدا کے پاس تھا اور لفظ آسمانی چیز تھا۔ وہ شروع میں خدا کے نزدیک تھا۔"

یہ ترجمہ خاصا مختلف ہے اور نظریۂ تثلیث کی قطعاً تائید نہیں کرتا۔

تمام دوسرے نبیوں کی طرح ان سے بھی معجزے سرزد ہوئے، لیکن معجزاتی کارنامے الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت اور پیامبری کا ثبوت ہیں۔ اگر بن باپ کے ان کی پیدائش ان کی الوہیت کا ثبوت فرض کر لیا جائے اور پھر آدم اور فرشتے جو والدین کے بغیر پیدا ہوئے، زیادہ مضبوط وجوہات کے ساتھ الوہیت کے مدعی بن سکتے ہیں۔ اگر ان کا مردے کو زندہ کر دینا ان کی الوہیت کی دلیل سمجھا جا سکتا ہے تو پھر ایلیشاؑ (۲ سلاطین ۳۵ - ۳۲ : ۴) کا مردہ بچے کو جلانا بھی الوہیت کی نشانی تصور کیا جا سکتا ہے، اور اس کے مزار پر واقع ہونے والا معجزہ سب معجزوں سے بڑھ کر ہے جب ایک مردہ آدمی جسے ایلیشا کی قبر پر پھینکا گیا تھا، "زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔" (۲ سلاطین ۲ : ۱۳)۔ یہ معجزہ ایسا تھا جسے ایک ایسے پیغمبر نے انجام دیا جو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ جہاں تک معجزوں کا تعلق ہے یسوعؑ نے ایسی کوئی چیز نہیں کی جسے دوسرے نبی کرنے سے قاصر رہے ہوں۔

اگر وہ فانی انسان نہ ہوتے تو وہ فانی انسانوں کی ضروریات سے بالاتر ہوتے، جن میں سب سے اہم ترین خوراک اور غذا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا لیکن خدا کو اس کی حاجت نہیں ہوتی۔ لیکن یسوع مسیحؑ کو بالکل اسی طرح اپنی زندگی کے لئے کھانے اور پینے کی ضرورت ہوتی تھی جس طرح ہمیں ہوتی ہے۔ الوہیت اور احتیاج یکجا نہیں ہو سکتیں۔ خدا ایسی ہستی ہے جسے کسی چیز کی محتاجی نہیں، بلکہ ہر چیز کو اس کی حاجت ہے۔

یہ چند عیسائی اعتقادات ہیں، اور اگر کوئی مسلمان عیسائی مذہب اور اس کی ابتدا کے متعلق معلومات نہیں رکھتا تو اسے یونان، روم، مصر اور فارس کے قدیم بے خدا مذاہب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تب اسے معلوم ہوگا کہ موجودہ عیسائیت قدیم توہم پرستانہ افکار کی محض ایک نئی شکل ہے۔ اس کا مزید ثبوت دینے کے لئے میں قدیم خداؤں کے نام اور ان کی کچھ تفصیلات پیش کروں گا اور ان قدیم توہم پرستانہ مذاہب کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے میں چند خاص عیسائی معتقدات کی بھی نشاندہی کروں گا۔

یونانیوں کے درمیان "اپالو" اور "ڈایونی سس" تھے۔ ہندوؤں اور بعض دوسروں کے درمیان "کرشن" تھا۔ اہل فارس متھرا کو مانتے تھے جس کی تفصیلات میں پہلے ہی اس کتاب میں درج کر چکا ہوں۔ رومیوں کے پاس ہرکولیس، فرائیگیا اور سیریا میں اٹیس اور ایڈونس تھے۔ کاکیشیا میں پرومیتھیس، بابل اور کارتھیج میں بعل اور آسٹارٹ اور مصر میں آٹسس، اور سائرس اور ہورس تھے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی ابنِ خدا تھے اور ان سب کی پیدائش کنواری ماؤں سے بتائی جاتی تھی۔ یہ سب یوم کرسمس یا اس کے آس پاس، کسی غار یا اصطبل یا اس قسم کی کسی جگہ پر پیدا ہوئے تھے اور ہر پیدائش کے موقع پر مشرق میں ایک نیا ستارہ نمودار ہوا تھا۔ اب اگر عیسائی معززین سے عیسائیت اور مذکورہ بالا دیومالائی خداؤں اور ہندو تثلیث کے درمیان مشابہت کے متعلق سوال کیا جائے تو ان کا وہی ہمیشہ والا جواب ہوگا کہ شیطان نے اصل سچائی میں گڑبڑ پیدا کرنے کے لئے عیسیٰؑ کی پیدائش سے بہت پہلے قدیم بت پرست لوگوں میں یسوع مسیحؑ کا مذہب پھیلا دیا تھا۔ اس جواب کے مستند ہونے کا اندازہ ہر سمجھدار شخص لگا سکتا ہے۔ ان سب دیومالائی ابن خداؤں کو، "نجات دہندہ"، "شفایاب کنندہ" "شفاعت کنندہ" وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا اور یہ سب دنیا کے گناہوں کو اپنے کندھوں پر اٹھانے والے تھے۔ سب کی موت دنیا کے گناہ دھونے کے لئے ہوئی۔ سب پہلے دوزخ میں اترے اور دوبارہ زندہ ہوئے۔ ان میں سے اکثر کی موتیں گڈ فرائیڈے (جمعہ) یا اس کے آس پاس کسی دن میں واقع ہوئیں۔ اور ان کی دوبارہ پیدائش عیسائیوں کے ایسٹر ڈے کے موقع یا آس پاس واقع ہوئی۔ ان سب نے کلیساؤں اور راہبوں کا نظام قائم کیا اور سب کی برسی متبرک ضیافتوں کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ ان سب کے حواری تھے اور ان سے معجزے سرزد ہوئے اور یہ بپتسمہ کے حقوق بھی سرانجام دیتے تھے۔

نبی یسوع مسیحؑ جو یہودی تھے، ہفتہ کے دن کو یوم سبت مانتے تھے لیکن آج کے عیسائی اسے اتوار کے دن مناتے ہیں جس طرح دیگر بت پرستانہ مذاہب کے پیرو مناتے ہیں۔

جس طرح ہندو جمنا اور گنگا کے پانی کو متبرک سمجھتے ہیں، عیسائی دریائے اردن کے پانی کو متبرک سمجھتے ہیں اور اگر ان میں سے کسی کو دریائے اردن کے پانی سے بپتسمہ نصیب ہو جائے تو اُسے خوش نصیب سمجھا جاتا ہے۔

متبرک مذہبی اجتماعات کے موقع پر شراب پینا اور روٹی کھانا عیسائیوں کی ایک اور رسم ہے اور شراب اور روٹی کو (نعوذ باللہ) یسوع مسیحؑ کے خون اور گوشت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

بعض مخصوص اوقات میں ہندو آدھی رات کے وقت جو عبادت منعقد کرتے ہیں وہ بنیادی طور پر وہی ہے جو رومن کیتھولک بھی منعقد کرتے ہیں۔ اور یسوع مسیحؑ اور اس کی ماں مریم (جس کے متعلق ان کا اعتقاد ہے کہ وہ آسمان پر ہے اور خدا کی ماں کے طور پر یاد کیا جاتا ہے اور پوجا جاتا ہے) کی شبیہیں جو بعض اوقات قد آدم سے بھی بڑی ہوتی ہیں، فرشتوں، دوسرے نبیوں، ولیوں، حواریوں اور بہت سے دوسرے بزرگوں کی تصویریں اور پتلے، بالکل اسی طرح عیسائی گرجاؤں اور کلیساؤں میں دیکھے جا سکتے ہیں جس طرح کہ ہندو اور بدھ مندروں میں بت اور شبیہیں پائی جاتی ہیں۔ رومن کیتھولک حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام گناہوں اور بدکاریوں کا اپنے پادری کے سامنے اقرار کریں اور پادری کو یہ خدائی اختیار حاصل ہے کہ وہ انہیں ان کے گناہوں پر معاف کر دے یا پھٹکار کرے۔

بدھ اور ہندو پروہتوں کی طرح، رومن کیتھولک پادری اور کلیسا سے وابستہ دوشیزائیں بھی شادی نہیں کر سکتے، اس کے علاوہ ایک دفعہ شادی ہو جانے پر رومن کیتھولک فرقہ میں طلاق کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی مجبوراً عدالت کے ذریعے طلاق حاصل کر لینے کے بعد دوبارہ شادی کرے تو اس شادی کو زنا کے ارتکاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بائبل کو خدا کا براہِ راست کلمہ سمجھا جاتا ہے اور پاپائے اعظم کا ہر کلمہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاپائے اعظم منہ سے کوئی لفظ نکالنے سے پہلے خدا کی روحانی ہدایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ بعض مسلمانوں کو شاید معلوم نہ ہو کہ رومن کیتھولیسزم موجودہ عیسائیت کی پہلی شکل تھی اور آج اس کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً پچاس کروڑ ہے جبکہ پروٹسٹنٹ ۱۸ کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔

ہندو توہمات کے رومن کیتھولک لوگوں میں اعادہ کی ایک اور شکل ایش وینسڈے (ASH WEDNESDAY) پر سیاہ راکھ سے ان کا اپنے ماتھوں پر نشان لگانا ہے۔ ہندو یہی رسم ہزاروں سالوں سے انجام دیتے آ رہے ہیں۔ جبکہ عیسیٰؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ہندو اور بدھ مت کی طرح عیسائیت میں بھی مردے کو جلانے کی اجازت ہے۔ بلکہ ایسا کرنا آج کل کے عیسائیوں میں دن بدن مقبول ہو رہا ہے۔ لیکن عیسیٰؑ اس کی اجازت کبھی نہ دیتے کیونکہ بائبل کے مطابق وہ قانون موسوی پر عمل درآمد کرانے کے لئے آئے تھے، اسے توڑنے کے لئے نہیں آئے تھے۔ کرسمس ڈے کا پچیس دسمبر کو ہونا بھی قدیم دیومالائی خداؤں کے مذہب سے ماخوذ ہے کیونکہ یسوعؑ کی تاریخ پیدائش کا کبھی کسی کو علم نہ تھا اور یہ روم میں ایک سکاتھین پادری کا کارنامہ گردانا جاتا ہے کہ اس نے وہ دن، تاریخ اور مہینہ مقرر کیا جسے آج کل عیسائی مانتے ہیں۔ لیکن انہیں بھی سارے عیسائی نہیں مانتے کیونکہ یونانی عیسائی ابھی تک اپنا کرسمس سات جنوری کو مناتے ہیں۔

عیسائیت اور ان دوسرے مذاہب کے درمیان واحد فرق یہ ہے کہ خدا سے ناآشنا قدیم لوگ (رومیوں کو چھوڑ کر) اپنا عقیدہ اپنے تک محدود رکھتے تھے جبکہ یورپی عیسائیوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ لوگ اپنا مذہب تمام دنیا میں لئے پھرتے ہیں اور اسے دوسری اقوام پر تسلّط قائم کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت محمد صلعم نے انہیں المسیح الدجّال کہہ کر پکارا۔ اس کی وضاحت میں پہلے کر چکا ہوں۔

تاہم، ہمارے لیے ان اقوام کو المسیح الدّجال کے طور پر شناخت کرنا اس لئے دشوار ہوتا ہے کہ ہم ان کے درمیان رہتے آ رہے ہیں اور کئی نسلوں تک ان کے زیر حکومت رہے ہیں۔ لیکن ان کے پس منظر اور ثقافت کا مطالعہ واضح طور پر یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہی قومیں دجّال اور یاجوج و ماجوج ہیں۔ اس کا ثبوت یہ امر بھی ہے کہ یورپی لوگ خود کو دنیا کی دوسری قوموں سے ممتاز اور برتر سمجھتے ہیں، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ اپنے متعلق بہت بلند رائے رکھتے ہیں۔

میں اپنے مسلمان قارئین کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ عیسائی بائبل کا عہدنامہ جدید حضرت عیسیٰؑ یا ان کے زمانہ میں کسی شخص نے نہیں لکھا تھا۔ حقیقتاً اس کا ایک حصہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے کافی عرصہ بعد سینٹ پال نے لکھا تھا جو تارسوس کا ایک یہودی تھا اور بظاہر رومی اور یہودی دونوں شہریتیں رکھتا تھا۔ اس نے کبھی حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات نہیں کی تھی بلکہ جو کچھ اسے سنایا اور بتایا گیا تھا اس نے وہی لکھ لیا تھا کیونکہ وہ ایک عرصہ مدت تک قید میں رہا تھا۔ ایک اور تعجب خیز بات یہ کہ

اس کا اصل نام سال (SAUL) تھا۔ چونکہ کفر اور بُت پرستی ابھی تک کافی مقبول تھی، لہٰذا اس نے ان کے بعض توہمات کو غیر شعوری طور پر، جو کچھ اس کو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے متعلق بتایا گیا تھا، اس کے ساتھ گڈمڈ کر دیا، اور انہیں اس طرح لکھ کر پیش کیا گویا وہ سب حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیمات ہوں۔

اصنام پرستی کا اس وقت ایسا اثر پھیلا ہوا تھا کہ اس نے اپنی تحریروں میں افسانہ اور توہمات کو خدا کے مفروضہ کلام کے ساتھ گڈمڈ کر دیا: مثلاً یہ کہ انسان ماں، باپ اور نسب کے بغیر پیدا ہو گیا تھا اور خدا کا بیٹا تھا۔ میں یہاں بطور نمونہ، سینٹ پال کی بائبل (عہد نامہ جدید) سے اقتباس نقل کرتا ہوں:۔

"میلچیسیڈک، سالم کا بادشاہ، اعلیٰ ترین خدا، ابراہیمؑ سے ملا جو بادشاہوں کی قربان گاہ سے لوٹ رہا تھا، اور اس کے لئے دعا کی۔ جواب میں ابراہیمؑ نے سب کا دسواں حصہ اسے دیا۔ پہلا شخص تعبیر کے اعتبار سے سچائی کا بادشاہ بھی ہے اور سالم کا بادشاہ بھی، جو کہ امن کا بادشاہ ہے، نہ کوئی اس کا باپ ہے، نہ ماں اور نہ حسب نسب، نہ آغاز ہے نہ انجام، بلکہ وہ ابنِ خدا کی مانند بنا ہے اور ہمیشہ کے لئے راہب ہے۔ (عبرانی بائبل ۔ ۳-۱:۷)

حتیٰ کہ سینٹ پال کی یہ تحریریں بھی گذشتہ دو ہزار سالوں میں کئی دفعہ دوبارہ لکھی گئی ہیں اور ان میں ردوبدل بھی کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن ہمیں مندرجہ ذیل آیت میں خبردار کرتا ہے:۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ

ترجمہ: "خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب کو لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔" (قرآن ۲:۷۹)

یہاں میں اپنے عیسائی قارئین کے لئے تین باتوں کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ دو ہزار سالوں سے عیسائی غلط لوگوں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور یوں وہ یہودیوں کے دام میں گرفتار ہو چکے ہیں جہاں سے باہر آنے کا ان کے لئے بہت کم امکان ہے۔

پہلی بات:۔ سینٹ پال ایک یہودی تھا اور اس نے یسوعؑ کی تعلیمات کو غلط سمجھا اور غلط معنی پہنائے۔ یسوعؑ نے نہ کبھی عیسیٰؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ وہ محض یہودی مذہب کی خرابیوں کو دور کرنے والے ایک مصلح نبی تھے۔ سینٹ پال کے خیالات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر، آج عیسائی (اینگلو سیکسن اور روسی نسلیں) روحانیت سے خالی ہو رہے ہیں۔

دوسری بات:۔ کارل مارکس ایک یہودی تھا اور اسی نے اشتراکیت اور الحاد اور مادہ پرست تمدن کا پودا لگایا اور اس کی جڑوں کو مستحکم کیا۔ اس کے فلسفہ کو جزو ایمان قرار دینے والے بڑے کمیونسٹ رہنماؤں میں ٹرالسٹکی بھی ایک یہودی تھا۔ یہ جاننا بھی دلچسپی کا باعث ہو گا کہ لینن اور سٹالن دونوں کے گھر یہودی بیویاں تھیں۔ ان یہودیوں کے فلسفہ اور تعلیمات پر چلنے سے، اینگلو سیکسن اور روسی نسلیں (یاجوج اور ماجوج) آج خدا سے اپنا رشتہ منقطع کر چکی ہیں اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکی ہیں۔

تیسری بات:۔ اب ہمارے پاس صیہونیت کی مثال ہے۔ صیہونیت کے گمراہ کن نقوشِ قدم پر چلنے سے نہ صرف اینگلو سیکسن اور روسی اقوام اپنے گھروں اور علاقوں سے محروم ہوں گی بلکہ تمام بنی نوع انسان بے گھر اور بے وطن ہو جائیں گے۔ مدتوں سے پروان چڑھنے والی تحریک صیہونیت کے عقائد اور سازشوں کا نتیجہ انسان کے ہر شئے کو کھو دینے کی صورت میں برآمد ہو گا، کیونکہ جب بھی بنی نوع انسان جوہری جنگ کے تلخ ثمرات کو چکھے گا وہ صیہونیت کی مکاری، فریب اور سازشوں کا نتیجہ ہو گا۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ تمام باقی ماندہ دنیا صیہونیت کے اس آخری جال میں پھنس چکی ہے اور یوں اب وہ پستی کے آخری مرحلہ "بے روح، بے خدا، بے ریاست" کے نزدیک پہنچ رہی ہے۔

کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ خدا، انبیاء اور بنی نوع انسان، سب نے ہمیشہ یہودیوں سے نفرت کی ہے اور ان پر پھٹکار بھیجی ہے! دنیا کے لئے کافی انتباہ اور واضح نشانیاں آ چکی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا لوگ، بیشتر اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے، اس طرف متوجہ ہوں گے؟

تاریخ کی یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ انیسویں صدی میں، مسلمانوں کی طاقت میں زوال سے فائدہ اٹھا کر، برطانیہ جیسی ایک چھوٹے سے جزیرہ میں بسنے والی قوم نے مسلم دنیا کو اپنے زیر تسلط لانا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ مگر منظم انداز میں اس طاقتور نوآبادیاتی جن نے اپنا تسلط اور دائرہ اثر آگے بڑھایا۔ سب سے بڑا تحفہ، البتہ، ہندوستان تھا جہاں برطانیہ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں ہی استحصال کا باقاعدہ اڈا قائم کر چکا تھا۔ اس کے بعد سلطنت عثمانیہ کے زوال نے انہیں سوڈان، مصر، عراق، جنوبی عرب، ساحلی علاقوں اور خلیج کی عمارات کے ٹکڑے ٹکڑے حصے ہتھیانے کا موقع فراہم کیا۔ جبرالٹر، سویز، عدن اور سنگاپور میں ان کے فوجی اڈے ان کی وسیع سلطنت کے دفاع اور تحفظ میں مضبوط عقبی دستے کا کردار ادا کرتے تھے "جہاں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا"۔ اس سلطنت میں شامل بیشتر علاقے مسلمان حکمرانوں سے چھینے گئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ کچھ سالوں تک برطانیہ نے زوال پذیر خلافتِ ترکیہ کو اپنی سیاسی پوزیشن قائم رکھنے میں مدد دی۔ لیکن اس کا باعث برطانیہ کے دل میں مسلمانوں کے لئے محبت یا برطانوی کردار میں انسان دوستی کا عنصر نہیں تھا۔ بلکہ اس کی بنیاد خاصتاً روس کو برطانوی مقبوضہ علاقوں اور برطانیہ کے زیر اثر ایران اور افغانستان کی ریاستوں کے لئے خطرہ بننے سے روکنے کے احساس پر تھا۔ ان تمام مسلمان علاقوں کے استحصال کے نتیجہ میں برطانیہ اپنے عروج اور اقتدار کی اس منزل تک پہنچا جہاں موجودہ صدی کے آغاز تک کوئی حریف طاقت نہیں پہنچی تھی۔

یہ درست ہے کہ برطانیہ نے اپنی نوآبادیوں کے لیے بعض ظاہری اقدامات کئے۔ مثلاً انگریزی زبان میں مغربی تعلیم اور بہبود عامہ کے کچھ کام۔ تاہم اصل مقصد اپنے استعمار کا استحکام اور آبائی وطن کی ترقی تھا جس کی مارکیٹ اور صنعت کا دارومدار مقبوضہ علاقوں کے سستے خام مال اور اجناس پر تھا۔ لکڑیاں کاٹنے اور پانی نکالنے والے عسرت سے زندگی گزارتے تھے جبکہ نوآبادیوں کی دولت بالواسطہ یا براہ راست طریقوں سے نچوڑی جا رہی تھی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کو تعلیم سے روشناس کرایا جا رہا تھا اور اصلاحات اور دوسری سہولتیں بھی برطانوی آقا فراہم کر رہے تھے، لیکن ان کا اصل مقصد اپنے انتظامیہ میں آسانی اور عام لوگوں کو سرکاری رہنمائی اور سرپرستی کا زیادہ سے زیادہ محتاج بنانا تھا۔ دیسی صنعت اور دستکاری نظرانداز کر دی گئی اور ثقافت کے سوتے ان بدیسی آقاؤں کے پیدا کردہ تعلیمی اور سماجی ماحول سے مسموم ہو گئے۔ مقامی وسائل کا استحصال اور لوٹ کھسوٹ جاری رہی جبکہ ایک قسم کا احساس کمتری محکوم لوگوں پر مسلط

ہوتا گیا۔ "صاحب" بن جانا انتہائی پسندیدہ کارنامہ قرار پایا اور لوگوں سے اپنی عزتِ نفس اور اسلامی اقدار (جنہیں ان کے آباؤ اجداد انتہائی عزیز سمجھتے تھے) چھوٹتی گئیں۔

حالات کی یہ منجمد صورت ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتی تھی اور گذشتہ دو عالمی جنگوں میں نوآبادیاتی نظام کو انتہائی شدید دھچکا لگا۔ قومیت کا احساس اور آزادی کی خواہش بیدار ہونے لگی اور رفتہ رفتہ عوام الناس میں غیر ملکی جُوا اتار پھینکنے کی تحریک مقبول ہونے لگی۔ اب جو قیادت سامنے آئی اس میں نہ صرف نیا تعلیم یافتہ طبقہ اور نوآبادیاتی انتظامیہ کے دیسی اراکین شامل تھے بلکہ پرانی وضع کے وہ علماء بھی تھے جو محکوم مسلمان ممالک میں پھیلے ہوئے عام جمود اور بے حسی سے متاثر نہ ہوئے تھے۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ اور آزادی کی اس جدوجہد میں، جمال الدین افغانی (متوفی ۱۸۹۷) سید احمد شہید (متوفی ۱۸۴۲) اور حسن البنا (متوفی ۱۹۴۹) کے نام نامی خاص طور پر نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

برطانوی استعمار میں شامل مختلف ممالک نے حصولِ آزادی کے لئے مختلف راستے اختیار کئے۔ لیکن یہاں ہمارے پیشِ نظر ہر مسلم ممالک میں آزادی کا راستہ روکنے کی برطانوی چالوں کا سوال ہے۔ ایک ایسا مرحلہ آپہنچا جب برطانیہ کے لئے اپنا تسلّط برقرار رکھنا دشوار ہوگیا کیونکہ دو عالمی جنگوں نے اس کی اقتصادی اور سیاسی قوّت کو مفلوج کر دیا تھا۔ اب اس کے لئے آزادی کی جدوجہد کو ٹالنا ناممکن ہوگیا۔ ہم میں سے اکثر کو اندازہ ہوگیا کہ اب وہ اپنی مجبوری کو سخاوت کا رنگ دینے کی کوشش کرے گا۔ لیکن یہ کہ وہ اس سلسلے میں بدنیتی اور بداخلاقی کا بھی مرتکب ہوگا، اس کے مدبر اور سیاستدانوں کے بلند بانگ اعلانات سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

برطانیہ کی دوُرخی چال اور اخلاقی دیوالیہ پن کی سب سے واضح مثال اعلان بالفور تھا جس کا نتیجہ بالآخر مسلم دنیا کے مرکز میں ریاست اسرائیل کے قیام کی صورت میں نکلا۔ مصر میں اس کی بدنیتی اور احتیاط نہر سویز پر اختیار برقرار رکھنے تک محدود رہی تاکہ وہ مصریوں میں آزادی کا کوئی اظہار کسی بھی وقت دبا سکے۔

مسلم ہندوستان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا گیا۔ جب اگست ۱۹۴۷ء میں برطانیہ نئی دہلی سے رخصت ہوا تو اُسے پورا اطمینان تھا کہ پاکستان کی نئی مملکت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے گی۔ [اور در حقیقت ایک باقاعدہ منصوبہ پہلے تیار کر لیا گیا تھا جیسا کہ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے حالات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے) — سرحدوں کی نامنصفانہ حد بندی، دریائی پانی کا جھگڑا، اور قضیۂ کشمیر، یہ سب اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ برطانیہ چاہتا تھا کہ تقسیم ایسی غیر مساویانہ ہو کہ جس سے ایک طرف تو پاکستان کبھی اپنے قدموں پر آپ کھڑا نہ ہو سکے اور دوسری طرف بھارت کے ساتھ اس کے تعلقات دوستانہ ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ کون فراموش کر سکتا ہے کہ یہ برطانیہ کا نوئیل بیکر تھا جس نے، جبکہ سلامتی کونسل کشمیر پاکستان کو دینے پر تلی ہوئی تھی (کیونکہ وہاں کی اکثریت مسلمان تھی) خاص طور پر کونسل پر ایک نامقبول مطلق العنان حکمران کے کسی بھی ملک (بھارت یا پاکستان) سے الحاق کے حق میں دباؤ ڈالا۔ چنانچہ، اسی وجہ سے، معمول کی تلخی کے ساتھ، ہم نے مائیکل سٹیوارٹ (برطانیہ کا سابق وزیر خارجہ) کو یہ بیان دیتے ہوئے سُنا کہ کشمیر کے جھگڑے کے پُرامن تصفیہ کے لئے برطانیہ کی کوئی ذمہ داری یا خواہش نہیں ہے۔

اس کے بعد عیسائی اکثریت کے حبشہ کے ساتھ مسلم ایریٹریا کا ناجائز الحاق ہے۔ لیکن افریقہ کے ضمن میں ایسی بے شمار مثالیں اور بھی دی جا سکتی ہیں۔ برطانیہ نے نائیجیریا کو ایسی خوفناک ابتری میں چھوڑا کہ حتیٰ کہ الحاج احمدو بیلو اور الحاج ابوبکر تفاوا بلیوا کی انتہائی مثالی کوششیں بھی اس ملک کو زیادہ دیر تک پُرامن اور متحد نہ رکھ سکیں۔ افریقہ میں یہ برطانیہ کی سب سے بڑی نوآبادی تھی۔ ۱۹۱۸ء میں جرمنی سے جنوبی کیمرون کی نوآبادی چھین کر ملا دینے کے بعد پورا علاقہ خالصتاً برطانوی اندازِ میں زیرِ انتظام رہا۔ نتیجہ یہ تھا کہ جب ۱۹۶۰ء میں اس ملک کو آزادی ملی تو انتظامیہ اور فوج کے اکثر افسران کا تعلق عیسائی ایبو قبیلے سے تھا۔ شمال کے مسلمانوں کا غلبہ (اکثریت کے باعث) عیسائیوں کو پسند نہ آیا اور برسرِ اقتدار جماعت کے دو انتخابات میں کامیاب ہو جانے کے بعد، چیف آف اسٹاف، جنرل آئرونسی نے فوجی بغاوت برپا کر دی اور مسلم وزیرِ اعظم اور اس کے دوست احمدو بیلو، (شمال کے رہنما) قتل کر دیئے گئے۔

مشرقی افریقہ میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کو ان کے عیسائی ہم وطنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا جنہیں انتقالِ اقتدار کے بعد انتظامیہ کو سنبھالنے کی برطانیہ سے خصوصی تربیت دی جا چکی تھی۔ یہی غیر منصفانہ پالیسی بڑے منظم طریقہ سے افریقہ کی دیگر ابھرتی ہوئی اقوام، مثلاً زنجبار، تنزانیہ، ملاوی اور گھانا وغیرہ کے سلسلے میں بھی اختیار کی گئی۔ وائٹ ہال نے یہ اہتمام کیا کہ انتقالِ اقتدار کے بعد عنانِ حکومت عیسائی اقلیتوں، برطانیہ کے تربیت یافتہ افسروں یا سیاسی طالع آزماؤں کے ہاتھ میں آئے تاکہ مسلمانوں کی آواز ہمیشہ کے لئے دب کر رہ جائے۔

بالکل یہی ڈھنگ جنوبی عرب اور خلیج فارس کی ریاستوں کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جا رہا ہے جہاں مقامی آبادی کا حکومتِ خود اختیاری کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ناقابل ہونا کسی بھی وقت کسی بیرونی مداخلت کے لئے بہانہ کا سبب بن سکتا ہے — برطانیہ کی پالیسی کا عام رجحان ہمیشہ یہ رہا ہے (اور رہے گا) کہ اپنی تجارت کے راستے (حتیٰ کہ ایسے ممالک میں بھی جہاں بائیں بازو کی حکومتوں نے ان کے اثر کا جنازہ نکال دیا ہے) کھلے رکھے جائیں۔ اِن کے منصوبوں کے مطابق ملائیشیا، سنگاپور، بھارت، پاکستان، خلیج کی ریاستیں اور افریقہ میں برطانیہ کی سابق نوآبادیاں برطانوی تاجروں اور صنعتکاروں کے لئے ہمیشہ کھلی منڈیاں فراہم کرتی رہیں۔ یہ ان کی حکمتِ عملی کا غالب اصول بن چکا ہے اور وہ اپنی "کاروباری سلطنت" سے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے میں مصروف ہیں۔ ان کے سیاسی قائدین، اپنے رخصت ہونے کے وقت سابقہ نوآبادیوں پر ٹھونسے گئے ناجائز اور غیر منصفانہ تصفیوں سے پیدا ہونے والے مسائل کے متعلق اپنے خود غرضانہ اندازِ فکر پر پردہ ڈالنے کے لئے بلند بانگ تقریریں کرتے رہتے ہیں۔ مسلمان آج بھی ان کی مکّاری اور بددیانتی کا شکار ہیں۔ ●●

گیارہواں باب

اسرائیل کے ساتھ انتہائی خصوصی امریکی تعلقات

"اسرائیل کے وزیرِ دفاع موشے دایان وائٹ ہاؤس کی حالیہ دعوت اور استقبال ان گہرے اور خصوصی تعلقات کا مظہر ہے جو اس ملک کے ساتھ گذشتہ بائیس سالوں سے ریاستہائے متحدہ نے قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا نیٹو یا سیٹو کے دفاعی سربراہ کو ایسا اونچا مہمانداری کا برتاؤ پیش کیا جاتا۔ بیشتر جہاں وزیرِ دفاع میلون لیرڈ کے ساتھ ملاقات پر قناعت کرتے، یا استثنائی حالات میں وزیرِ مملکت مسٹر راجرز یا نائب صدر کے ساتھ ملاقات کرکے مطمئن ہو جاتے۔

"اکتوبر ۱۹۴۸ء میں جب صدر ٹرومین نے اعلان کیا: "ہم نے ایسی اسرائیلی ریاست کے قیام کی حامی بھر رکھی ہے جو اپنے رقبہ، حکومت خود اختیاری اور طاقت

کی بدولت اپنے لوگوں کی حفاظت اور خود کفالت کی ضامن بن سکے، ریاستہائے متحدہ اور امریکن تاریخ کے ایک بے مثال ملک کے درمیان ایک خاص تعلق کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ آج وہ تعلق ہر میدان میں :۔ دفاع، اقتصادی اشتراک، جاسوسی معلومات کا تبادلہ، مشترکہ شہریت اور سیاسی تائید باہمی (جو کبھی برطانیہ اور امریکہ میں تھا) ___ کہیں زیادہ قریبی ہے۔

"ریاستہائے متحدہ میں تنقید سے مکمل بریت، اسرائیل کی ایک اور بے مثال خصوصیت ہے ___ یہ ایسی صورت حال ہے جس میں ہمارا کوئی یورپی یا ایشیائی اتحادی اسرائیل کی برابری نہیں کرسکتا، کیونکہ ان سب کی غلطیاں اور کوتاہیاں ہمارے ذرائع نشر و اشاعت اور مقننہ کے نمائندے برسرِعام اچھالتے رہتے ہیں۔ شاید جیسا کہ نیویارک ٹائمز کے جیمز رسٹون نے کچھ عرصہ پہلے تجویز کیا تھا......، اسے آپ ایک عام اصول سمجھ لیجئے کہ اسرائیلی پالیسیوں پر کوئی بھی تنقید نسل پرستی کے مخالفین کے حملہ کی زد میں ضرور آئے گی ___،

"یہی حال دوسری سمت میں ہے۔ اسرائیل کو ایک چھوٹے، جمہوری اور دلیر ملک کی حیثیت سے، جو کمیونسٹوں کے حامی، غیر مہذب اور خون کے پیاسے عربوں کے سمندر میں اپنا وجود برقرار رکھنے کی جدوجہد کر رہا ہے، کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے ___ اور صحیح یا غلط یہی بہت سے امریکیوں کا نقطۂ نظر بھی ہے ___ اسرائیل کے اس تصوّر کی تائید کے لئے ایک رنگین اور شاندار دستاویزی فلم "اسرائیل اور بائبل" بلی گراہم کے زیرِ اہتمام بنائی گئی ہے، جسے ہر ماہ امریکہ کے بارہ سو کلیساؤں میں دکھایا جائے گا۔

"گذشتہ کئی برسوں میں ڈالروں اور سینٹوں کی شکل میں، پرائیویٹ اور سرکاری دونوں شعبوں میں امریکہ اسرائیل کو کثیر امداد دے چکا ہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۸ء تک کے بیس سالوں میں، ریاستہائے متحدہ کی سرکاری ذرائع سے اقتصادی امداد کی مالیت گیارہ ارب تک پہنچتی تھی جبکہ نجی ذرائع سے ڈالروں کا اسرائیل کی طرف انتقال ان برسوں میں پچیس ارب ڈالر کی مالیت کے برابر تھا۔ دونوں ملا کر ۳۶ ارب ڈالر ہوتے ہیں، گویا پچیس لاکھ کی موجودہ آبادی کے لئے چودہ سو ڈالر فی کس کی امداد۔ یہ امداد کسی بھی دوسرے ملک کے لئے امریکہ کی فی کس امداد سے زیادہ ہے۔ مثلاً ان برسوں میں امریکہ نے اپنے تیرہ ہمسایہ امریکی ممالک کو فی کس صرف ۳۵ ڈالر کی امداد دی۔ ۱۹۶۸ء سے اسرائیل کو دی جانے والی امریکی امداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوچکا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں ڈالروں کا یہ انتقال ۸۰ کروڑ تھا اور ۱۹۷۱ء میں ڈیڑھ ارب تک کا اندازہ ہے۔

"۱۹۶۷ء تک ہم نے مغربی جرمنی اور فرانس کے راستے (تاکہ عربوں کی دشمنی مول نہ لی جائے) اسرائیل کو جدید فوجی اسلحہ کی رسد جاری رکھی۔ تاہم جرمن تاوان کے خاتمہ اور مشرق وسطیٰ میں ڈیگال کی نئی حکمت عملی کے بعد، ۱۹۶۷ء سے امریکہ ہی اسرائیل کو اسلحہ مہیا کرنے والا واحد ملک ہے۔

"اس سے زیادہ اہمیت کی حامل یہ حقیقت ہے کہ صلاحیت کے اعتبار سے امریکہ نے جو طیارے، میزائل اور الیکٹرانک نظام اسرائیل کو دیئے ہیں وہ جدّت اور قوّتِ نشانہ میں اپنے نیٹو اور سیٹو کے اتحادیوں کو دیئے گئے ایسے ہتھیاروں سے بہت بہتر ہیں ___ مثلاً یونان، ترکی اور ایران جو سوویٹ یونین کے خلاف ہمارے دفاع کی شمالی سرحد بناتے ہیں، ابھی تک ہمارے فینٹم طیارے حاصل نہیں کرسکے۔ چند ہفتے قبل، ایوانِ نمائندگان نے دفاعی رسد کے قانون میں ایک ترمیم کے ذریعے صدر کو یہ وسیع اختیارات دے دیئے کہ وہ اسرائیل کو حتمی لاگت کی حد کے بغیر ہر قسم کا حربی سامان منتقل کرسکتا ہے۔

• ایوان کے سپیکر کے طور پر، مسٹر مک کارمیک نے کہا....، اس ایوان میں بطور رکن اپنے گذشتہ بیالیس سالوں میں، میں نے اس قسم کی زبان نہیں دیکھی....، برطانیہ کو، ہٹلر کے ساتھ اپنی جدوجہد کے نازک مرحلے پر بھی ایسا "خالی چیک" نہیں دیا گیا تھا۔ حالیہ برسوں میں، جنوبی ویت نام کو بھی یہ رعایت نصیب نہ ہوسکی۔ سینیٹ نے ۵ دسمبر ۱۹۷۰ء کو بیس کے مقابلہ میں ساٹھ ووٹوں سے دفاعی ضروریات کے بل میں سینیٹر دلیمز کی ایک ترمیم کو مسترد کر دیا جس کے مطابق کانگرس کی اجازت کے بغیر اسرائیل میں امریکی فوجیں بھیجنے کے صدر کے اختیارات محدود ہو جاتے۔ بہت سے لوگ جو آج کمبوڈیا کے متعلق اسی نوعیت کی صدر کے اختیارات محدود کرنے کی قانونی ترامیم کی حمایت کر رہے ہیں، اسرائیل کے حق میں ان کی مخالفت کرچکے ہیں۔

"اس ضمن میں سوویٹ یونین کی جانب سے مصر میں ایک طیارہ شکن میزائل کے دفاعی نظام کے قیام پر واشنگٹن کا ردِ عمل بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ حالانکہ اس نظام کی تعمیر گذشتہ موسم گرما میں وزیر مملکت مسٹر راجرز کی کوششوں سے قائم ہونے والی جنگ بندی سے بہت پہلے شروع کی گئی تھی، اگرچہ تکمیل ذرا بعد میں ہوئی۔ اس پر امریکی تشویش کے اظہار کی شدّت، ۱۹۶۱ء کے کینیڈی خروشچوف سمجھوتہ کے خلاف کیوبا میں ہوا سے زمین پر مار کرنے والے سوویٹ میزائلوں اور ایٹمی آبدوزوں کی موجودگی کی اطلاعات پر اظہارِ تشویش سے کہیں زیادہ ہے۔

"ایٹمی ہتھیاروں کے میدان میں بھی اسرائیل کی طرف امریکہ کا طرزِ عمل منفرد رہا ہے۔ جس زمانے میں ہم اپنے پورے اقتصادی، سیاسی اور فوجی دباؤ سے عالمی برادری کے سو سے زیادہ ممالک کو ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ پہ پابندی کے معاہدے کو قبول کرنے پر آمادہ کر رہے تھے، صرف اسرائیل کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ درحقیقت شاید ہم نے اس بین الاقوامی عہد نامے میں عاید کردہ پابندیوں اور ذمہ داریوں کو اختیار نہ کرنے پر اسرائیل کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ وائٹ ہاؤس کی درخواست پر مرتب کردہ کیلیفورنیا کی رینڈ کارپوریشن کے ایک جائزے کے مطابق ہم اسرائیل کو مشرق وسطیٰ میں جوہری ہتھیاروں کے مؤثر استعمال پر انتہائی تربیت یافتہ فنی اور سیاسی معلومات مہیا کر چکے ہیں۔

"روزنامہ جیوئش پریس نے دسمبر ۱۹۷۰ء میں ایٹمی صورتِ حال کا یہ ملخص پیش کیا:۔ 'چھ دن کی عرب اسرائیل جنگ سے پہلے جو ماہرین یہ سمجھتے تھے کہ ایٹمی کلب کا آئندہ ممبر بھارت ہوگا، اب خیال کرتے ہیں کہ اسرائیل آئندہ ممبر* ہوگا۔ دراصل ایسا پہلے ہی ہوچکا ہے۔ دمونا اور ناہل سورک کے مقام پہ ایٹمی ری ایکٹروں کے متعلق خبریں ملی ہیں کہ وہ کئی برسوں سے پلوٹونیم بنا رہے ہیں جس سے ہر سال پچیس کلوٹن کے دس ایٹم بم تیار کئے جاسکتے ہیں۔

"اسرائیل کے فوجی جاسوسی کے شعبہ کے سابق سربراہ جنرل وائی ہراکابی نے حال ہی میں کتاب "ایٹمی جنگ اور ایٹمی امن" شائع کی ہے۔ یہ ہاتھوں ہاتھ بکنے والی کتاب مشرق وسطیٰ کے قضیہ میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال پر اس وقت سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرانس کی ایٹمی ترقی پر ہماری شدید مخالفت کے بالکل برعکس، امریکہ اسرائیل کی تقریباً اسی پالیسی کی پرزور حمایت کرتا رہا ہے۔

"جاسوسی معلومات کے تبادلے کے میدان میں اسرائیل کے ساتھ امریکی تعاون اپنی مثال آپ ہے اور میکموہن ایکٹ پر مبنی برطانیہ کے ساتھ خصوصی ایٹمی انتظامات سے کہیں آگے ہے۔ جون ۱۹۶۷ء کی عداوتوں سے کچھ ماہ پہلے امریکی سفارت خانوں، سی آئی

---

* ممکن ہے اسرائیل کے پاس ایٹمی اسلحہ ہو، لیکن ان اندازوں کے برعکس بھارت اسرائیل سے پہلے ایٹمی طاقت بن چکا ہے۔ (مترجم)

اسے اور مشرق وسطیٰ میں مقیم فوجی جاسوسی کے اسٹاف سے واشنگٹن کی طلب کردہ جاسوسی ضروریات، زیادہ تر، امریکی مفادات کی بجائے اسرائیلی مفاصد پر مبنی تھیں۔ پانچ جون ۱۹۶۷ء کو اسرائیلی ہوائی حملے کی کامیابی بڑی حد تک مصری ہوائی میدانوں اور طیاروں کی صورت حال کے متعلق امریکی ذرائع کی مہیا کردہ اطلاعات کی مرہون منت تھی۔

"سیاسی اور اقتصادی اطلاعات کے علاوہ، امریکی محکمہ امور خارجہ کا کافی عرصے سے یہ معمول رہا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں ہمارے سفارت خانوں سے ملنے والی خصوصی دلچسپی کی حامل رپورٹیں واشنگٹن میں اسرائیلی سفارت خانے کو مہیا کی جاتی ہیں۔ اس تعاون کے متعلق ایک مختصر مضمون وال سٹریٹ جرنل میں بارہ فروری ۱۹۷۰ء کو شائع ہوا جسے رے واٹکرز نے لکھا تھا۔ جب ۱۹۶۷ء میں امریکی بحریہ کے جاسوسی جہاز "برٹی" پر اسرائیلی بحری اور ہوائی دستوں نے حملہ کیا تھا جس کے نتیجہ میں ۱۷۱ افراد زخمی اور ۳۴ افراد مارے گئے تھے، اس پر امریکہ کا سرکاری ردِّعمل نہ ہونے کے برابر تھا — ذہن یہ تصوّر کرنے سے قاصر ہے کہ اگر حملہ آور فرانسیسی یا برطانوی ہوتے (مصریوں کی تو بات ہی کیا ہے) تو ردِّعمل کی شدّت کیا رنگ اختیار کرتی۔

"دوہری شہریت کے سوال پر بھی اسرائیل کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ دیر سے چلے آ رہے قوانین شہریت کے مطابق اگر کوئی امریکی کسی غیر ملک کے انتخابات میں ووٹ ڈالے یا اس ملک کی حکومت اور فوج میں ملازمت اختیار کرے تو وہ امریکی شہریت سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن سپریم کورٹ کے ایک حالیہ فیصلے کے مطابق کوئی بھی امریکی اس طرح اسرائیل میں ملازمت اختیار کر لینے کے باوجود شہریت سے دستبردار نہیں ہوتا۔" اسرائیل لاء آف ریٹرن (ISRAEL LAW OF RETURN) کے تحت ایک امریکی یہودی جو اسرائیل میں داخل ہو خود بخود اسرائیلی قومیّت کا حقدار بن جاتا ہے۔

"جون ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد، خاص طور پر پچھلے سال کے دوران، اسرائیل کے ساتھ امریکی مواعید میں بہت وسعت ہوئی ہے۔ ۱۹۶۷ء سے پہلے امریکہ ۱۹۴۸ء کی جنگ بندی کی حدود کے اندر اسرائیل کی علاقائی سالمیت اور اس کی اقتصادی خود کفالت کا ضامن تھا۔ امریکہ، زیادہ سے زیادہ مشرق وسطیٰ میں ایک قسم کے فوجی توازن کا حامی تھا۔ اقوام متحدہ میں نومبر ۱۹۶۷ء کی قرارداد کے موقع پر امریکہ نے حقیقتاً گذشتہ جون میں طاقت سے ہتھیائے ہوئے عرب علاقوں پر اسرائیلی قبضہ کی مخالفت کی۔ یہ بنیادی کیفیت اب بالکل تبدیل ہو چکی ہے۔

"گذشتہ موسم گرما میں، سان کلیمنٹ وائٹ ہاؤس سے جاری ہونے والے نکسن انتظامیہ کے متعدد بیانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ جب تک امن کا کوئی حتمی تصفیہ نہیں ہو جاتا اسرائیل کی علاقائی سالمیت کی ضمانت میں مقبوضہ عرب علاقے بھی شامل تصوّر ہوں گے۔ اسی طرح اسرائیل کی طرف امریکی تائید، مشرق وسطیٰ میں ایک فوجی توازن کی یقین دہانی سے بڑھ کر اسرائیل کی فوجی برتری، جس سے وہ اپنے ہمسایہ ممالک پر ایک تیز اور کامیاب ضرب لگانے کے قابل ہو، کی ضمانت میں بدل گئی ہے۔ اس کے علاوہ اب وہ اسرائیل کی "نسلی یک رنگی" کی پالیسی کا بھی حامی ہے جس کا مطلب ہے اقوام متحدہ کے فلسطینی مہاجرین کے فارمولا، وطن کو واپسی یا نقصانات کی ادائیگی کے لیے ہماری گذشتہ اٹھارہ سالہ حمایت کی نفی۔

"۱۰ دسمبر ۱۹۷۰ء کی پریس کانفرنس کے دوران جب صدر نکسن سے پوچھا گیا کہ آیا اب بھی امریکہ مقبوضہ علاقوں سے اسرائیلی واپسی کی پالیسی پر قائم ہے، تو پہلی مرتبہ صدر نکسن نے مسئلہ کو ٹالتے ہوئے کہا کہ اس پر گفت و شنید ہونی چاہیئے۔

"آخر میں، یہ ہے کہ محکمہ امور خارجہ میں مشرق وسطیٰ کی پالیسی سے متعلق اونچے عہدوں پر عملہ کا تقرر اور ترقی، روایتی طور پر امریکن صیہونی قیادت کی پیشگی منظوری سے مشروط رہی ہے۔ یہاں بطور مثال یہ کہنا کافی ہو گا کہ کالم نگار ایونز اور نووک کی رپورٹ کے مطابق حال ہی میں اقوام متحدہ میں ہمارے نمائندے چارلس ڈبلیو یاسٹ کی برطرفی کا مطالبہ اسرائیل دوست حلقوں نے کیا تھا۔

"جیسا کہ ظاہر ہے بہت سے امریکی، کانگرس کے نمائندے اور پریس ان خصوصی تعلقات کے زبردست مؤید اور حامی ہیں۔ چنانچہ یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ صدر ٹرومین کے دور سے اب تک ہر انتظامیہ نے اسرائیل کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات استوار کرنا امریکہ کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول تصوّر کیا ہے۔ صدر نکسن سے ملاقات کے دوران، اسرائیلی وزیر دفاع موشے دایان کی حیثیت واشنگٹن کا دورہ کرنے والے دوسرے غیر ملکی رہنماؤں سے، خواہ وہ برطانیہ کے مسٹر ہیتھ، فرانس کے صدر پومپیدو، یا مغربی جرمنی کے چانسلر ہرولی برانٹ یا ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے کسی دوست ملک کے نمائندے ہوں، کہیں زیادہ قابلِ رشک معلوم ہوتی تھی۔

"ان خصوصی امریکی اسرائیلی تعلقات کی پوری وضاحت صرف تاریخ ہی کر سکتی ہے۔ یہ تعلقات اب ایسے نقطے پر پہنچ چکے ہیں جہاں اسرائیل کی سلامتی اور بہبود امریکی مفاد کے لئے نہایت اہم سمجھی جاتی ہے، لیکن اسرائیل کے خلاف کسی دھمکی یا خطرے پر ہمارا ردِّعمل، ہمارے کسی نیٹو یا سیٹو کے اتحادی ملک کے مقابلہ میں بہت زیادہ شدید ہوتا ہے۔ وزارت خارجہ کے ایک ظریف نے کہا ہے:—

"اگر اسرائیل کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوا تو ہم دو منٹوں کے اندر تیسری عالمگیر جنگ میں کود چکے ہوں گے — لیکن برلن کے معاملہ پر، کئی دِن لگ سکتے ہیں۔" —

(ڈیوڈ ڈنیس)

[میں اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ جو کچھ انہوں نے ابھی پڑھا ہے اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور اپنے آپ سے پوچھیں کہ آیا یہ سب کچھ عقل و خرد کے مطابق ہے۔ یا نہیں ؟ میں ایک بار پھر انہیں "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ بھی دوں گا، جس کا ذکر میں نے چھٹے باب "یہودیوں کو انتباہ" میں کیا ہے:—

۔۔۔۔۔ "وہ (یاجوج اور ماجوج) اسرائیل کی سرزمین میں تباہ کر دیئے جائیں گے"]

امریکہ، تیرے کیا کہنے !

(مسٹر سقاف کے مضمون کا متن)

"آزادانہ اخلاقیات اور بلند معیار زیست کے اس مقدس سمندر میں واقعات کا تانا بانا بندھا ہوا ہے — وہ سرزمین جو کبھی ہجرت کرنے والے مذہب پرست آبا کے لیے پناہ گاہ ثابت ہوئی تھی، اب اپنے دامن میں حقیقی تخریب کے تمام نشانات لئے ہوئے ہے" — بدکاری، بدکینگی، مایوسی اور دہشت اندرون ملک رائج کرتی ہیں جبکہ بیرون ملک ہر سازش اور جارحیت، بغاوت اور جوڑ توڑ کی تہ میں اس کا اثر پایا جاتا ہے۔

"سب سے پہلے ریڈ انڈین آبادی کا منظم قتلِ عام۔ اس کے بعد سیاہ فام انسان کو مسلسل غلام بنائے رکھنا اور انسان نہ سمجھنا۔ اور اب اس نے اپنا سارا جہنم دنیا کی زرد اور بھوری نسلوں پر اُلٹ دیا ہے۔

"خواہ جاپان میں، جہاں اس نے ایٹمی آفت برپا کی۔ ویت نام میں جہاں اس کے طیارے زمین کے ہر ایکڑ میں موت، تباہی، اذیت اور آگ کے پندرہ ٹن گرا چکے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں جہاں اسرائیلی نازی جرائم میں اس کی شرمناک اشیر باد تیسری جنگِ عظیم کے بیجوں کی پرورش کر رہی ہے۔ یہ قوم جسے خدا نے بے مثال طاقت اور دولت عطا کی ہے تاریخ میں خدا کے غضب کو دعوت دینے کی مسلسل اور بے مثال کوششیں کر رہی ہے۔

" خدا کا غضب نازل ہونے کو ہے - کارخانوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے، جہاں بھی دیکھو بُری علامات آنکھ سے ٹکراتی ہیں ۔ لیکن پوشیدہ مفہوم کو پڑھنے اور اثر کو جاننے کے لئے ایک خاص قسم کی بصیرت کی ضرورت ہے -

" ہیروئن کی لت ۔ ' سفید موت ' ۔ ایک تکلیف دہ اور پیچیدہ قومی مسئلہ بن چکی ہے ۔ بہت سے ذرائع کے مطابق اس مسئلے کی موجودہ شدّت کا تعلق ویت نام میں جنگ سے ہے -

" گذشتہ سال ۶۰ ہزار افراد کو بحریہ کی ملازمت سے فارغ کیا گیا اور صورتِ حال کو گول مول انداز میں " " اختیار سے باہر " قرار دیا گیا ۔ ملک کی تیسری سب سے بڑی فوجی چھاؤنی ' فورٹ برگیب ' کی فوجی بارکوں میں ایک محتاط اندازے کے مطابق چودہ سو " عادی نشہ باز " موجود ہیں جبکہ چالیس سے ساٹھ فی صدی تک ایسے فوجیوں کی موجودگی کا اعتراف کیا گیا ہے جو کسی نہ کسی نشہ آور دوا سے ایک دفعہ ضرور روشناس ہو چکے ہیں ' ۔ چار سو سے زیادہ شراب کے رسیا امریکی اس وقت یورپی قید خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں -

" مبصرین یہ نتیجہ اخذ کر رہے ہیں کہ اس معاشرے کی بنیادوں تک اس لعنت نے ہلا کر رکھ دی ہیں -

" فریگنگ " جسے احتجاج اور اظہارِ ناراضگی کا ایک طریقہ سمجھا جاتا ہے ' ویت نام میں موجود امریکی فوجیوں میں بہت مقبول ہو رہا ہے - حد سے زیادہ پرجوش افسران جو کڑے نظم و ضبط کی طرف مائل ہوتے ہیں ' خود اپنے جوانوں کے ہاتھوں دستی گرینیڈ کے حملوں کا نشانہ بنتے ہیں -

مستقبل میں سراسر تنخواہ دار فوج کی تشکیل کے لیے ' فوجی تنخواہوں میں اضافہ پر خرچ کرنے کے لئے ۲۷ ارب ڈالر کی بھاری رقم کی ہاؤس آرمڈ سروسز کمیٹی سے منظوری سے اس پریشانی اور گھبراہٹ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو قوم کے پالیسی سازوں کو لاحق ہے جبکہ کمیٹی کے سربراہ ایڈورڈ ہربرٹ کا یہ تلخ اعلان کہ امریکی حب الوطنی کو ڈالر کی نشانی سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا ' آنے والے واقعات کی منحوس تصویر پیش کرتا ہے -

" لاؤس پہ ناعاقبت اندیشانہ حملہ نے امریکیوں کی زود اعتقادی پر ایسی چوٹ لگائی ہے اور ان کی لسانی صلاحیتوں کا ایسا امتحان لیا ہے کہ پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ حملہ آوروں کی گھبراہٹ آمیز پسپائی ' کو ' سرکاری ترجمان ' نے ایک سانس میں ' دشمن کے سنگین دباؤ اور شدید ردِّ عمل کے تحت واپسی ' اور دوسرے سانس میں ' جنگی چال جو منصوبے کے مطابق آگے بڑھ رہی ہے ' قرار دیا ہے ۔ کچھ لوگ اصرار کرتے ہیں کہ یہ حملہ جو جنگی نوعیت کی ایک کامیاب کاروائی تھی ' اب پسپائی کے مرحلے میں ہے ۔

" تمام دعووں اور متضاد دعووں کو بیان کرنے کے بعد ' ایک اخبار نے وضاحت کرتے ہوئے کہا : میدان جنگ کی اطلاعات مظہر ہیں کہ لوگوں کے اخراج کے لئے استعمال کی جانے والی بکتر بند گاڑیوں کی ایک ایک انچ جگہ پسپا ہونے والے فوجیوں کے قبضہ میں تھی جن میں سے کسی کے پاس بھی ہتھیار نہ تھے ۔ رپورٹوں کے مطابق کئی فوجی اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے لاؤس میں رہ جانے کے خوف سے ہیلی کاپٹروں کے باہر لٹکنے کی کوشش کی -

" اس اخبار میں اس خبر کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے باہر ہوا میں لٹکتے ہوئے سپاہیوں کی ایک تصویر بھی تھی !

" اس سے محتاط سرکاری حلقوں کے نظریہ " ہیں کہ اب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ' کو تقویت اور گہرائی ملتی ہے ۔ رائے عامہ کے جائزوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ دس میں سے سات امریکی جو کچھ انتظامیہ کہتی ہے ' اس پر اعتماد نہیں رکھتے ۔

" حقیقت اور بہروپ کے درمیان اس فرق پر بحث کے دوران ' قومی نشریاتی اداروں کو ۲۰ فروری ۱۹۷۱ء کو اچانک ٹیلی فون پر یہ پیغام موصول ہوا : ' یہ صدر کی طرف سے ایک ہنگامی اعلامیہ ہے ۔ معمول کی نشریات فوراً بند کر دی جائیں ..... ' بانوے ۹۲ فی صد اسٹیشنوں نے اس پیغام کا بالکل کوئی اثر نہیں لیا اور اپنی معمول کی نشریات جاری رکھیں ۔ دریافت کرنے پر ایک تہائی نے کہا کہ انہیں اس پیغام کی صداقت پر یقین نہیں تھا ۔

" بدکاری اور جرائم اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں ۔ فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن (F.B.I) نے انکشاف کیا ہے کہ ہر سال " بھیانک جرائم " کی تعداد میں گیارہ فی صدی کا اضافہ ہو رہا ہے ۔ دو ہفتے پہلے شکاگو کے ایک بنک میں ساٹھ لاکھ ڈالر کا غبن واقع ہوا ۔ کل لاس اینجلز کے ایک قانونی مشیر کو خوبصورت لڑکیوں اور آبی بچھونوں کے ناجائز کاروبار میں مبیّنہ طور پر ملوّث ہونے پر دھر لیا گیا ۔

" چند دن پہلے تین طوائفوں نے نیویارک کی ایک گلی میں مغربی جرمنی کے سابق وزیر دفاع جوزف سٹراس سے بدسلوکی کی اور ایک پاس کھڑی ہوئی کار میں اس بھاری تن و توش والے سابق وزیر کو کھینچ کر ڈالنے میں ناکامی کے بعد تین سو جرمن مارک اور ایک سو اسی ڈالروں کے ساتھ فرار ہو گئیں ۔

" ریڈرز ڈائجسٹ کے ایک مضمون میں بتایا گیا ہے کہ دباؤ ' پریشانی اور زیادتیٔ کار نے چالیس فی صد امریکی مردوں کو معمول کی جنسی زندگی گزارنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہے ۔ بعض ذرائع کی اطلاعات کے مطابق ہر سال دکاندار اور تاجر امریکی صارفین سے کم تولنے کی بنا پر کوئی سوا چھ ارب ڈالروں کا حیرت انگیز ناجائز منافع کماتے ہیں ۔

" یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ سنگین نوعیت کے جرائم کی پردہ پوشی میں بعض چوٹی کے صوبائی اور شہری افسران ملوّث ہیں جنہیں باقاعدہ حصّہ ادا کیا جاتا ہے حال ہی میں ایک صوبائی دارالحکومت کے میئر کو ' سازش ' بین الصوبائی رشوت ' اور فراڈ ' کے الزامات میں وفاقی گرینڈ جیوری کی طرف سے مستوجب سزا قرار دیا گیا تھا ۔

" جبکہ رسوائے زمانہ ' مافیا ' کے ساتھ اس کے تعلقات پر بحث جاری ہے اور ایک دوسرے اپنے وقت کے بڑے مجمع باز اور لوگوں کو اُکسانے والے مقرّر کے اردگرد حلقہ تنگ کیا جا رہا ہے ' میئر لانسکی ' زیر زمین دنیا کا عالی دماغ اور مافیا تحریک کا حقیقی سربراہ ' تل ابیب کے ڈین ہوٹل میں ' شاندار فراغت ' کے مزے لُوٹ رہا ہے ۔ بظاہر امریکی عوام نشے میں اتنے چور ہیں کہ وہ یہ اندازہ کرنے سے قاصر ہیں کہ اس دنیائے جرائم کے بادشاہ جیسے لوگ ان کی اقدار اور طرزِ زیست کو کیا ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں ۔ نہ ان کو یہ احساس کبھی ہوتا ہے کہ وہ مجرم کے یہودی نام کی اہمیت پر غور کریں یا اسرائیل میں اس کی سیر و تفریح کے اسرار کو ٹٹولیں ۔۔۔

" بین الاقوامی صیہونیت بڑے ٹھاٹھ سے وائٹ ہاؤس کی پالیسیاں وضع کرنے میں مصروف ہے ۔ اقوام کی تقدیر پر اثر انداز ہونے والے تمام فیصلوں میں ان کا خفیہ ہاتھ موجود ہوتا ہے ۔ اس کے پاس ایک بڑا اڈنڈا بھی ہے ۔ وزیر مملکت مسٹر راجرز نے اسرائیل کو اپنی جارحیت کے ثمرات واپس لوٹانے کی ترغیب دینے کے لئے ابھی منہ ہی کھولا تھا کہ ہر طرف سے صیہونی محاذ ' اور ان کے پٹھو جن میں سینیٹ اور دیگر مقتدر کمین گاہیں شامل ہیں ' اس پر پل پڑے ۔

" تل ابیب سے وزیر مملکت کی گستاخی پر غصّہ میں کف بدہن ابا ایبان روانہ ہوا ' گویا ایک حتمی صیہونی الٹی میٹم دینے آ رہا ہو ۔ دنیا کے سب سے طاقتور ملک کا

وزیرِ مملکت جو چند لمحے پیشتر پر شگون انداز میں ایک عالمگیر جنگ کے منہ لاتے ہوئے خطرے کے متعلق اشارہ کر رہا تھا اسرائیل کی بے رحم تنقید کی تاب نہ لا کر اپنے سابقہ بیان کے ایک ایک لفظ کو واپس لے رہا تھا۔

"اپنی عیسائیت اور اخلاق پر عرقِ ندامت میں غرق، اس نے صیہونیت کے منہ زور گھوڑے کے سامنے اپنی شکست کو 'غلط فہمیاں دور ہو جانا' کہہ کر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ لیکن دنیا کے لئے انکشافِ حقیقت کے اس نایاب لمحہ میں پس پردہ واقعات کی ایک جھلک دیکھنے کا نہایت عمدہ اور یقینی موقع فراہم ہوا۔

"جبکہ صیہونی مقبوضہ پریس، اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں دھمکی آمیز اور منافقانہ انداز میں، عرب پسندوں کی موجودگی کا ذکر کرتا رہا، سینیٹر سائمنگٹن نے اپنے دوست راجرز کی ابتلا پر بلیغ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے اسے 'شام واشنگٹن کے حلقوں کا نشانہ تضحیک' کہہ کر پکارا۔ اس سب کے پیچھے کیا تھا؟ ہنری کسنجر نے محتاط انداز میں اسے 'صدر کی قومی سلامتی کی مشاورت' قرار دیا، لیکن دراصل یہ خارجہ اور داخلہ دونوں معاملات پر پالیسی مرتب کرنے والا مطلق العنان بادشاہ (صیہونیت) تھا۔

"اگرچہ اپنے اس خوف کی بنا پر کہ اگر اس نے ہنری کسنجر کے یہودی النسب ہونے کے متعلق کچھ کہا تو اس پر نہ صرف صیہونی غنڈے، بلکہ اس کے ذہنی غلامی کا شکار ہم وطن (جو مکمل طور پر یہودی پروپیگنڈے سے متاثر ہیں) بھی لٹھ لے کر چڑھ دوڑیں گے۔ سینیٹر انکشافِ حقیقت سے باز رہا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں گھاس کا ایک پتا بھی صیہونیوں کی مرضی کے بغیر یا مفاد کے خلاف نہیں ہلتا۔

صیہونی چودھریوں کے سامنے اس نیازمندی اور عاجزی کے متعلق، جو یہاں کے اونچے حلقوں میں صاف نظر آتی ہے، ایک مقامی مبصر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا 'کبھی اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ اسرائیل اس وفاق کی اکاونویں ۵۱ ریاست نہیں ہے۔ لیکن اب یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ ملک تل ابیب کے باغیچۂ مطبخ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا'۔

"صیہونیت کے رسوائے زمانہ منشور" پروٹوکولز" اور اس کی دوسری اساسی کتابوں سے واقفیت رکھنے والے ذرائع کا خیال ہے کہ صیہونی یہ وقت اقوام متحدہ پر قابض ہونے کے لئے بہت مناسب سمجھ رہے ہیں۔ ان کے قبیلہ کے ایک رکن* کو عالمی تنظیم کی جنرل سیکرٹری شپ کے لئے جانشینی کی دوڑ میں مقابلہ کی نہایت محتاط تربیت دی جا رہی ہے جسے مایوس ہو کر یوتھانٹ نے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

"اگر ایسا ہو گیا (اور جیسا کہ یہ ذرائع باور کرتے ہیں ایسا ہونا بالکل ممکن ہے) تو وائٹ ہاؤس کا طاقتور ترین آدمی (کسنجر) جو اتفاق سے یہودی النسل ہے، اقوام متحدہ کے طاقتور ترین آدمی سے، جو یہودی ہوگا، مل جائے گا۔

"یوں پھر، یہ ذرائع اصرار کرتے ہیں: 'مملکتِ صیہون کی مرئی اور غیر مرئی سرحدیں — مستقبل کا عالمگیر استعمار — بے خبر اور ابتری کا شکار دنیا کی قیمت پر، جس نے عین وقت پر روشنی کو دیکھنے سے انکار کیا، بڑھتی اور وسیع ہوتی رہیں گی!۔

"صیہونیوں کی حیثیت کے متعلق سوال کے جواب میں یہ ذرائع نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ کا حوالہ دیتے ہیں جس کے مطابق امریکہ کے پچانوے فی صد یہودی برملا صیہونیت کو ترجیح دیتے ہیں۔

"خوبصورت اسرائیلی لڑکیاں، یروشلم میں فوجی مصروفیات سے فارغ کر کے اقوام متحدہ سے آئے ہوئے مہمانوں کا دل بہلانے کے لئے پیش کی گئیں — 'اسرائیلی نصب العین کی خدمت جو چادروں کے درمیان واقع ہوئی، منظم اور باقاعدہ جنسی بدکاری کے علاوہ بھی'۔ (میجر جنرل وان ہارن فلسطین میں اقوام متحدہ کی فوج کا سابق کمانڈر، اپنی کتاب "سولجرز آف پیس" میں۔)

---

* شاید یہ خیال پیدا ہو چکا ہے کیونکہ موجودہ سیکرٹری جنرل کرٹ والڈ ہیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ یہودی ہے۔ (مترجم)

وحشی عورتوں کی کثرت

امریکہ کے وفاقی ادارۂ تحقیقات کے مطابق زیادہ سے زیادہ امریکی عورتوں کا رجحان جرم اور تشدد کی طرف ہو رہا ہے۔

گذشتہ دس سالوں میں، مردوں کے ۷۲ فی صد کے مقابلہ میں سنگین جرائم میں ماخوذ عورتوں کی گرفتاریاں دو سو فیصد سے زیادہ تھیں۔ چار عورتیں ایف بی آئی کی "انتہائی لازم گرفتاری" کی فہرست پر ہیں۔ بنک لوٹنے اور قتل کے جرائم میں زیادہ عورتیں پکڑی جا رہی ہیں، اب یہ عورتیں جرائم میں مردوں کی محض مدد کرنے کی بجائے (جیسا کہ ماضی میں تھا) ان کے شانہ بہ شانہ ارتکاب جرم کرتی ہیں۔

بیشتر ماہرین کے نزدیک عورتوں میں جرائم کے لئے کشش کا سبب نشہ آور ادویات کی عادت اور سماج میں عورتوں کے کردار میں تبدیلی ہے۔

(ڈیلی ٹیلی گراف لندن — ۱۶ ستمبر ۱۹۷۱ء)

بارہواں باب

سوویٹ یونین میں مسلمان

اس مضمون کا مصنف ڈاکٹر بے مرزا ہویت، ترکستان کا مسلمان عالم ہے جو گذشتہ پچیس برسوں سے مغربی جرمنی میں مقیم ہے اور وسطی ایشیا میں سوویت سامراج پر تحقیق میں مصروف ہے اور وسطی ایشیا کی تاریخ اور باشندوں کے متعلق مخصوص جرائد میں مضامین کے علاوہ کئی کتابیں اور کتابچے بھی شائع کر چکا ہے۔ اس میدان میں اسے بہت شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ اس کا یہ مضمون کینیڈا سے نکلنے والے جریدہ "الاتحاد" سے لیا گیا ہے۔

"۱۹۱۷ء میں انقلاب سے عین پہلے، روس میں چار کروڑ مسلمان آباد تھے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء کو روس کے سابق وزیر اعظم خروشچوف نے سرینگر میں کہا کہ روس میں اب صرف ایک کروڑ پچاس لاکھ مسلمان ہیں۔ اگر خروشچوف کے اعداد و شمار درست ہیں تو ہم یہ سنگین سوال پوچھنے پر مجبور ہیں کہ باقی ماندہ ڈھائی کروڑ مسلمان کہاں ہیں؟ (گذشتہ ۳۸ سالوں میں ان کی آبادی میں معمول کے اضافہ (۱.۵ فی صد سالانہ) کو چھوڑنے کے باوجود — جسے شامل کر کے کل آبادی ۶ کروڑ ۳۰ لاکھ بنتی ہے) — کیا ان مسلمانوں کو جسمانی طور پر نیست و نابود کر دیا گیا ہے یا انہیں جبراً ملحدوں میں شامل کر لیا گیا ہے؟۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ روسی اسلام کو ختم کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے اور وہ خاص طور پر ملحدانہ پروپیگنڈہ اور عام لوگوں میں ملحدانہ اندازِ فکر رائج کرنے پر توجہ مبذول کر رہے ہیں۔ ان کے اسلام دشمن اقدامات کی ایک مختصر جھلک یہ ہے:۔

- ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء کے درمیان تمام مسلم اوقاف ہمیشہ کے لئے ضبط کر لئے گئے۔
- ۱۹۲۶ء کے آخر تک تمام شرعی عدالتیں توڑ دی گئیں۔

نہایت محتاط مطالعہ کیا ہے اور ان کے رویّے سے بہت اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ مطالعہ اور معلومات اس کتاب کے لکھنے میں میرے لئے بہت زیادہ مددگار ثابت ہوئے ہیں۔

اب میں ایک ممتاز مسلم شاعر اور علامہ کے الفاظ کے ساتھ اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سے مسلمان اس ممتاز شاعر کو جانتے اور اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی ساری زندگی اسلام کی تشکیلِ نو (قرآن کی روشنی میں) کے لئے وقف رہی۔ اور اس کا نام، یقیناً ڈاکٹر محمد اقبالؒ (مرحوم) ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس نے ایک نظم لکھی جس میں مغربی قوموں کو اس طرح خبردار کیا گیا تھا:۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

(بانگِ درا)

۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب کے فوراً بعد (جب کمیونسٹ برسرِ اقتدار آ گئے) وہ مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"یاجوج اور ماجوج کے لشکر آزاد ہو چکے ہیں، اب مسلمانوں کو خود اپنی آنکھوں سے "یَنْسِلُوْنَ" کی تعبیر ملاحظہ کرنی چاہیئے۔"

"یَنْسِلُوْنَ" (وہ نکل پڑیں گے) اس قرآنی آیت کا آخری لفظ ہے جو یاجوج اور ماجوج کے دنیا پر غلبے کا ذکر کرتی ہے۔

اِذَا فُتِحَتْ
يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝

ترجمہ: "جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ نکل پڑیں گے۔"

(قرآن (۲۱:۹۶))

اسلام کو ماننے والو! غفلت نہ کرو، جاگو اور دیکھو کہ دنیا میں ہر طرف کیا ہو رہا ہے۔ اور اس کے بعد جھک جاؤ اور اللہ، اپنے ربّ سے معافی اور امداد کے لئے سربسجود ہو جاؤ۔ ورنہ توبہ کا وقت نکل جائے گا۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: "اے ہمارے ربّ، ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے ہمارے ربّ، ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔ اے ہمارے ربّ، ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمارے پاس تاب نہ ہو۔ اور ہمیں معاف فرما دے، اور بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا مولیٰ ہے، پس کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ آمین۔"

(قرآن (۲:۲۸۶))

دُنیا بھر میں ارزاں ترین

شاھکار کی جدید کتب

ہر موضوع کی قدیم و جدید شاہکار کتب ہر پہلی اور پندرہ تاریخ کو انتہائی باقاعدگی سے لاکھوں عاشقانِ علم و ادب تک پہنچ رہی ہیں۔

	حاجی مُراد	ٹالسٹائی / مظفر کاظمی	۲/۵۰
۲	لَوسٹوری	ایریچ سیگل / ستّار طاہر	۲/-
۳	غبارِ خاطر	مولانا ابوالکلام آزاد	۳/۵۰
۴	نوٹرے ڈیم کا کُبڑا	وکٹر ہیوگو / ستّار طاہر	۲/۵۰
۵	دارا شکوہ	قاضی عبدالستّار	۳/-
۶	رومیو جولیٹ	ولیم شیکسپیئر / ستّار طاہر، سیّد قاسم محمود	۳/۵۰
۷	میکبتھ		
۸	سائنس سے بھی عظیم تر	صابر کلوروی	۲/-
۹	مہمانِ بہار۔ آتشِ رفتہ	اشفاق احمد / جمیلہ ہاشمی	۳/-
۱۰	آوازِ دوست	مختار مسعود	۳/-
۱۱	بھوانی جنکشن	جان ماسٹرز	۲/۵۰
۱۲	پولیس افسر کی ڈائری	دلاور حسین لودھی	۲/۵۰
۱۳	شاھنامۂ اسلام (اوّل)	حفیظ جالندھری	۳/-
۱۴	چلتے ہو تو چین کو چلیئے	ابنِ انشا	۲/۵۰
۱۵	علی اور نینو	قربان سیّد / ستّار طاہر	۲/۵۰
۱۶	تحریکِ پاکستان	شمیم احمد	۳/-
۱۷	صحرانورد کے خطوط (اوّل)	میرزا ادیب	۳/-
۱۸	النبیؐ الخاتم	مناظر احسن گیلانی	۲/۵۰
۱۹	شاھنامۂ اسلام (دوم)	حفیظ جالندھری	۳/-
۲۰	فردوسِ بریں	عبدالحلیم شرر	۲/۷۵
۲۱	ایمانیات	مونس زبیری	۲/۲۵
۲۲	جین آئر	برونٹے / سیف الدین حسام	۴/-
۲۳	شکست	کرشن چندر	۳/-
۲۴	مجبور آوازیں	کے ایل گابا	۴/-
۲۵	شاھنامۂ اسلام (سوم)	حفیظ جالندھری	۳/-
۲۶	قائدِ اعظم میری نظر میں	ایم اے ایچ اصفہانی	۴/-
۲۷	مقدّس نازنین	عبدالحلیم شرر	۴/-
۲۸	صحرانورد کے خطوط (دوم)	میرزا ادیب	۳/۵۰
۲۹	خزینۂ معلومات	سیفی نوگانوی	۴/-
۳۰	علی گڑھ کے تین نامور فرزند	ڈاکٹر نسیم سوہدروی	۲/-
۳۱	شاھنامۂ اسلام (چہارم)	حفیظ جالندھری	۳/-
۳۲	محبت عظیم ہے	گیراز یا ڈیلیڈا / اسرار زیدی	۲/۵۰
۳۳	نقوشِ قائدِ اعظم	پروفیسر رحیم بخش شاہین	۲/۵۰
۳۴	اُردو کی آخری کتاب	ابنِ انشا	۲/۵۰
۳۵	رحمتِ عالمؐ	مولانا سید سلیمان ندوی	۲/-
۳۶	اسرائیل	علی اکبر / میاں محمد افضل	۳/۵۰

سرورق: ایشین آرٹ پریس، ۱۴، میکلوڈ روڈ، لاہور